

UNIVERSAL
LIBRARY

OU_224502

UNIVERSAL
LIBRARY

جلد حقوق محفوظ

سندے اور ان کی زندگی

موبن لال سیٹھی ایم۔ ایس۔ سی۔ پی۔ ای۔ ایس
لیکچرار علم السیات۔ ملتان کالج۔ ملتان

۱۹۴۰ء

دارالانشاعت بنخا لاہور

لیکچرار

پہلی

فہرست مضامین

نمبر صفحہ	مضمون	نمبر شمار	نمبر صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۹۲	پرنندوں کا گھونسلہ	۷	۵	ابتدائی واقفیت	۱
۱۰۳	پرنندوں کے انڈے	۸	۱۱	پرنندوں کی بیرونی بناوٹ	۲
۱۱۸	انڈوں کو پہننا	۹	۲۴	پرنندوں کا پیچہ	۳
۱۲۵	پرنندوں کا پردار	۱۰		پرنندوں کی اندرونی	۴
۱۳۴	پرنندوں کو کھانا	۱۱		بناوٹ، غذا اور غذا	
۱۴۲	پرنندوں کی کھانا	۱۲	۳۹	کی نالی	
۱۴۵	کال کلپی	۱۳		پرنندوں کی اندرونی	۵
۱۴۸	مینا	۱۴		بناوٹ، خون، دل	
۱۵۲	نیل گندھ	۱۵		پھپھڑے، دماغ اور	
۱۵۶	پرنندوں کے	۱۶	۶۸	اعصاب وغیرہ	
۱۶۱	پرنندوں کے	۱۷		پرنندوں کے حواس	۶

۲۵۳	چھوٹا مٹو	۳۷	۱۶۶	نسلگر خورہ	۱۸
۲۵۷	ہنری کٹھ پھوڑا	۳۸	۱۷۰	دھیال	۱۹
۲۶۲	کریدنے والے پرندے	۳۹	۱۷۳	ہریال	۲۰
۲۶۶	بطیر	۴۰	۱۵۱	موہک	۲۱
۲۶۹	تیتیر	۴۱	۱۷۹	ست بھائی	۲۲
۲۷۲	چکور	۴۲	۱۸۳	کونٹل	۲۳
۲۷۵	پرندوں کا نقل مکان کرنا	۴۳	۱۹۲	بیا	۲۴
	وہ پرندے جو ہو سکر گئے	۴۴	۱۹۸	طوطا	۲۵
	میں پنجاب کے میدانوں کو		۲۰۴	فاختہ	۲۶
۲۸۳	آتے ہیں		۲۰۶	جنگلی کبوتر	۲۷
	وہ پرندے جو موسم سرد	۴۵	۲۱۲	چڑیا	۲۸
۲۸۷	میں پنجاب کو آتے ہیں		۲۱۷	لاں	۲۹
	پرندوں کی آپس میں	۴۶	۲۲۰	ابابیل	۳۰
۲۹۰	لڑائیاں		۲۲۵	دھوبن	۳۱
	پرندوں کی صفائی	۴۷	۲۳۰	بگلا	۳۲
۲۹۳	اور حفظانِ صحت		۲۳۴	چیل	۳۳
۲۹۷	پرندوں کی بیماریاں	۴۸	۲۳۹	گرہ	۳۴
۳۰۱	انسان اور پرندے	۴۹	۲۴۶	شکرا	۳۵
۳۱۰	زندگی کا تانا بانا	۵۰	۲۴۹	ترمستی	۳۶

دیباچہ

اُردو زبان میں سائینٹیفک لٹریچر کی کمی کو محسوس کرتے ہوئے
میں نے خان بہادر سید بقول شاہ صاحب انسپکٹر آف ڈریسٹر ایجوکیشن کی
ایما پر ایک کتاب نباتات اور نباتی خوراک ۱۹۲۷ء میں لکھی تھی
اس کتاب کے لئے پنجاب یونیورسٹی بک کمیٹی نے ستمبر ۱۹۲۷ء میں
۵۰ روپے کا انعام مرحمت فرمایا۔ اس حوصلہ افزائی اور مولوی سید
ممتاز علی صاحب کی ترغیب کا نتیجہ ”پُرندے اور ان کی زندگی“
ہے جو میں اس وقت ہدیہ ناظرین کر رہا ہوں +

اس میں کوئی شک نہیں کہ ہمارے ملک میں طبیعیات میں بہت
کم دلچسپی لی جاتی ہے۔ بعض نوجوان تو بالکل آنکھیں بند کر کے چلتے
ہیں۔ قدرت کے کھیل ان کے لئے کوئی کشش نہیں رکھتے۔ اس
میں ان کا بھی زیادہ قصور نہیں۔ ان کی تعلیم اور تربیت ہی ایسی ہے۔
ان کے دماغ میں موروٹی علم کو اتنی منزلت حاصل ہے کہ ان کے لئے

اپنی خاطر دیکھنا اور سوچنا کفر میں داخل ہے۔ سائنس کے طالبوں کے نزدیک تجربے اور ذاتی جانچ پڑتال سے بہتر کوئی کسوٹی نہیں ہے میں امید کرتا ہوں کہ آپ اس کتاب کو پڑھتے ہوئے اس سُہری اصول کو ہر وقت مد نظر رکھیں گے اور جو باتیں اس کتاب میں لکھی گئی ہیں ان کو ذاتی مشاہدے سے ثابت یا رد کرنے کی جستجو میں رہیں گے۔ جن پرندوں کا اس کتاب میں ذکر کیا گیا ہے۔ ان میں سے بہت سے پرندوں کی رنگین تصویریں دی گئی ہیں۔ ان تصویروں کی مدد سے ناظرین اکثر پرندوں کو فوراً شناخت کر سکیں گے۔

مجھے اس جگہ اپنے بزرگ دوست لادمہربارام صاحب بی۔ اے ریٹائرڈ ڈسٹرکٹ انسپکٹر آف سکولز کا شکریہ ادا کرنا ضروری ہے جنہوں نے اس کتاب کے مسودے کو پڑھنے کی تحکیم گوارا فرمائی اور اس کی خرابیوں کو درست کیا۔

اکتوبر ۱۹۳۰ء ملتان کالج ملتان موسیٰ علی سیٹھی

ابتدائی واقفیت

اس دنیا میں کئی اقسام کے جانور ملتے ہیں۔ ان سب کو علم حیوانات کے ماہر دو بڑی جماعتوں میں تقسیم کرتے ہیں۔ اول وہ جانور جن کے جسم کے اندر یہ مسموم کی ہڈی نہیں ہوتی۔ مثلاً موسمی بخار یا ملیریا (MALARIA) پیدا کرنے والے جات خور۔

(MALARIAL PARASITE) سفنج (SPONGE) کیڑے

کدو کیڑے یا راؤنڈ ورمز (ROUND-WORMS) کینچوے ہزار پانچ

(MILIFEDE) کن کجورے اور سیپاں وغیرہ وغیرہ۔ دوم

وہ جانور جن کے جسم کے اندر ریڑھ کی ہڈی ملتی ہے۔ مثلاً

پھلیاں۔ مینڈک۔ چھپکلیاں۔ سانپ۔ کچھوے۔ گرگھ۔ پرندے

لے یہ جانور ایک اچھی خور وین کے ساتھ ہی دیکھا جاسکتا ہے۔

چوپائے ویل (WHALE) بندر اور انسان ، ریڑھ کی ہڈی والے جانوروں کو کئی جماعتوں میں تقسیم کیا جاتا ہے ۔ ان کے اجسام کی حرارت کو مد نظر رکھتے ہوئے کئی ماہر ان سب کو دو بڑی جماعتوں میں بانٹتے ہیں ۔ اول ریڑھ کی ہڈی والے وہ جانور جن کے جسم کی حرارت آس پاس کی چیزوں کے سبب یا موسم کے سبب کم و بیش ہوتی رہتی ہے ۔ مثلاً مچھلیاں ، مینڈک ، سانپ ، کچھوے ، مگر بچہ وغیرہ ۔ جب موسم گرم ہو تو ان کی حرارت بڑھ جاتی ہے ۔ جب سردی ہو تو ان کے اجسام سے بہت سی حرارت خارج ہو جاتی ہے اور وہ کام جن پر زندگی کا دار و مدار ہے مدمم پڑ جاتے ہیں ۔ اس لئے ان کے اجسام کا درجہ حرارت کم ہو جاتا ہے ۔ وجہ یہ ہے کہ ان کے اجسام میں اپنی حرارت کو برقرار رکھنے کے لئے کوئی انتظام نہیں ہوتا ۔ ایسے جانوروں کو ٹھنڈے خون والے جانور کہا جاتا ہے اس کے برعکس دوسری جماعت ان ریڑھ کی ہڈی والے جانوروں کی ہے کہ جن کے اجسام کی حرارت تندرستی کی حالت میں عموماً یکساں رہتی ہے ۔ مثلاً پرندے چوپائے ویل بندر اور انسان سچا ہے سردی ہو یا گرمی ان کے اجسام کی حرارت میں کوئی کمی بیشی نہیں ہوتی ۔ ان کو اسی لئے گرم خون والے جانور لے ویل مچھلی سے مراد ہے ۔

کہا جاتا ہے۔ اگر گرم خون والے جانوروں کے آس پاس بہت سردی ہو تو جسم سے حرارت کے اخراج کو روکنے کے لئے جسم کی بیرونی ناڑیاں سکڑ جاتی ہیں۔ دوسرے جسم کے اندر حرارت پہلے سے زیادہ پیدا ہونی شروع ہوتی ہے۔ اگر ایسے جانوروں کے آس پاس گرمی کی شدت ہو تو جسم کے درجہ حرارت کو بڑھنے سے روکنے کے لئے بیرونی ناڑیاں پھیل جاتی ہیں جسم سے پانی سانس اور پسینے کے ساتھ زیادہ مقدار میں خارج ہوتا ہے اور کسی حد تک گرم خون والے جانور جسم کی حرارت کو بڑھنے سے روکنے کے لئے چپ چاپ بیٹھ رہتے ہیں۔ ان جانوروں کے اجسام کی حرارت کا درجہ آس پاس کی چیزوں اور موسم کے تغیر و تبدل سے مؤثر نہیں ہوتا۔ اسی لئے ان کو گرم خون والے جانور کہا جاتا ہے۔

اس کتاب میں ہم آپ کو پرندوں کے متعلق کچھ بتائیں گے۔ آپ کئی پرندوں سے واقف ہوں گے۔ اگر یہ کہا جائے کہ پرندے وہ دوپائے گرم خون والے پروردار جانور ہیں جو انڈے دیتے ہیں تو یہ تعریف کسی طرح مکمل نہیں کیونکہ پرندوں کی خوبصورتی اور ان کی عادات اور اطوار کا تو اس میں ذکر ہی نہیں آتا۔

سب جانور اور پودے جتنی غذا روزانہ حاصل کرتے ہیں

اُسے جسم کی آمد کہتے ہیں۔ اس آمد کا کچھ حصہ ہر روز کاربانک
 ایسڈ گیس (CARBONIC ACID GAS) پیشاب فضلے پسینے
 اور حرارت وغیرہ کی شکل میں جسم سے خارج ہوتا ہے۔ اسے
 جسم کا خراج تصور کرنا چاہئے۔ اوائل عمر میں سب جانوروں
 کے جسم کی آمد خرچ سے بدرجہا زیادہ ہوتی ہے۔ اس لئے
 جانوروں کے جسم کا وزن بڑھتا رہتا ہے۔ جوان ہو جانے
 کے بعد روزانہ آمد اور خرچ میں بہت تھوڑا فرق رہ جاتا ہے
 وزن بہت کم بڑھتا ہے اور اکثر ایک ہی حالت پر برقرار
 رہتا ہے عام جوان جانوروں کو چونکہ بہت سی حرکت کرنی
 پڑتی ہے۔ اس لئے اُن کے اجسام کا روزانہ خرچ آمدن
 سے کچھ ہی کم ہوتا ہے۔ پرندے بانی گرم خون والے جانوروں
 سے بہت زیادہ چست ہوتے ہیں۔ اس لئے جوان پرندوں
 کے اجسام کی روزانہ آمد و خرچ تقریباً یکساں ہوتے ہیں چونکہ
 پرندے زیادہ تیز و طرار ہوتے ہیں اس لئے اُن کو سانس
 بھی بہت جلدی جلدی آتا ہے۔ دل بھی جلد جلد حرکت کرتا ہے
 ان کے خون کے اندر سُرخ وِڑے بھی بڑی کثرت سے ہوتے
 ہیں۔ پرندے غذا بھی بہت اچھی کھاتے ہیں۔ ان کی غذا کا
 بہت سا حصہ جسم میں جذب ہو جاتا ہے۔ فضلہ بہت کم بنتا ہے
 ان کی قوت ہضم بھی بڑی طاقتور ہوتی ہے۔ پرندوں کے جسم

کی مشین بڑی مکمل مشین ہے۔ ان کے اجسام کی حرارت چوبیس درجے کے اجسام کی حرارت سے عموماً ۲ سے ۱۴ درجے فارن ہیت تک زیادہ ہوتی ہے۔ نیچے چند پرندوں کے اجسام کی حرارت درج ہے :-

فارن ہیت	۷۰
۱۱۱.۶۲	ابابیل
۱۰۹.۲۲	بطخ
۱۰۷.۹	مُرغا
۱۰۷.۹	چڑیا
۱۰۵.۸	بگلا
۱۰۵.۶	کبوتر

آپ کو ابابیل کا بیان پڑھنے سے معلوم ہو جائے گا کہ ابابیل نہایت تیز و طرار پرندوں میں سے ہے۔ ابابیل چونکہ زمین پر بیٹھنے کے ناقابل ہوتی ہے۔ اس لئے اپنا بہت سا وقت ہوا میں تیزی سے اُڑتے ہوئے صرف کرتی ہے۔ اسی سبب سے اس کے جسم کا درجہ حرارت باقی پرندوں

(TAKEN FROM -SCHAH FER'S PHYSIOLOGY)

۷۰ یا درجے کہ تندست انسان کے جسم کی حرارت ۹۸ فارن ہیت کے قریب رہتی ہے۔

سے زیادہ ہوتا ہے۔ ان اعداد کو مطالعہ کرنے سے آپ کو واضح ہو جائے گا کہ مختلف پرندوں کے اجسام کے درجہ حرارت کا انحصار ان کی روزانہ عادات پر ہے +

ہوا میں اڑ سکنے کے باعث پرندے باقی سب گرم خون والے جانوروں پر سبقت لے گئے ہیں۔ ان کے جسم کا ہر ایک رگ و ریشہ اڑنے کے لئے خاص طور پر موزون ہے۔

ان کا جسم ملائم پروں سے ڈھکا ہوتا ہے۔ ان پروں کے باعث باہر کی گرمی اندر اور اندر کی گرمی باہر نہیں جاسکتی ان کے بازوؤں میں اڑنے کی خاطر کئی تبدیلیاں آگئی ہیں۔

ان کا پنجر بھی اسی لئے باقی ریڑھ کی ہڈی والے جانوروں سے مختلف ہوتا ہے۔ ٹانگیں جسم کے سارے بوجھ کو اٹھا سکتی ہیں۔ مندرجہ بالا اور بہت سی اور خصوصیتیں پرندوں کے پرواز کے سبب سے ہی ہیں +

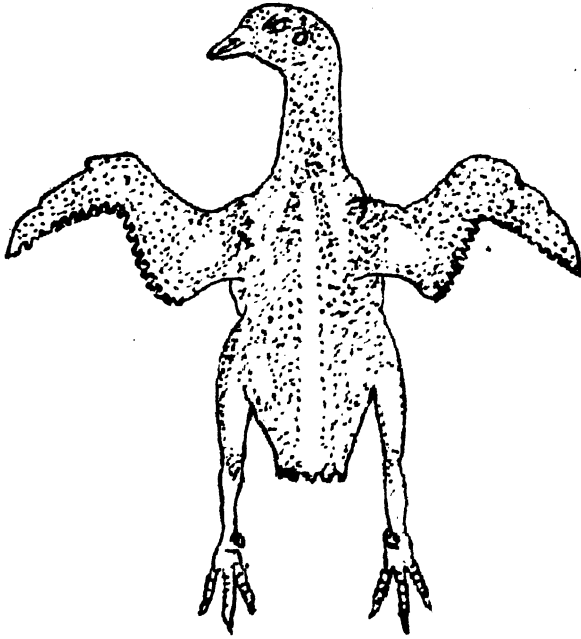
پزندوں کی بیرونی بناوٹ

آپ نے کئی پالتو اور کئی جنگلی پرندے دیکھے ہوں گے اگر معمولی معمولی باتوں کو نظر انداز کیا جائے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سب ایک ہی سانچے میں ڈھلے ہیں۔ پزندوں کی بیرونی بناوٹ سمجھنے کی خاطر آپ ذرا کبوتر کا خیال کریں۔ کبوتر کا دھڑ موٹا ہوتا ہے۔ دھڑ کے اوپر گردن ہوتی ہے۔ کبوتر کی گردن آگے پیچھے دائیں بائیں سب طرف مڑا سکتی ہے۔ گردن کی انتہا پر سر ہوتا ہے۔ سر کے اندر گول سی استخوان ہوتی ہے۔ سر کی اگلی طرف چونچ ہوتی ہے۔ تمام جسم کے اوپر بہت سے پر ملتے ہیں۔ ان پر دلوں کا رُخ پچھلی طرف ہوتا ہے۔ ہر ایک پر اپنے سے پچھلے پر کے اگلے

جھتے کو ڈھانپ رکھتا ہے۔ دھڑکے اختتام سے چند لمبے لمبے پر نکلتے ہیں۔ ان پروں کے مجموعے کو دُم کہتے ہیں جسم کے پہلوؤں پر دائیں بائیں دو بازو ہیں۔ بازو بھی کئی لمبے اور چھوٹے پروں سے آراستہ ہیں۔ ٹانگوں کے اوپر کے جھتے پروں سے ڈھکے رہتے ہیں اور نظر نہیں آتے صرف پاؤں ہی دکھائی دیتے ہیں۔ دونو پاؤں کی چار چار انگلیاں ہوتی ہیں۔ ان میں سے تین انگلیاں آگے کو اور ایک اٹھلی پیچھے کو مڑی ہوئی ہوتی ہے۔ کبوتر یا انڈر کسی پرندے کے جسم کو چوپائے جانوروں کے جسم کے ساتھ مقابلہ کرنے سے پہلے پرندے کے جسم کے پر اتار دینے چاہئیں۔ پر اتار دینے کے بعد پرندوں کا جسم سڈول نظر نہیں آتا۔ پر اتارنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ گردوں بلین نما ہے۔ اصلی دُم بہت چھوٹی سی ہوتی ہے۔ اس پر بہت سے چر ہوتے ہیں۔ ان پروں کو ہی عموماً دُم کہتے ہیں۔ اصلی دُم کے اوپر کی طرف ایک چھوٹی سی نوک دار شے ہوتی ہے۔ اس کے اندر سے نیل رس رس کر نکلتا رہتا ہے۔ پرندہ اس تیل سے اپنے پروں کو صاف کرتا ہے۔

انسان کے بازو کے تین جھتے ہوتے ہیں۔ (۱) اوپر کا جھتہ کندھے سے کہنی تک (۲) درمیانی جھتہ کہنی سے

کبوتر کا جسم پر آثار دینے کے بعد



کلائی تک (۳) ہاتھ ۔ یہی تین جھٹے پرندوں کے بازو میں نظر آتے ہیں ۔ انسان اور پرندے کے ہاتھ میں ایک فرق یہ ہے کہ پرندے کے ہاتھ کی تین انگلیاں جلد میں اکٹھی لپیٹی ہوئی ہوتی ہیں ۔ یہ علیحدہ علیحدہ نظر نہیں آتیں ۔ جب پرندہ بیٹھا ہوا ہو تو اُس کے بازو کے تین جھٹے اس طرح بند ہو جاتے ہیں جیسے کہ انگریزی زبان کا حرف z ہوتا ہے ۔ اُڑنے کے وقت یہ تینوں جھٹے ایک سیدھے خط کی شکل اختیار کرتے ہیں اور بازو جسم کے ساتھ ۹۰ کا زاویہ بناتے ہیں ۔ ٹانگوں کا اوپر والا حصہ یعنی ران جسم کے ساتھ چمٹی رہتی ہے ۔ اس کے نیچے پنڈلی ہوتی ہے ۔ بہت سے پرندوں کی ران اور پنڈلی کے اوپر تو پر ہوتے ہیں لیکن اُن سے نیچے پاؤں کے اوپر پر نہیں ہوتے ۔ پاؤں کا اوپر کا حصہ زمین سے اٹھا رہتا ہے ۔ صرف انگلیاں ہی زمین سے لگتی ہیں ۔ اگلی تین انگلیاں کچھلی انگلی سے عموماً لمبی ہوتی ہیں ۔ ہر ایک انگلی کی انتہا پر ایک ناخن ہوتا ہے ۔

جب پرندہ چو بیچ کو کھولتا ہے تو اُس کا منہ بہت کشادہ نظر آتا ہے ۔ چو بیچ کے اوپر کی طرف لیکن پیچھے کو دو تھنے ہوتے ہیں ۔ سر کے دونوں طرف وائیں بائیں دو آنکھیں ہیں ۔ پرندوں کی آنکھیں بہت بڑی بڑی ہوتی

ہیں۔ انسان اور حیوانات کی آنکھوں کے دو بیرونی پردے یا پوٹے ہوتے ہیں۔ ان کو عموماً اوپر اور نیچے کے پردے یا پوٹے کہا جاتا ہے۔ پردے آنکھ کی حفاظت کرتے ہیں۔ اوپر والا پوٹا چند لمحوں کے بعد آنکھ کے اوپر سے پھر جاتا ہے اس کا مقصد یہ ہے کہ آنکھ کی سطح صاف اور تر رہے۔ گرد آلودہ اور خشک نہ ہونے پائے۔ ان دو پردوں کے علاوہ پرندوں کی آنکھوں کے اوپر ایک تیسرا پردہ بھی ہوتا ہے یہ پردہ شفاف ہوتا ہے۔ اور جلدی جلدی حرکت کرتا ہے۔ آنکھوں کے پیچھے کان ہوتے ہیں۔ زندہ پرندے کے کان پروں سے ڈھکے رہتے ہیں۔ پرندوں کے جسم میں فضلے اور پیشاب کو خارج کرنے کی ایک ہی جگہ ہوتی ہے۔

قدرت کے اندر پرندوں کے پر بڑی لاشانی چیز ہیں پرندوں کے سوا کسی اور جانور میں پر نہیں ملتے۔ چوپائے جانوروں کے بال پرندوں کے پروں سے مقابلہ کئے جاسکتے ہیں۔ لیکن بال پروں جیسے خوبصورت نہیں ہوتے۔ پروں کی کئی قسمیں ہیں۔ اول وہ لمبے لمبے پر جو بازوؤں اور دم سے وابستہ ہوتے ہیں۔ ہر ایک لمبے پر کے مفصلہ ذیل چھتے ہوتے ہیں۔ (۱) ڈٹھی یا پنچلا بیلن نما حصہ



جو اندر سے کھوکھلا ہوتا ہے (۲) - تنائینی ڈنڈی سے اوپر کا ٹھوس حصہ۔ یہ ڈنڈی سے ذرا تھلا اور گاؤم ہوتا ہے۔ (۳) اس ٹھوس گاؤم حصے سے باریک باریک ریشے نکلتے ہیں۔ (۴) ان باریک ریشوں سے اور باریک باریک شاخیں نکلتی ہیں۔ یہ شاخیں ایک دوسری میں پھنسی ہوئی ہوتی ہیں ان کی وجہ سے بڑے ریشوں کی ایک چوٹی سی جھلی بن جاتی ہے۔ ایسے لمبے پروں کے علاوہ اسی قسم کے چھوٹے چھوٹے پر پرندے کے سارے جسم کے اوپر ملتے ہیں۔ ان پروں کے علاوہ چند ایسے چھوٹے چھوٹے پر بھی ملتے ہیں جن کا تنا اور ریشے تو ہوتے ہیں لیکن باریک شاخیں نہیں ہوتیں۔ اس لئے ریشے ایک دوسرے میں پھنسنے ہوئے نہیں ہوتے۔ ڈوم کے اوپر ایک چھوٹی سی نوکدار شے کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس سے جوتیل نکلتا ہے اس کے ساتھ پرندہ اپنے پروں کو صاف رکھتا ہے۔

پروں کا اول فائدہ جسم کی حرارت کو زائل ہونے سے روکنا ہے۔ اس لئے یہ نہایت گرم ہوتے ہیں۔ سفید پر اس کام کے لئے خصوصاً مفید ہوتے ہیں۔ اسی سبب سے پہاڑی سرد علاقوں اور برفانی ملکوں میں رہنے والے پرندوں کے پر سفید ہوتے ہیں۔ بعض حضرات روئی کی بجائے ملائم پروں

کو لحاف کے اندر بھرواتے ہیں۔ ایسے لحاف نہایت گرم اور ہلکے ہوتے ہیں۔ دووم پروں کی وجہ سے ہی پرندے اڑ سکتے ہیں۔ دونوں بانڈوں پر کچھ تھوڑے لے لے پروں کی ہوتی ہے۔ ان کی مدد سے پرندے کشتی کے چتوؤں کی طرح ہوا کو تھپیڑے لگاتے اور اڑتے ہیں۔ اگر پرندہ ہونے تو پرندے اڑنے کے ناقابل ہوتے۔ سوم پروں کی رنگت کی وجہ سے پرندوں کو ان کے آس پاس کی چیزوں سے تمیز کرنا اکثر بڑا مشکل ہوتا ہے۔ یعنی اگر کوئی دشمن آجائے تو اسے بہت غور سے دیکھنے کے بعد ہی شکار نظر پڑتا ہے۔ چہاں پر پرندوں کے پر مادہ پرندوں سے عموماً زیادہ شفع ہوتے ہیں۔ یہ مادہ کو موہت کرنے کے کام آتے ہیں۔ مور پر اوپچے کر کے ناچنا شروع کرتا ہے اور مورنی کو موہت کرتا ہے۔ پنجم بعض پرندے اپنے گھونسلے کے اندر پروں کی تہ جھاتے ہیں۔ ایسا گھونسلہ نہ صرف سہنے والے پرندے کے لئے آرام دہ ہوتا ہے بلکہ جب انڈوں سے بچے نکلے ہیں تو ان کے لئے ایسے گھونسلے سے زیادہ نرم اور گرم جگہ مہیا کرنی بہت مشکل ہے۔ کئی پرندوں مثلاً کبوتر کے بچے جب انڈوں سے نکلے ہیں۔ تو ان کا جسم بالکل خشک ہوتا ہے۔ جسم کے اوپر پر نہیں

ہونے۔ بعض پرندوں مثلاً مرغ کے بچے جو ہی انڈوں سے نکلے ہیں تو ان کے جسم نہ بنے نہ پروں سے ڈھکے ہوتے ہیں۔

بہت سے پرندوں میں زکے پر مادہ سے اکثر شروع اور خوشما ہوتے ہیں۔ جن کے پر ایسے نہ بھی ہوں ان کے پر بھی انڈے بچے دینے کے موسم میں مادہ سے زیادہ خوبصورت نکل آتے ہیں۔

عام طور پر پرندوں کے پر ہر سال گر جاتے ہیں اور ان پروں کی جڑوں سے نئے پر نکل آتے ہیں۔ یہ عمل عموماً انڈے بچے دینے کے موسم کی ٹھکاوٹ کے بعد شروع ہوتا ہے۔ اور کچھ دیر تک جاری رہتا ہے۔ اس عمل کو کرنا کہتے ہیں۔ جسم کے ایک خاص حصے سے کچھ پر گر جاتے ہیں ان کی جگہ جب نئے پر نکل آتے ہیں تو اور پر گرتے ہیں۔ اس لئے پرندہ کسی وقت بھی بالکل برہنہ نظر نہیں آتا۔ بعض پرندوں کے پر موسم سرما میں گرتے ہیں۔ بعض ایسے بھی ہیں جو ہر سال دو یا تین دفعہ کرنا کرتے ہیں۔ جن پرندوں میں ز اور مادہ کی پوشش میں فرق نہیں ہوتا ایسے پرندوں میں زکے پر انڈے دینے کے موسم میں بہت خوبصورت نکل آتے ہیں۔ بچے نکل آنے کے بعد ز اور مادہ کے رنگ

اور پوشش میں کوئی تمیز نہیں ہو سکتی ۔

پرندے اور کیڑے باقی سب جانوروں سے زیادہ تیز و طرار واقع ہوئے ہیں۔ کئی سائنس دانوں کا قیاس ہے کہ ان کی پھرتی ان کے شوخ رنگ ہونے کی ایک وجہ ہے ۔ یہ مسئلہ امر ہے کہ کسی شے کا رنگین نظر آنا تین وجوہات سے ہوتا ہے ۔ اول اُس شے میں رنگ کے ذرات یا پگمنٹس (PIGMENTS) کا موجود ہونا۔ مثلاً مرغے کی کھنی کا رنگ اس وجہ سے سُرخ ہوتا ہے کہ خون کے سُرخ ذرے کھنی کی بے شمار نالیوں میں موجود ہوتے اور نالیاں شفاف ہونے کی وجہ سے خون نظر آتا رہتا ہے اور کھنی سُرخ دکھائی دیتی ہے ۔ درختوں کے پتے بھی اس لئے سبز دکھائی دیتے ہیں کہ ان میں ہیرائی یا کلوروفل (CHLOROPHYLL) کے ذرے موجود ہوتے ہیں ۔ دوم کسی شے کا رنگین نظر آنا اُس کی طبعی بنا و بناوٹ کی وجہ سے بھی ہو سکتا ہے۔ مثلاً آپ نے کئی سپیوں کو کھول کر دیکھا ہوگا۔ ان کی اندرونی سفید سطح پر قوس قزح جیسے رنگ نظر آتے ہیں۔ سپیاں رنگ کے ذرات کے موجود ہونے سے رنگین نظر نہیں آتیں بلکہ ان کے اندر چرنے کے مرکبات کی تہیں اس ترتیب سے جمی ہوئی ہوتی ہیں کہ یہ سفید روشنی کی کرنوں کا تجزیہ کر دیتی ہیں

اگر آپ اپنے نقطہ نگاہ کو بدل دیں تو کئی دفعہ یہ رنگ غائب ہو جاتے ہیں۔ اگر سیپوں کو کوٹ کر بائیک کر دیا جائے تو پسی ہوئی پسیاں بالکل سفید ہوتی ہیں وہ خوشنما رنگ جو سیپوں کی سطح پر دکھائی دیتے تھے ہمیشہ کے لئے غائب ہو جاتے ہیں۔ صابن کے بلبلوں کے رنگ۔ قوس قزح اور سورج کے چڑھنے اور غروب ہونے کے وقت بادلوں کے خوشنما رنگ بھی اسی وجہ سے نظر آتے ہیں۔ سوم بعض اشیاء اول اور دوم وجوہات کے ملنے کے سبب سے رنگین نظر آتی ہیں بعض نہایت خوشنما رنگ رنگین ذرات یعنی پگمنٹس (PIGMENTS) کے موجود ہونے اور طبعی بناوٹ کے میل جول کی وجہ سے دکھائی دیتے ہیں۔ سور اور تیتری کے خوبصورت پروں میں دونوں باتیں پائی جاتی ہیں +

قدت کے اندر مفصلہ ذیل رنگ عموماً رنگین ذرات کے سبب سے نظر آتے ہیں :- کالا - سُرخ - نصواری زرد زردی مائل سبز اور سبز - نیلا اور آودا رنگ رنگین ذرات اور طبعی بناوٹ کی وجہ سے ہوتے ہیں۔ ایک نیلے پر کو ہتھوڑے سے ذرا کوٹ دیں تو اُس کا نیلا رنگ غائب ہو جاتا ہے اسی طرح طوطے کا سبز پر کوٹنے کے بعد زرد دکھائی دیتا ہے وجہ یہ ہے کہ طوطے کے پر کے اندر زرد ذرے تو موجود

ہوتے ہیں لیکن سبز رنگ اس کی طبعی بناوٹ کی وجہ سے نظر آتا ہے۔ کوٹنے کے بعد وہ طبعی بناوٹ نہیں رہتی اور سبز رنگ بھی اُس کے ساتھ غائب ہو جاتا ہے۔

رنگوں سے پرندوں کو کیا کیا فائدے پہنچتے ہیں:-
پرندوں میں بے شمار اقسام کے رنگ دیکھے جاتے ہیں۔ علم طبیعات کے ماہران ان سب کے فائدوں کو کھوج نہیں کر سکے لیکن تاحال ان کے جو فائدے معلوم ہوئے ہیں وہ نیچے درج کئے جاتے ہیں:-

(۱) ایک قسم کے پرندوں کا رنگ دوسری قسم کے پرندوں سے نہیں ملتا۔ یعنی کاٹھے طوطے سب سبز ہوتے ہیں کوئے سب سیاہ ہوتے ہیں۔ پوشش کا رنگ مخصوص ہونے کے سبب سے پرندے اپنے بھائی بندوں کو دور سے ہی پہچان سکتے ہیں۔ والدین کو بچوں کے پہچاننے میں اور نر کو مادہ کے پہچاننے میں سہولت ہوتی ہے۔

(۲) پرندوں کے لباس کا رنگ اکثر ان کے رہنے سہنے کی جگہ سے ملتا جلتا ہوتا ہے۔ مثلاً طوطوں کا سبز رنگ درختوں کے پتوں سے خوب ملتا ہے۔ اس مطلقیت کا یہ فائدہ ہے کہ جب عوطے درختوں کی ٹہنیوں میں بیٹھے ہوئے پھل کھا رہے ہوں تو یہ نظر نہیں آتے۔ ان کے دشمن ان کو آسانی

سے دیکھ نہیں سکتے۔ اور طوطے ان کے حملوں سے محفوظ رہتے ہیں۔ بئیر اگر زمین پر دانہ چگ رہا ہو تو اس کا رنگ زمین سے اور اس پاس کی چیزوں سے ایسا ملتا ہے کہ بئیر دور سے نظر نہیں آتا۔ بئیر زمین پر گھونسے بناتے ہیں۔ طوطے درختوں کی ٹہنیوں میں گھونسے بناتے ہیں۔ مادہ پرندوں کو لگاتار کئی دن تک انڈوں کو سہنا پڑتا ہے۔ اگر ان کا رنگ اس پاس کی چیزوں سے ملتا جلتا نہ ہو تو ان کے دشمن ان کو آسانی سے مار ڈالیں۔ پس پرندوں کے رنگ کا اس پاس کی چیزوں جیسا ہونا کشمکش زندگی میں بہت فائدہ مند ہے +

(۳) رنگین ہونے کے باعث پرندے خوبصورت دکھائی دیتے ہیں۔ اس لئے قیاس ہے کہ نر اور مادہ کے ملاپ کے لئے بھی رنگ فائدہ مند ہیں۔ عموماً مادہ سے نر کا رنگ شوح اور زیادہ خوشنما ہوتا ہے۔ لیکن مادہ کا رنگ سادہ سا ہی ہوتا ہے۔ مثلاً مور اور مورنی۔ مرغ اور مرغی۔ نر کا خوشنما رنگ تو مادہ کو موہت کرنے کا کام دیتا ہے لیکن مادہ کا سیدھا سادہ رنگ مادہ کو انڈوں کے پہننے کے ایام میں دشمنوں کے حملوں سے بچائے رکھتا ہے +

پندوں کا پنجر

پنجر سے عموماً ہڈیوں کے مجموعے سے مراد ہوتی ہے۔
 لیکن رائیسدان حیوانات کے بال اور ناخن اور پندوں
 کے پر بھی پنجر میں ہی شمار کرتے ہیں۔ بالوں ناخنوں اور
 پردوں کو بیرونی پنجر کہا جاتا ہے۔ ہڈیوں کے مجموعے کو اندرونی
 پنجر کہتے ہیں۔ بیرونی پنجر کا کام جسم کو بیرونی چوٹوں سے
 بچانا ہے۔ اندرونی پنجر اندرونی اعضا مثلاً دماغ دل و جگر
 کو بیرونی چوٹوں سے محفوظ رکھتا ہے۔ اس کے علاوہ
 اندرونی پنجر کی ہڈیوں سے پٹھوں کو سہارا ملتا ہے ؟ ہم
 پندوں کے بیرونی پنجر کا ذکر کر چکے ہیں۔ اس جگہ صرف
 اندرونی پنجر کا ذکر کیا جائے گا۔

پرنندوں کے پنجر کو غور سے مطالعہ کرنے پر معلوم ہوتا ہے کہ اس کی خصوصیتیں بھی اُڑنے میں مدد دیتی ہیں۔
 اقول۔ پرنندوں کی بڑی بڑی ہڈیاں اندر سے کھوکھلی ہوتی ہیں۔ لیکن کھوکھلی ہوتے ہوئے بھی یہ بڑی مضبوط ہوتی ہیں کھوکھلا ہونے کی وجہ سے یہ وزن میں ہلکی ہوتی ہیں اور اس لئے اُڑنے کے وقت زیادہ بوجھل نہیں ہوتیں۔ پرنندے کی نشوونما کے دوران میں ہڈیوں کے اندر کا گودا یا میرو (MARROW) بہت جلد ہی غائب ہو جاتا ہے۔ گودے کی جگہ ہڈی کے اندر ہوا بھر جاتی ہے۔ ہڈی کی مضبوطی میں کوئی فرق نہیں آتا۔

دوم۔ پرنندوں کے پنجر کی بہت سی ہڈیاں ایک دوسری سے جڑ جاتی ہیں۔ اگر انسان اور حیوانات کی استخوان کا امتحان کیا جائے تو بہت سی ہڈیوں کی حدود صاف صاف دکھائی دیتی ہیں۔ لیکن اگر پرنندوں کی استخوان کا امتحان کیا جائے تو یہ حدود ایسی صاف نہیں ہوتیں۔ وجہ یہ ہے کہ نشوونما کے دوران میں یہ ہڈیاں ایک دوسری سے اس طرح سے جڑ جاتی ہیں کہ حدود غائب ہو جاتی ہیں۔ اوپر بیان کیا گیا ہے کہ پرنندوں کی گردن دائیں بائیں آگے پیچھے سب طرف مڑ سکتی ہے۔ بات دراصل یہ ہے کہ گردن کے اندر ریڑھ کی ہڈی کے جن دو ایک دوسرے سے علیحدہ علیحدہ ہی رہتے ہیں اور گردن سب طرف مڑ سکتی

کبوتر کا پتھر

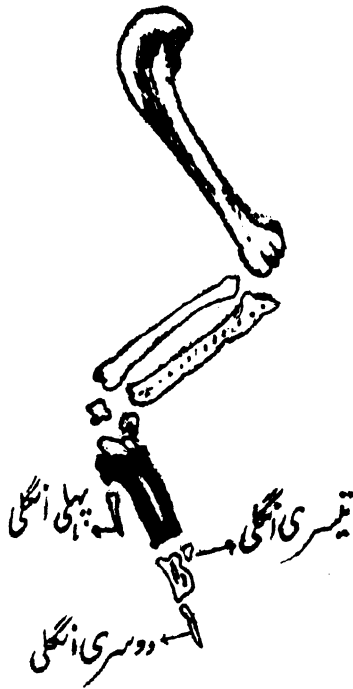


ہے۔ باقی جسم کے اندر ریڑھ کی ہڈی کے جزو بھی باقی ہڈیوں کی طرح ایک دوسرے سے جڑ جاتے ہیں۔ آپ پوچھیں گے کہ ہڈیوں کے جڑ جانے سے کیا فائدہ ہے؟ ریڑھ کی ہڈی کے سلسلے کا وہ حصہ جو بازوؤں اور ٹانگوں کو سہارا دیتا ہے اگر اُس کے جزو الگ تھلگ ہی رہتے تو پرندوں کے لئے زور سے اڑنا اور ٹانگوں کے بل کھڑا ہونا ناممکن ہوتا۔

بہت سے پرندے اڑنے میں بہت بہادر ہوتے ہیں یعنی اُن کے بازو بڑے طاقتور ہوتے ہیں۔ لیکن بازو تب ہی طاقتور ہو سکتے ہیں جو اُن کے پیچھے مضبوط ہوں۔ بازو کے پیچھے چھاتی کی ہڈی سے وابستہ ہوتے ہیں۔ چونکہ پیچھے بہت بڑے اور طاقتور ہوتے ہیں۔ اس لئے ان کو سہارا دینے والی ہڈی بھی بہت بڑی اور مضبوط ہونی چاہئے۔ چنانچہ چھاتی کی ہڈی ایسی ہی ہے۔ جو پرندے عادتاً زیادہ نہیں اڑتے اور صرف بھاگتے ہی ہیں اُن کی چھاتی کی ہڈی اور بازوؤں کے پیچھے چھوٹے چھوٹے اور کمزور ہی رہتے ہیں۔ اڑنے کی سہولت کے لئے چھاتی کے حصے کی ریڑھ کی ہڈی کے جزو بھی آپس میں جڑ جاتے ہیں۔ اگر یہ بھی گروں کی ہڈیوں کی طرح الگ الگ ہی رہتے تو بازوؤں کو کافی سہارا نہ ملنے کی وجہ سے اڑنا بہت مشکل ہوتا۔

اُڑنے کی سہولت کے لئے پرندوں کے بازوؤں میں عجیب و غریب تبدیلیاں واقع ہوتی ہیں۔ جب پرندوں کے بازو کا مقابلہ انسان کے بازو یا حیوانات کی اگلی ٹانگوں سے کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ پرندوں کے بازو کے مختلف حصے اتنی آسانی سے مڑتے نہیں سکتے۔ اس کا فائدہ یہ ہے کہ بازو کے حصے متحدہ کام کرتے ہیں۔ جب پرندہ بیٹھا ہوا ہو تو اُس وقت بازو کے حصے انگریزی زبان کے حرف زیڈ (Z) کی شکل اختیار کرتے ہیں۔ اس وقت پرندے کے بازو کا کہنی کا جوڑا آگے کو ہوتا ہے۔ یاد رہے کہ انسان کے بازو میں کہنی کا جوڑا ہمیشہ پیچھے کو ہوتا ہے۔ ایک اور فرق یہ ہے کہ انسان کے بازو میں کلائی کا جوڑا سیدھا ہی رہتا ہے۔ اور ہاتھ عموماً بازو کے ساتھ کوئی زاویہ نہیں بناتا۔ لیکن بیٹھے ہوئے پرندے کا ہاتھ کلائی کے مقام پر بازو کے ساتھ زاویہ بناتا ہے اور ہاتھ مڑ کر پیچھے کو ہو جاتا ہے۔ چنانچہ پرندے کے ہاتھ کی انگلیاں پیچھے کو مڑی رہتی ہیں۔ پرندوں کے ہاتھ کی صرف تین انگلیاں ہوتی ہیں۔ چوتھی اور پانچویں انگلیاں نہیں ہوتیں۔ پرندوں کا ہاتھ انسان کے ہاتھ کے مقابلے میں غیر مکمل ہے۔ پرندوں کا سر اور گردن ان کو وہی کام دیتے ہیں جو انسان ہاتھوں سے لیتا ہے۔ پرندوں کے بازو اُڑنے کے

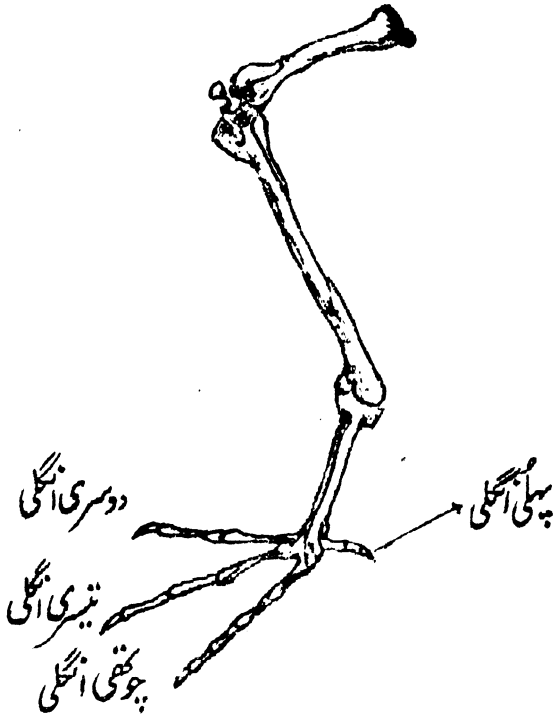
مُرنے کے بازو کی ہڈیاں



نئے مخصوص کئے گئے ہیں۔ اگر اڑنے میں کامیابی حاصل کرنے کی خاطر قدرت نے ہاتھ کو غیر مکمل ہی چھوڑ دیا ہے تو کچھ مضائقہ نہیں۔

پرندے دو پائے جانور ہیں۔ چونکہ سارے جسم کا بوجھ ٹانگوں پر ہی پڑتا ہے۔ اس لئے ٹانگیں بھی بہت مضبوط ہوتی ہیں۔ ریڑھ کی ہڈی کا حصہ جس سے ٹانگوں کا تعلق ہوتا ہے اس کی جڑیں بھی ایک دوسری سے جڑی ہوئی ہوتی ہیں۔ پرندوں کی ٹانگیں بہت لمبی ہوتی ہیں۔ ایڑی خصوصاً لمبی ہوتی ہے۔ اور بظاہر ٹانگ کا ہی ایک حصہ معلوم ہوتی ہے۔ پرندے صرف انگلیوں کے سہارے ہی کھڑے ہوتے ہیں۔ پاؤں کی چار انگلیاں ہوتی ہیں۔ ان میں سے ایک تو انگوٹھا ہوتا ہے۔ اور باقی تین انگلیاں ہوتی ہیں۔ پانچویں یعنی چھوٹی انگلی یا چھنگلیاں نہیں ہوتی۔ ان میں سے پہلی انگلی پیچھے کو اور باقی تین آگے کو مڑی ہوئی ہوتی ہیں۔ انگلیاں بہت لمبی لمبی ہوتی ہیں۔ ان لمبی انگلیوں کے ساتھ پرندے ٹہنیوں کو یا سانی پکڑ سکتے ہیں۔ لمبی انگلیاں اُچھلنے کودنے میں بھی مدد دیتی ہیں۔ اس کے علاوہ مختلف اقسام کے پرندوں کے پاؤں بڑے مختلف ہوتے ہیں۔ گائے بھینس اور بندر کی دُم بہت لمبی ہوتی ہے۔

مُرنغ کی ٹانگ کی ہڈیاں



اُن کی دُم کے اندر ریڑھ کی ہڈی کا سلسلہ موجود ہوتا ہے۔ یہ چھوٹی چھوٹی ہڈیاں ایک دوسری سے الگ تھلک ہوتی ہیں اس لئے دُم اچھی طرح مُڑ سکتی ہے۔ انسان کی دُم غائب ہو چکی ہے لیکن انسان کے پنجریں ریڑھ کی ہڈی کے انتہا کے قریب چند چھوٹی چھوٹی ہڈیاں ملتی ہیں جو دُم کی ہڈیوں کا بقایا ہیں۔ یہ ہڈیاں ہمیں یاد دلاتی ہیں کہ انسان کے بزدلوں کی بھی دُم ہوا کرتی تھی۔ جیسے جاگتے بزدلوں کی دُم اکثر بہت لمبی دکھائی دیتی ہے۔ اگر پرندے کی دُم کے پر نوچ ڈالیں تو معلوم ہوتا ہے کہ اصلی دُم درحقیقت بہت چھوٹی ہے اس کے اندر ریڑھ کی ہڈی کے سلسلے کی چند چھوٹی چھوٹی ہڈیاں ملتی ہیں۔ اس جگہ سے کچھ لمبے لمبے پر نکلتے ہیں جو دُم کی شکل اختیار کرتے ہیں۔

پرندوں کی چونچ

چونکہ پرندوں کے بازو اڑنے کے لئے مخصوص ہو چکے ہیں اس لئے پرندے طرح طرح کے کام سر اور چونچ سے ہی لیتے ہیں۔ مثلاً (۱) کھانے کی چیزوں کو اُپر اُٹے کے لئے (۲) زمین تک پہنچنے کے لئے (۳) لکھنے کے لئے۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ طوطے درختوں کی ٹہنیوں کو چونچ سے پکڑ

لیتے ہیں اور لٹک جاتے ہیں (۴) گھونسلے کے اندر چبڑوں کو ادھر ادھر کرنے کے لئے (۵) پروں کو صاف کرنے کے لئے۔ غرضیکہ جو جو کام انسان ہاتھوں سے لیتا ہے وہ سب کام پرندے چونچ اور سر سے لیتے ہیں۔ اسی لئے ان کی گردن بھی پتلی ہوتی ہے اور سب طرف مڑ سکتی ہے بعض پرندوں نے ہاتھوں کا کام پاؤں سے بھی لینا شروع کیا ہے۔ طوطا پھل وغیرہ کو ایک پاؤں میں پکڑ لیتا ہے۔ اور پھل کو چونچ کے قریب لے جاتا ہے اور کھانا شروع کرتا ہے۔

پرندوں کی استخوان یعنی کھوپڑی کی ہڈیاں ایک دوسری سے جڑ جاتی ہیں اور مضبوطی کا باعث ہوتی ہیں۔ پرندوں کے منہ میں دانت نہیں ہوتے۔ پرندوں کی چونچ ہوتی ہے یہ چونچ ایک بڑی مضبوط شے سے بنی ہوتی ہے۔ داغوں کی غیر حاضری میں پرندے غذا کو چبانے کے بغیر ہی نگل جاتے ہیں۔ چونچ کی نیز نوک کے ساتھ پرندے سخت سے سخت شے کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیتے ہیں۔

مختلف پرندوں کی چونچ مختلف شکل کی ہوتی ہے۔ چونچ کی شکل کا انحصار پرندے کی غذا پر ہے۔ آپ نے کتے کی چونچ کو دیکھا ہو گا۔ اگر نہیں دیکھا تو اب بغور

مختلف پرندوں کی چونچیں



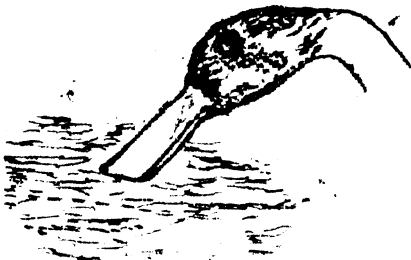
مگفرہ



طوطا



بلخ



ملاحظہ کریں۔ کوئے کی چوہنچ کی بناوٹ ایسی ہے کہ یہ بہت مختلف اشیاء کو کھا جاتا ہے۔ باز اور دوسرے شکاری پرندوں کی چوہنچ خم دار اور نہایت تیز ہوتی ہے۔ اس تیز چوہنچ کے ساتھ یہ پرندے ایک ہی وار سے کسی چھوٹے موٹے جانور کا دماغ نکال لیتے ہیں۔ عقاب اپنی تیز چوہنچ کے ساتھ خرگوش کی استخوان کو توڑ ڈالتا ہے اور پھر اسی تیز چوہنچ کے ساتھ خرگوش کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے نگل جاتا ہے۔ ایسی چوہنچ خرگوش کی کھال اُتارنے میں بھی بڑی مدد دیتی ہے۔ طوطا اپنی تیز چوہنچ کے ساتھ سخت سے سخت گھٹلیوں کو ریزہ ریزہ کر دیتا ہے۔ اناج کھانے والے پرندوں مثلاً چڑیا وغیرہ کی چوہنچ چھوٹی سی لیکن اناج کو کھانے کے لئے کافی مضبوط ہوتی ہے۔ شکر خورے کی چوہنچ نہایت پتلی اور لمبی ہوتی ہے اس لمبی چوہنچ کے ساتھ شکر خورہ پھولوں کے اندر سے مٹھاس نکال لیتا ہے۔ بطخ کی چھٹی اور لمبی چوہنچ اسے پانی کے اندر غذا کو تلاش کرنے میں مدد دیتی ہے۔

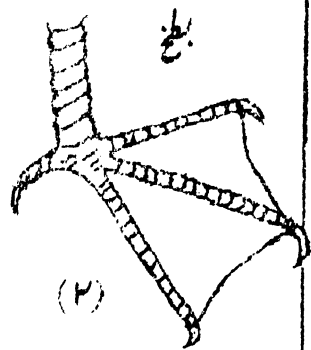
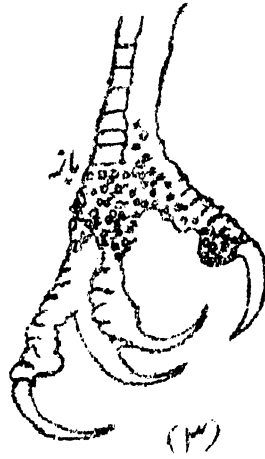
پرندوں کا پاؤں

اوپر بیان کیا گیا ہے کہ عام پرندوں کے ہر دو پاؤں میں چار چار انگلیاں ہوتی ہیں۔ ان میں سے ایک پیچھے کو اور باقی

تین آگے کو بڑھی ہوئی ہوتی ہیں۔ جب پرندہ کسی شاخ پر بیٹھتا ہے تو تین آگے والی اور ایک پیچھے والی انگلی کے درمیان شاخ کو قابو کر لیتا ہے۔ اس کے برعکس طوطے اور کوئل کے پاؤں کی دو انگلیاں آگے کو اور دو انگلیاں پیچھے کو مڑی ہوئی ہوتی ہیں۔ ابابیل کے پاؤں کی چاروں انگلیاں آگے کو مڑی ہوئی ہوتی ہیں۔ اسی لئے ابابیل درختوں کی ٹہنیوں پر بیٹھنے کے ناقابل ہوتی ہے۔

صانع قدرت نے پرندوں کے پاؤں (پنجہ) کے پٹھے اور نیس ایسی بنائی ہیں کہ جس وقت کوئی پرندہ کسی ٹہنی پر بیٹھنے کے لئے ٹانگوں کو خم دیتا ہے تو اس کے پاؤں کی انگلیاں خود بخود ٹہنی کے ارد گرد لپٹ جاتی ہیں۔ اگر اس حالت میں پرندہ سو بھی جائے تو بھی پاؤں کی گرفت سے ٹہنی نہیں چھٹتی۔ پرندوں کے پاؤں بیٹھنے کے وقت شاخوں کو پکڑنے، پٹلے، پچھد کٹنے، درختوں پر چڑھنے، تیرنے اور کھانے کی چیزوں کو پکڑنے کا کام دیتے ہیں۔ پرندوں کی ٹانگیں اور پاؤں پٹلے پٹلے جھلکوں سے ڈھکے ہوتے ہیں۔ یہ جھلکے مچھلی کے جسم کے جھلکوں کی سی حقیقت رکھتے ہیں۔ یہ بھی بیرونی بیجر کا ایک حصہ ہیں۔ چند ایک پرندوں کی ٹانگیں اور پاؤں پروں سے ڈھکے ہوتے ہیں۔ صرف

مختلف پرندوں کے پاؤں



ناخن ہی دکھائی دیتے ہیں *

ساتھ والی شکل میں مختلف پرندوں کے پنچے دکھائے گئے ہیں۔ نمبر ۱ پنچہ کوڑے کا ہے۔ ایسا پنچہ بیٹھنے کے وقت ٹہنی کو مضبوطی سے پکڑنے کے علاوہ چیزوں کو زمین سے اٹھانے کے کام بھی آتا ہے۔ نمبر ۲۔ بطخ کا پنچہ ہے۔ اس کی انگلیوں کے درمیان ایک جھٹی سی تہنی ہوتی ہے۔ تیرنے کے وقت یہ پنچہ بطخ کو چوڑوں سے زیادہ کام دیتا ہے۔ نمبر ۳ باز کا پنچہ ہے اس پنچے کے پٹھے اور انگلیاں نہایت مضبوط ہوتے ہیں۔ اس کے ناخن بھی نہایت تیز ہوتے ہیں۔ سب شکاری پرندوں کا پنچہ ایسا ہی ہوتا ہے۔ جھپٹہ مارنے کے لئے ایسا پنچہ نہایت مفید ثابت ہوتا ہے۔ نمبر ۴ مرغ کا پنچہ ہے۔ اس کی بناوٹ زمین پر چلنے اور اس کے ناخن زمین کو کھد کر دانہ تلاش کرنے کے لئے نہایت موزوں ہیں *

پرنندوں کی اندونی بناوٹ

غذا اور غذا کی نالی

علم حیوانات کے ماہر اس بات پر کلی اتفاق رکھتے ہیں کہ پرنندوں کا آغاز ریپٹائلز (REPTILES) سے ہوا۔ ریپٹائلز والے جانوروں یعنی ریمپٹائلز کے مقابلے میں کاہل اور سست الوجود ہوتے ہیں۔ کیا وجہ ہے

سے زمانہ حال میں اس جماعت کے مفصل ذیل نمائندے ملتے ہیں۔ چھپکلیاں۔ سانپ۔ مگر مچھ۔ کچھوے۔ جن ریپٹائلز سے پرنندوں کا آغاز ہوا۔ اودھ دنیا سے نیست ہو چکے ہوئے ہیں ان کے پنجر یا اور نشانات زمین کے اندر پائے جاتے ہیں۔

کہ پرندے اتنے چست واقع ہوئے ہیں۔ پرندے میکڑوں
میل کی منزل طے کرنے کے بعد بالکل تروتازہ منزل مقصود
پر پہنچ جاتے ہیں۔ اول پرندوں کو بھوک بہت زیادہ لگتی
ہے۔ اس لئے یہ بہت زیادہ غذا کھاتے ہیں۔ اگر کسی مشین
سے زیادہ کام لینے کی ضرورت ہو تو اسے کوئلہ بھی زیادہ
درکار ہوگا۔ تھوڑی غذا اور تھوڑا کام قدرت کا ایک اصول
ہے۔ پروفیسر ہکسلے (PROF. HUXLEY) ایک جانور
کو دریائی ایک لہر سے مقابلہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ دریائی
تہ پر چٹان کی وجہ سے جو لہر اٹھتی ہے وہ ہمیشہ ایک ہی جگہ
قائم رہتی ہے۔ اسی طرح آبشار کی دھار کی شکل ہمیشہ ایک
جیسی ہی دکھائی دیتی ہے۔ لیکن غور کیا جائے تو معلوم ہوتا
ہے کہ پانی کے جو ذرے یا قطرے دریائی لہر یا آبشار کی دھار
کی شکل اختیار کرتے ہیں وہ لمحہ بہ لمحہ بدلتے رہتے ہیں۔ ہر
لحہ پانی کے نئے قطرے لہر کی شکل یا دھار کی صورت اختیار
کر کے نیچے گر جاتے ہیں۔ اسی طرح ایک زندہ جانور یا
انسان گو سال بسال ایک جیسا ہی دکھائی دیتا ہے۔ لیکن
اس کے جسم کے ذرے لگاتار بدلتے رہتے ہیں۔ اب اگر
ایک جانور عادتاً بہت پختہ ہو تو اس کے جسم کے ذرے
بھی سست جانور کی نسبت زیادہ جلدی سے بدلتے رہیں گے

پس پرندوں کی زیادہ چستی اور تیزی ان کی زیادہ بھوک کی دلیل ہے + آپ روزانہ تجربے سے جانتے ہیں کہ زیادہ غذا کھا لینا مناسب قوت ہاضمہ کے نہ ہوتے ہوئے سخت مصیبت اور بیماری کا باعث ہوتا ہے۔ اس لئے زیادہ غذا کو ہضم کرنے کے لئے ہاضمہ بھی بہت تیز ہونا نہایت ضروری ہے چنانچہ پرندوں کا ہاضمہ بہت تیز ہوتا ہے + مختلف پرندوں کی غذا بھی مختلف ہوتی ہے۔ غذا کے لحاظ سے علم طبور کے ماہر پرندوں کو چار جماعتوں میں منقسم کرتے ہیں :-

(۱) بہت سے پرندوں کا گزارہ صرف نباتی غذا پر ہوتا ہے۔ یہ پرندے پھلوں پھولوں بیجوں کو نیپلوں اور پتوں کو کھاتے ہیں۔ چند پرندے درختوں کے تنے میں سوراخ کرتے ہیں اور اندر سے مٹھاس چوس لیتے ہیں۔ شکر خورہ پھولوں کے اندر سے مٹھاس یا نیکٹر (NECTAR) چوسنا پھرتا ہے +

(۲) بہت سے پرندے ایسے بھی ہیں جو صرف گوشت ہی کھاتے ہیں۔ ایسے پرندے چھوٹے چھوٹے پرندے یا چوپائے پکڑ کر کھا جاتے ہیں۔ یہ گوشت خور پرندے چھوٹے چھوٹے پرندوں اور چھوٹے چھوٹے چوپاؤں کی تعداد کو برہنہ سے روکتے ہیں۔ بعض پرندے سانپوں کو کھاتے ہیں اور

ان موذیوں سے انسان اور حیوانات کو نجات دلاتے ہیں۔ بعض مینڈک اور مچھلیاں کھانے کے شوقین ہیں۔ بعض دوسرے پرندوں کے انڈوں اور بچوں کو ہڑپ کر جاتے ہیں۔ بعض انواع واقسام کے کیڑے کھاتے ہیں۔ ان کی بڑی خصوصیت یہ ہے کہ یہ کیڑوں کی تعداد کو ایک حد سے بڑھتے نہیں دیتے کیڑوں کی نسل افزائی بڑی سرعت سے ہوتی ہے۔ اور اگر پرندے ان کے لئے رکاوٹ نہ ہوں تو کیڑے شاید باقی تمام جانوروں کو دنیا سے نیست کر دیں۔ چنانچہ ایک صاحب لکھتے ہیں۔ کہ پرندوں کے بغیر دس سال کے قلیل عرصے میں کیڑوں کی تعداد اتنی بڑھ جائے کہ انسان کے لئے دنیا میں رہنا ناممکن ہو جائے۔ مختلف پرندے کن کن کیڑوں کو کھاتے ہیں۔ آپ کو آگے چل کر معلوم ہو جائے گا۔

(۳) بہت سے پرندے ایسے بھی ہیں جو پھلوں اور ترکاریوں پر قناعت نہیں کرتے اور ان کے علاوہ کیڑوں کوڑوں کو بھی کھا جاتے ہیں۔ بطح آبی پودوں کے علاوہ بہت سے آبی جانوروں کو بھی کھا جاتی ہے۔ جنوبی امریکہ کا باز مروہ جانوروں کی لاشوں کو کھاتا ہے۔ لیکن اکثر سبزیاں اور ترکاریاں بھی کھا جاتا ہے۔ چند پرندے ایسے ہیں جو کہ ایک موسم میں تو نباتات پر اور دوسرے موسم میں کیڑوں وغیرہ

پر گزارہ کرتے ہیں +

(۴) طوطے عموماً پھل کھانے ہیں۔ لیکن نیوزیلینڈ

(NEW ZEALAND) میں طوطے کی ایک قسم پائی جاتی ہے جو

بھیڑوں کو مارتے ہیں۔ یہ طوطے بہت سے نقصان کا باعث

ہوتے ہیں۔ طوطا بھڑکی پیٹھ پر بیٹھ کر چرنچ کے ساتھ بھڑ

کے چمڑے کو پھاڑ کر نیچے سے چربی اور گردوں کے آس

پاس کا گوشت نکال لیتا ہے +

انسان مُنہ میں لقمہ ڈالنے کے بعد لقمے کو دانتوں سے

چبانا شروع کرتا ہے۔ چبانے کے دوران میں مُنہ کا لعاب

یعنی تھوک غذا سے ملتی ہے۔ یہ تھوک بڑا کارآمد لعاب ہے

یہ غذا کو چبانے میں گھٹنے اور مضغ کرنے میں مدد دیتا ہے۔ چونکہ

پرندوں کے مُنہ میں دانت نہیں ہوتے اس لئے پرندے

غذا کو چبانے کے بغیر ہی نگل جاتے ہیں۔ ان کے مُنہ میں

تھوک بہت کم مقدار میں پیدا ہوتی ہے۔ پرندوں کو تھوک

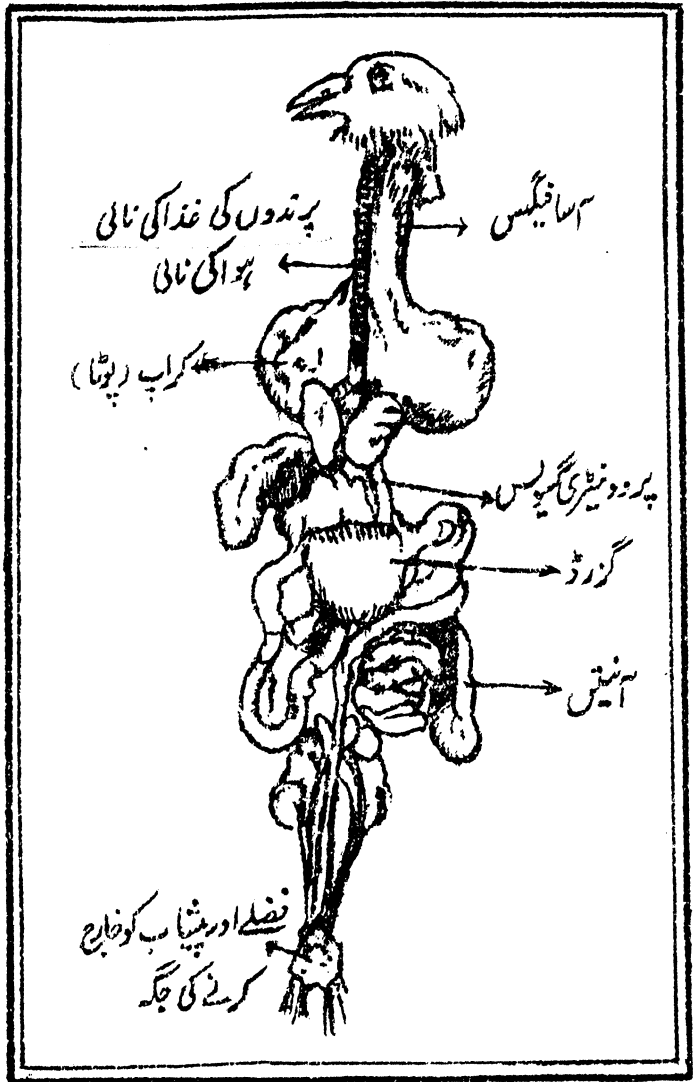
کا صرف یہی فائدہ ہے کہ غذا کیلی ہو کر نیچے اتر جاتی ہے۔

مُنہ سے ایک نالی جسے آسافیکس (OESOPHAGUS) کہتے

ہیں۔ غذا کو کراپ (OROP) تک پہنچا دیتی ہے۔ جب کبوتر

کے انڈوں سے بچے برآمد ہوتے ہیں تو اس کراپ کے اندر

اسے اس تھیلی کو پنجابی میں پوٹا کہتے ہیں +



کی تہو ایک لعاب بن کر نکلتا ہے۔ اس لعاب کو کبوتر کا دودھ کہتے ہیں۔ یہ بہت مقوی اور زود ہضم شے ہے۔ کبوتر اس دودھ کے ساتھ اپنے ننھے بچوں کو پالتے ہیں۔ عام پرندوں کے کراپ سے ایسا دودھ نہیں نکلتا۔ جب مرغی نے خوب اچھی طرح دانے کھائے ہوں تو گردن کے نیچے ابھری ہوئی کراپ نہایت آسانی سے دکھائی دیتی ہے۔ اس کو ٹٹولا جائے تو اس کے اندر دانے وغیرہ محسوس ہوتے ہیں کراپ کے اندر غذا تھوڑی دیر کے لئے جمع رہتی ہے۔ کراپ کے اندر غذا میں بہت ہی تھوڑی تبدیلی پیدا ہوتی ہے۔ کئی پرندوں میں خصوصاً جو صرف مچھلی کھاتے ہیں۔ کراپ کی فیصلی بالکل نہیں ہوتی۔ منہ سے غذا کی نالی یعنی آسائیگس سیدھی معدے میں ہی جا کر کھلتی ہے۔ معدے کے عموماً دو حصے ہوتے ہیں۔ ان دو حصوں کی بناوٹ اور کام الگ الگ ہیں۔ پہلے حصے کو پرو وینٹریکولس (PROVENTRICULUS) کہتے ہیں۔ پرو وینٹریکولس کے اندر سے بہت سا مضم لعاب نکلتا ہے۔ یہ تیز آبی لعاب غذا سے مل جاتا ہے۔ اس کے زیر اثر گوشت بہت جلد ہضم ہوتا ہے۔ ہضم شدہ غذا خون میں پہنچ کر خون کا جزو بن جاتی ہے۔ معدے کے دوسرے حصے کو گزرڈ (GIZZARD)

کہتے ہیں۔ غذا پرو وٹیری کیولس سے نکل کر گزرڈ میں پہنچتی ہے۔ گزرڈ کی دیواروں کے اندر بڑے بڑے مضبوط پٹھے موجود ہوتے ہیں۔ گوشت خور پرندوں میں پرو وٹیری کیولس زیادہ بڑا ہوتا ہے اور یہ سچ کھانے والوں میں گزرڈ (GIZZARD) بہت بڑا ہوتا ہے۔ مرغے کے گزرڈ کے اندر دو چار چھوٹے چھوٹے پتھر پائے جاتے ہیں۔ یہ پتھر مرغائمنہ کے راستے نکل لیتا ہے اور یہ گزرڈ میں پہنچ کر نہایت کارآمد ثابت ہوتے ہیں۔ جن اصحاب نے مرغے کے گزرڈ کو دیکھا ہے وہ جانتے ہیں کہ یہ کیسا مضبوط ہوتا ہے۔ اور اس کے اندر سے ہمیشہ چند چھوٹے چھوٹے پتھر دستیاب ہوتے ہیں۔ یہ پتھر وانٹول کی طرح غذا کو پیسنے کا کام دیتے ہیں۔ گزرڈ کی دیواروں کے پٹھے ان پتھروں کو حرکت دیتے ہیں۔ ان پتھروں کے درمیان فاسے وغیرہ پس کر باریک ہو جاتے ہیں۔ یہ دیکھا گیا ہے کہ جن علاقوں میں پرندوں کو پتھر کے ٹکڑے دستیاب نہیں ہوتے وہاں پرندے پھلوں وغیرہ کی سخت گٹھلیوں کو نگل جاتے ہیں اور یہ گٹھلیاں گزرڈ میں پہنچ کر غذا کو رگڑ رگڑ کر پیسنے کے کام آتی ہیں۔ مچھلی خور پرندوں میں گزرڈ کے پٹھے کمزور ہی رہتے ہیں۔ اور اس کے اندر پتھر وغیرہ بھی نہیں ملتے۔ ایسے پرندوں میں گزرڈ کو عموماً

غیر حاضر مانا جاتا ہے۔ باز آمد دوسرے گوشت کھانے والے پرندوں میں معدے کا ایک تیسرا خانہ بھی ہوتا ہے۔ غذا معدے سے نکل کر آنتوں میں پہنچتی ہے۔ آنتوں کے اندر غذا کے ساتھ جگر اور پینکریس (PANCREAS) کے مضمّن لُباب ملتے ہیں۔ ان کے زیر اثر مضمّن کا عمل تکمیل کو پہنچتا ہے۔ غذا کے جو جو جزو حل ہو چکے ہیں وہ خون کی نالیوں میں داخل ہوتے ہیں۔ اور وجود کا حصّہ بن جاتے ہیں۔ غذا کے وہ اجزاء جو حل نہیں ہوتے وہ بڑی آنتوں میں چلے جاتے ہیں۔ ان چیزوں سے فضلہ بن کر جسم سے خارج ہوتا ہے۔ جگر مضمّن کے لئے ایک بڑا ضروری اعضاء ہے۔ پرندوں کے جسم میں اُڑنے کی سہولت کے لئے سب اعضاء ہلکے اور چھوٹے ہوتے ہیں۔ لیکن جگر ایسا لازمی اعضاء ہے کہ اس کے حجم اور وزن میں بہت تخفیف نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ پرندوں کے جسم میں سب سے بڑا عضو یہی ہوتا ہے۔

انسان اور چوپاؤں کی غذا کی طرح پرندوں کی غذا میں بھی نیچے لکھے ہوئے چھ اجزاء پائے جاتے ہیں:-

- ۱۔ پروٹینز
- ۲۔ کاربوہائیڈریٹس
- ۳۔ تیل اور چربی

۴۔ نکلیات

۵۔ ڈٹا میئر

۶۔ پانی

غذا مفصلہ ذیل کام دیتی ہے۔

- ۱۔ جسم کو بڑھنے کے لئے مصالح بہم پہنچاتی ہے۔
- ۲۔ جسم کو اپنی مرمت کرنے کے لئے مصالح بہم پہنچاتی ہے۔

۳۔ جسم کو روزانہ کام کرنے کے لئے طاقت بہم پہنچاتی ہے۔

۴۔ اوپر کی تین ضروریات کو پورا کرنے کے بعد جو تحلیل شدہ غذا بچ رہتی ہے وہ جسم کے اندر آئندہ ضروریات کے لئے جمع کی جاتی ہے۔

پزندوں کی اندرونی بناوٹ

خون دل اور پھیپھڑے

خون کی رنگت کو تو آپ جانتے ہی ہیں۔ پھیلیوں سے لے کر انسان تک ریڑھ کی ہڈی والے تمام جانوروں کا خون سُرخ ہوتا ہے۔ غیر مصفا خون کا رنگ سیاہی مائل سُرخ ہوتا ہے۔ خون کا رنگ تو خوشنما ہوتا ہے۔ لیکن پھر بھی کئی لوگ خون دیکھنے کی تاب نہیں لاسکتے۔ بلکہ خون دیکھتے ہی انہیں غش آ جاتا ہے۔ کیا آپ کو اس کی وجہ معلوم ہے؟ خون انسان کے جسم سے تپ ہی نکلتا ہے۔ جب کہیں چوٹ لگے اور زخم آ جائے زخم آنے سے اول تو

ورد ہوتا ہے اور پھر خون بہ نکلتا ہے۔ جسم سے زیادہ خون خارج ہو جائے تو کئی دفعہ موت تک نوبت چاہنچتی ہے۔ خون کو دیکھتے ہی کم حوصلہ اشخاص کے دماغ کے اندر ایسے خیالات چھا جاتے ہیں کہ ان کے اوسان خطا ہو جاتے ہیں۔ بعض لوگ خون کو سچپن سے ہی دیکھنے کے عادی ہو چکے ہوتے ہیں۔ اس لئے ان پر اس قسم کی کیفیت طاری نہیں ہوتی۔ خون انسان اور حیوانات کے اجسام کے اندر سیال حالت میں دورہ کرتا رہتا ہے۔ جب کسی جگہ زخم آجائے اور خون نکلنا شروع ہو تو اول یہ پانی کی طرح بہتا ہے اور اس میں مائعیات کی تمام صفات پائی جاتی ہیں۔ اگر ٹھوڑے سے تازہ خون کو کسی برتن میں ڈال دیں تو ٹھوڑی دیر کے بعد جم جائے گا۔ اور ٹھوڑی دیر کے بعد اس جے ہوئے خون کے اندر چند ریشے سے نمودار ہوتے ہیں۔ یہ ریشے ایک شفاف سیال شے میں تیرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ اس سیال شے کو سیرم (SERUM) کہتے ہیں اگر تازہ خون لے کر خوردبین کے نیچے امتحان کیا جائے تو خون کے مفصلہ ذیل اجزاء دکھائی دیتے ہیں:-

(۱) خون کے سُرخ ذرات۔ یہ ذرے فرداً فرداً خورد

بین کے نیچے زرد دکھائی دیتے ہیں۔ لیکن ان کا مجموعی رنگ

سُرخ ہوتا ہے۔ خون میں ان کی لا انتہا تعداد ہونے کے سبب سے ہی خون سُرخ دکھائی دیتا ہے۔ یہ ذرات جس کیمیائی مرکب سے بنے ہوتے ہیں اُسے ہیموگلوبین (HAEMOGLOBIN) کہتے ہیں۔ ہیموگلوبین یقیناً ایک لاثانی شے ہے۔ اس کا خاصہ ہے کہ یہ ہوا سے آکسیجن (OXYGEN) کو جذب کر لیتی ہے +

خون کے سُرخ ذروں کی شکل مختلف جانوروں میں کچھ مختلف ہوتی ہے۔ انسان کے خون کے سُرخ ذروں کی شکل گول لیکن چپٹی ہوتی ہے۔ ان ذروں کا درمیانی حصہ پتلا لیکن ان کے کنارے موٹے ہوتے ہیں۔ ان کا قطر $\frac{1}{25}$ انچ ہوتا ہے۔ پرندوں کے خون کے سُرخ ذرے چپٹے لیکن بیضی ہوتے ہیں۔ ان کا درمیانی حصہ کناروں سے ذرا موٹا ہوتا ہے۔ ہر ایک ذرے کے وسط میں ایک نیوکلیس (NUCLEUS) دکھائی دیتا ہے۔ انسانی خون کے سُرخ ذروں میں یہ نیوکلیس نہیں ہوتے +

(۲) خون کے سفید ذرے۔ ان ذروں کی تعداد سُرخ ذروں سے بہت کم ہوتی ہے۔ ان کی کوئی خاص شکل نہیں ہوتی کیونکہ یہ ہر وقت شکل بدلتے رہتے ہیں۔ ہر ایک ذرے کے درمیان میں ایک نیوکلیس (NUCLEUS) ہوتا ہے۔

خون کے ذرے



خون کے سفید ذرے جسم کے اندر ہی فرض ادا کرتے ہیں جو مہذب اقوام میں پولیس اور فوج کے سپاہی ادا کرتے ہیں۔ اگر خون کے اندر یا جسم میں کوئی نباتی یا حیوانی جراثیم داخل ہو جائیں تو ان کو دھجک کرنا ان کا ہی کام ہوتا ہے۔ مثلاً اگر ملیریا (MALARIA) بخار پھیلانے والا بچھر کسی شخص کو کاٹے اور خون کے اندر ملیریا پیدا کرنے والے جراثیم داخل ہو جائیں تو یہ سفید ذرے ان کو کھا جانے کی کوشش کرتے ہیں اور انسان کو بخار سے بچاتے ہیں۔

(۳) خون کی سیال شے کو پلازما (PLASMA)

کہتے ہیں۔ اس کا کوئی رنگ نہیں ہوتا۔ اس پلازما کے اندر سُرخ اور سفید ذرے تیرتے رہتے ہیں۔ سفید ذرے تیرنے کے علاوہ ناڑیوں کی اندرونی سطحات کے ساتھ ساتھ حرکت بھی کرتے ہیں۔

جیوانات کے اجسام کے اندر خون مفصلہ ذیل کام سرانجام دیتا ہے:-

(۱) خون غذا کے ہضم شدہ اجزاء کو معدے اور آنتوں میں سے جذب کر کے اُن کو جسم کے مختلف حصّوں اور اعضا تک پہنچاتا ہے۔ ان اجزاء سے جسم کے اعضا کی مرمت ہوتی رہتی ہے۔ ان ہی اجزاء سے جسم کی نشوونما بھی ہوتی ہے۔
(۲) خون کی ہیموگلوبین (HAEMOGLOBIN)

پھیپھڑوں میں باہر سے آئی ہوئی ہوا سے آکسیجن (OXYGEN) جذب کر لیتی ہے۔ اس آکسیجن کو لئے ہوئے خون جسم کے مختلف حصّوں تک پہنچاتا ہے۔ وہاں خون کی آکسیجن تو پھٹھوں وغیرہ سے ملتی ہے اور اس کی بجائے خون وہاں سے ردی مادے یعنی کاربانک ایسڈ گیس اور پانی جذب کر لیتا ہے۔

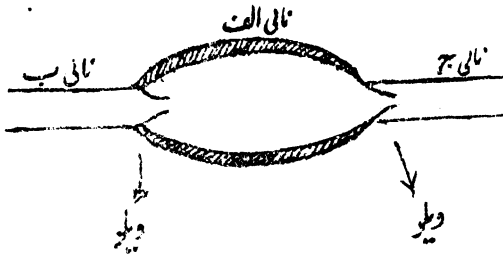
(۳) خون جسم کے مختلف حصّوں سے ضروریات اور ردی اشیاء کو جمع کر کے ایسے اعضا تک پہنچاتا ہے جہاں

اشیا کو جسم سے خارج کر دیتے ہیں۔ مثلاً یوریا (UREA)۔ یہ مرکب پانی میں حل ہو کر اور پیشاب کی شکل اختیار کر کے جسم سے خارج ہوتا ہے۔ کاربانک ایسڈ گیس اور پانی بھی خون کی مدد سے پھیپھڑوں سے خارج ہوتے ہیں۔

(۴) خون جسم کے اندر حرارت کو تقسیم کرتا رہتا ہے۔ یعنی جن اعضا میں حرارت زیادہ پیدا ہوتی ہے وہاں سے خون حرارت کو ایسے اعضا تک پہنچاتا ہے کہ جن میں حرارت کم پیدا ہوتی ہے۔ اس طریقے سے خون جسم کے درجہ حرارت کو ہموار کرتا رہتا ہے۔

اوپر لکھا گیا ہے کہ خون جسم کے اندر دورہ کرتا رہتا ہے اب غالباً آپ پوچھیں گے کہ خون کیسے دورہ کرتا ہے خون کو دورہ کروانے والا اور اس دورے کو جاری رکھنے والا عضو دل ہے۔ دل چھاتی کے اندر پسلیوں کی ہڈیوں کے نیچے جاگزیں ہوتا ہے۔ دل کو اکثر ایک فورس پمپ (FORCEPUMP) سے تشبیہ دی جاتی ہے۔

ریڑھ کی ہڈی واسے جانوروں کا دل ایک نہایت حیرت انگیز پمپ ہے۔ اس کے پٹختے نہایت طاقتور ہوتے ہیں۔ ہر ایک جانور کا دل پیدایش سے بہت پہلے حرکت کرنا شروع کرتا اور تاحیات حرکت کرتا رہتا ہے۔



دل کے کام کو سمجھنے کے لئے ربرٹر کی ایک نالی "الف" لیجئے۔ اس نالی کے ایک طرف ایک پتلی نالی "ب" لگا دیں اور دوسری طرف ایک اور پتلی نالی "ج" لگا دیں۔ "ب" اور "الف" کے درمیان اور "الف" اور "ج" کے درمیان دو ویلو (VALVE) لگا دیں۔ یہ ویلو اس طرح لگائیں کہ کوئی پتال نئے "ب" سے "الف" اور "الف" سے "ج" کی طرف ہی جا سکے۔ "ج" سے "الف" اور "الف" سے "ب" کی طرف نہ جا سکے۔ فرض کیجئے کہ سب نالیاں ب، ج، الف، پانی سے بھری ہوئی ہیں۔ الف کو ماتھ کی انگلیوں

کے ساتھ دبانے سے نالی الف ٹھکڑ جائے گی۔ اس کے اندر کا پانی دباؤ پڑنے سے جہ کی طرف چلا جائے گا۔ الف سے دباؤ ہٹا لیں گے تو الف پھر پھیل جائے گی۔ اب جہ کے اندر کا پانی درمیانی ویلو کے ہونے سے الف کی طرف واپس نہیں آ سکتا۔ لیکن 'ب' کے اندر کا پانی الف کی طرف آ سکتا ہے۔ پس 'ب' کا پانی الف کو بھر دے گا۔ اگر نالی 'ب' کے سرے کو پانی میں ڈبو رکھیں گے اور الف کو بار بار دباتے رہیں گے تو پانی کی ایک رو 'ب' سے الف اور الف سے 'ب' کی سمت میں جاری ہو جائے گی۔

اس سارے تجربے میں نالی الف کی وہی حیثیت ہے جو حیوانات کے اجسام کے اندر دل کی ہوتی ہے۔ فرق یہ ہے کہ دل کے اندر ایک کی بجائے چار خانے ہوتے ہیں۔ نالی 'ب' ان ناڑیوں کی سی حیثیت رکھتی ہے جو غیر مصفا خون کو جسم کے مختلف اعضا سے دل کو واپس لاتی ہیں۔ ایسی ناڑیوں کو وینز (VEINS) کہتے ہیں۔ نالی 'ب' کی وہی حیثیت ہے جو حیوانات کے اجسام میں ان ناڑیوں کی ہوتی ہے جو دل سے مصفا خون کو جسم کے مختلف جھدوں تک پہنچاتی ہیں۔ ایسی ناڑیوں کو آرٹریز (ARTERIES) کہتے ہیں۔

جگر کی اندرونی بناوٹ



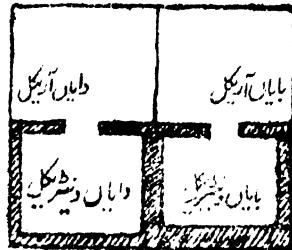
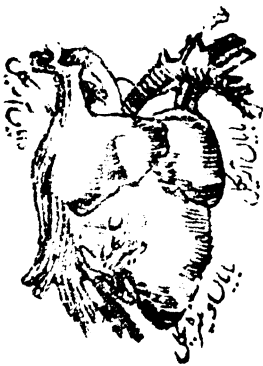
کہتے ہیں۔ جو آرٹری مصفا خون کو دل سے جگر تک لے جاتی ہے وہ جگر میں پہنچ کر کئی چھوٹی چھوٹی باریک ناڑیوں میں منقسم ہو جاتی ہے۔ ایسی باریک ناڑیوں کو کیپلریز (CAPILLARIES) کہتے ہیں۔ یہ خردبین کے ساتھ ہی دکھائی دیتی ہیں۔ یہ کیپلریز جگر کے کونے کونے تک ہر طرف پہنچتی ہیں اور جگر کے ہر ایک حصے کو خون سے سیراب کرتی ہیں۔ ان کیپلریز کی دیواریں نہایت پتلی پتلی ہوتی ہیں۔ ان پتلی دیواروں میں سے مصفا خون کی آکسیجن (OXYGEN) رِس رِس کر جگر کے ذروں سے جا ملتی ہے۔ اس کے علاوہ خون میں سے

غذائی ایشیا اور پلازما (PLASMA) بھی رِس رِس کر جگہ کو تر کرتے ہیں۔ آکسیجن (OXYGEN) کے بدلے خون جگہ سے کاربائنک ایسڈ گیس اور پانی جذب کرتا ہے۔ غذائی ایشیا کے بدلے خون کو ضرر رسان مادے حاصل ہوتے ہیں ہر ایک کیپیلری (CAPILLARY) کے آغاز کے قریب تو آکسیجن اور غذائی مادوں سے لدا ہوا مصفا خون ہوتا ہے لیکن ہر ایک کیپیلری کے انتہا کے قریب غیر مصفا خون ہوتا ہے۔ غیر مصفا خون کے اندر رتوی اور مضر مادے یعنی کاربائنک ایسڈ گیس اور پانی وغیرہ ہوتے ہیں۔ غیر مصفا خون سے بھری ہوئی کیپیلریز ایک دوسری سے ملتی ہیں۔ آخر کار سب مل کر ایک بڑی سی ناڑی بن جاتی ہیں۔ ایسی ناڑی کو ہی دین (VEIN) کہتے ہیں۔ یہ دین غیر مصفا خون کو لئے ہوئے دل تک جاتی ہے اور آخر کار غیر مصفا خون کو دل کے ایک خانے میں بھر دیتی ہے۔ غلط انداز القیاس دل سے ہر ایک عضو کو ایک آرٹری کے ذریعے مصفا خون بہم پہنچتا ہے۔ پھر غیر مصفا خون ایک دین کے راستے دل کو واپس آ جاتا ہے۔

پرنڈوں کے دل کے اندر چار خانے ہوتے ہیں۔ دو خانے تو اوپر ہوتے ہیں اور دو ان کے عین نیچے ہوتے

ہیں۔ اوپر والے خانوں کو آرکیکلز (AURICLES) کہتے ہیں۔ اور نیچے والے خانوں کو وینٹری کلز (VENTRICLES) کہتے ہیں۔ دائیں آرکیکل کے اندر سارے جسم سے غیر مصفا خون جمع ہوتا رہتا ہے۔ بائیں آرکیکل میں وہ ناٹریاں کھلتی ہیں جو پھپھڑوں میں سے مصفا خون دل تک پہنچاتی ہیں۔ پس بائیں آرکیکل میں مصفا خون بھرا ہوا ہوتا ہے۔ جب دونوں آرکیکلز خون سے بھر جاتے ہیں تو دونوں اکٹھے ہی سکڑتے ہیں۔ ان کے سکڑنے سے خون پر دباؤ پڑتا ہے۔ دباؤ پڑنے سے خون آرکیکلز میں

پرندوں کا دل



سے نکل دینٹری کلز (VENTRICLES) میں بھر جاتا ہے۔ پس وائیں دینٹری کل میں غیر مصفا خون بھر جاتا ہے اور بائیں دینٹری کل میں مصفا خون بھر جاتا ہے۔ جب دینٹری کلز بھر جاتے ہیں تو دونوں اکٹھے ہی سکڑتے ہیں۔ خون پر پھر دباؤ پڑتا ہے۔ خون آریکلز میں واپس نہیں جاسکتا وائیں دینٹری کل سے غیر مصفا خون ناڑیوں کے راستے پھیپھڑوں تک پہنچتا ہے، بائیں دینٹری کل سے مصفا خون مختلف آرٹریز (ARTERIES) کے راستے جسم کے مختلف اعضا تک پہنچتا ہے۔

دل کے سکڑنے سے یا یوں کہیے کہ دل کے حرکت کرنے سے خون ناڑیوں کے راستے جسم کے مختلف حصوں تک پہنچتا ہے۔ پس دل ایک فورس پمپ (FORCEPUMP) کا کام کرتا ہے۔ ایک منٹ کے عرصے میں دل ستر اسٹی دفعہ حرکت کرتا ہے۔ یعنی دل کو خون سے بھرنے اور پھر خالی ہونے میں صرف ایک سیکنڈ سے کچھ کم وقت لگتا ہے حکیم اور ڈاکٹر انسان کی نبض دیکھتے وقت شمار کرتے ہیں کہ نبض ایک منٹ میں کتنی دفعہ پھڑکتی ہے۔ دل کی ہر ایک حرکت کے لئے نبض ایک بار پھڑکتی ہے۔ یعنی اگر نبض ایک منٹ میں ستر دفعہ پھڑکے تو دل بھی ایک

منٹ میں شش و فہ حرکت کرتا ہے۔ جب کسی پرندے یا انسان کو بخار چڑھا ہوا ہو تو دل حسب معمول سے جلدی جلدی حرکت کرتا ہے۔ بچوں کا دل جو ان جانوروں سے زیادہ جلدی جلدی حرکت کرتا ہے۔

پھیپھڑے

ہر ایک پرندے کے جسم میں دو پھیپھڑے ہوتے ہیں پھیپھڑے سینے کے اندر پیلول اور ریڑھ کی ہڈی کے درمیان محفوظ رہتے ہیں۔ پھیپھڑوں کا کام غیر مصفا خون کو صاف کرنا ہے۔ یعنی غیر مصفا خون کے اندر جو کاربانک ایسڈ گیس اور پانی موجود ہوتے ہیں۔ ان کو الگ کر کے خارج کرنا اور ان کی جگہ خون کو آکسیجن بہم پہنچانا پھیپھڑوں کا ہی کام ہوتا ہے۔

پرندے کے حلق کے پچھلی طرف ایک سوراخ ہوتا ہے۔ اس سوراخ کو گلاش (GLOTTIS) کہتے ہیں۔ اس سوراخ سے ہو کی نالی گردن میں سے گزرتی ہوئی سینے تک پہنچتی ہے۔ سینے میں پہنچ کر یہ نالی دو شاخوں میں تقسیم ہو جاتی ہے۔ ہر ایک شاخ اپنی طرف کے پھیپھڑے کو چلی جاتی ہے۔

پرندے کی چونچ کے اوپر دو نتھنھے ہوتے ہیں۔ باہر سے ہوا ان نتھنوں کے راستے گلاٹس تک پہنچتی ہے۔ ہوا گلاٹس اور ہوا کی نالی میں سے ہوتی ہوئی آخر کار پھیپھڑوں میں داخل ہوتی ہے +

دل سے غیر مصفا خون پھیپھڑوں کو آتا ہے۔ پھیپھڑوں کے اندر خون کاربانک ایسڈ گیس اور پانی کو الگ کرتا ہے ان کے تبادلے میں خون باہر سے آئی ہوئی ہوا سے آکسیجن جذب کر کے دل کو واپس ہوتا ہے۔ پھیپھڑوں کی ہوا میں کاربانک ایسڈ گیس اور پانی کے بخارات بھر جاتے ہیں۔ پھیپھڑوں کے سکڑنے سے یہ اشیاء ہوا کے ساتھ نتھنوں کے راستے جسم سے خارج کئے جاتے ہیں۔ باہر سے پھر تازہ ہوا پھیپھڑوں میں داخل ہوتی ہے اور پھر کاربانک ایسڈ گیس اور پانی کے بخارات سے لدی ہوئی ہوا باہر نکال دی جاتی ہے۔ ہوا کے داخل ہونے اور جسم سے خارج ہونے کو سانس لینا کہتے ہیں +

جب پرندہ کسی ہنسی پر بیٹھا ہوا ہوتا ہے تو سینے کی ہڈی نیچے اوپر ہوتی رہتی ہے۔ جب یہ نیچے ہوتی ہے تو پھیپھڑوں کا حجم بڑھ جاتا ہے۔ حجم بڑھ جانے کے سبب باہر سے ہوا پھیپھڑوں میں جاتی ہے۔ اس کے برعکس

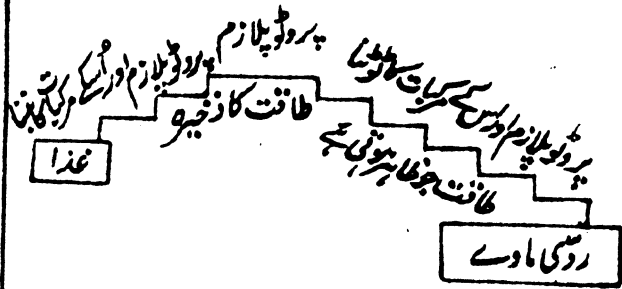
جب سینے کی ہڈی اوپر کو ہوتی ہے تو پھیپھڑوں کا حجم کم ہو جاتا ہے۔ اور ہوا پر دباؤ پڑنے کے سبب ہوا پھیپھڑوں سے خارج ہوتی ہے + پس بیٹھے ہوئے پرندے کو سانس لینے میں سینے یا چھاتی کی ہڈی کام دیتی ہے۔ جب پرندہ اڑ رہا ہو تو سینے کی ہڈی سانس لینے میں کوئی مدد نہیں دے سکتی۔ اڑتے وقت سانس لینے کے لئے پرندے کی کمر کی ہڈیاں کام دیتی ہیں +

آپ پچھلے ایک باب میں پڑھ چکے ہیں کہ غذا کس طرح ہضم ہوتی ہے۔ غذا کے اجزاء کس طرح خون میں جذب ہو کر خون کا حصہ بن جاتے ہیں۔ آپ یہ بھی پڑھ چکے ہیں کہ خون کس طرح یہ غذائی اجزاء جسم کے مختلف حصوں تک پہنچاتا ہے +

زندہ جانوروں کے اجسام زندہ مادے کے بنے ہوئے ہوتے ہیں۔ اس زندہ مادے کو پروٹو پلازم (PROTOPLASM) کہتے ہیں۔ پروٹو پلازم کی کیمیائی بناوٹ بہت پیچیدہ ہوتی ہے۔ پروٹو پلازم کا خاصہ ہے کہ ہر وقت اپنی کیمیائی بناوٹ بدلتا رہتا ہے۔ اول تو پروٹو پلازم خون میں سے ہر وقت غذائی اجزاء کو جذب کرتا رہتا ہے۔ یہ اجزاء پروٹو پلازم میں داخل ہو کر کئی کیمیائی

تبدیلیوں کے بعد پروٹوپلازم ہی بن جاتے ہیں۔ اس طرح پروٹوپلازم اپنے اندر طاقت جمع کرتا رہتا ہے۔ دوم پروٹوپلازم کے اندر ہر وقت کئی ایسی کیمیائی تبدیلیاں بھی جاری رہتی ہیں جن کے سبب پروٹوپلازم خود اور اُس کے اندر کئی مرکبات ٹوٹ پھوٹ کر نئی اور سادہ شکلیں اختیار کرتے ہیں۔ جانوروں کے جسم کا کوئی کام بھی ایسی تبدیلیوں کے بغیر ظاہر نہیں ہو سکتا۔ حرکت کرنا۔ ہاضمہ لعاہوں کا پیدا ہونا اور سوچنا سب کئی کیمیائی تبدیلیوں کے ہو چکنے کے بعد ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ جب پروٹوپلازم ٹوٹتی پھوٹتی ہے اور سادہ شکلیں اختیار کرتی ہے۔ تو اُس وقت وہ طاقت جو اُس کے اندر غذائی اجزاء کو جذب کرنے سے جمع ہوئی تھی۔ نکلتی ہے اور جانور اُس طاقت کو کام کرنے میں خرچ کرتا ہے۔ مثلاً جس طرح بارود کے پیچیدہ مرکبات کے اندر بہت سی طاقت جمع ہوتی ہے۔ اُس بارود کو جب آگ لگائی جاتی ہے تو اُس کے پیچیدہ مرکبات ٹوٹ پھوٹ جاتے ہیں اور بند ہوئی ہوئی طاقت باہر نکل آتی ہے۔ اسی طرح پیچیدہ بناوٹ والی پروٹوپلازم کے اندر بھی طاقت جمع ہوتی ہے جب پیچیدہ پروٹوپلازم سادہ شکل اختیار کرتا ہے تو

طاقت ظاہر ہوتی ہے اور کئی کام کرتی ہے +



ساتھ والی شکل ملاحظہ ہو۔ بائیں طرف غذا دکھائی گئی ہے۔ جسم کے اندر سفیم شدہ غذائی اجزاء سے طرح طرح کے مرکبات بن کر پروٹو پلازم میں داخل ہوتے ہیں۔ یعنی پروٹو پلازم ان کو جذب کرتے ہوئے طاقت کو جمع کرتا ہے۔ جب اس پروٹو پلازم کے مرکبات ٹوٹتے ہیں تو وہی طاقت ظاہر ہوتی ہے۔ اور پروٹو پلازم کی جگہ کئی سادہ مرکبات ظاہر ہوتے ہیں۔ ان سادہ مرکبات میں سے کئی تو پھر کام آجاتے ہیں۔ لیکن کئی بالکل ناکارہ ہوتے

ہیں۔ ان کو جسم سے خارج کیا جاتا ہے۔ مثلاً یوریا (UREA) کاربانک ایسڈ گیس اور پانی۔ ایسی اشیاء کو زہری مادے کہتے ہیں۔

ان زہری اشیاء کو خارج کرنا جسم کے لئے نہایت ضروری ہے۔ مفصلہ ذیل اعضا ان زہری اشیاء کو خارج کرنے میں لگے رہتے ہیں :- (۱) پھیپھڑے (۲) گردے (۳) جگر (۴) جسم کی جلد۔

پھیپھڑوں کا بیان اوپر کیا جا چکا ہے۔ پھیپھڑوں کا کام خون سے کاربانک ایسڈ گیس اور پانی کو خارج کرنا ہے۔

تمام پرندوں اور حیوانات کے اجسام کے اندر دو گردے ہوتے ہیں۔ گردوں کے اندر خون دورہ کرتا رہتا ہے۔ گردے خون میں سے ناغیٹروجن والے مرکبات مثلاً یوریا (UREA) اور پانی کو الگ کرتے رہتے ہیں۔ یوریا پانی میں حل ہو کر پیشاب بنتا ہے۔ گردوں کی نابیلوں کے راستے یہ پیشاب پیشاب دانی میں جمع ہوتا ہے اور گاہے گاہے جسم سے خارج کیا جاتا ہے۔

جگر کے تعلق اوپر بیان کیا جا چکا ہے۔ جگر میں ایک مایہ لُغاب پیدا ہوتا ہے۔ اس لُغاب کو بائل (BILE)

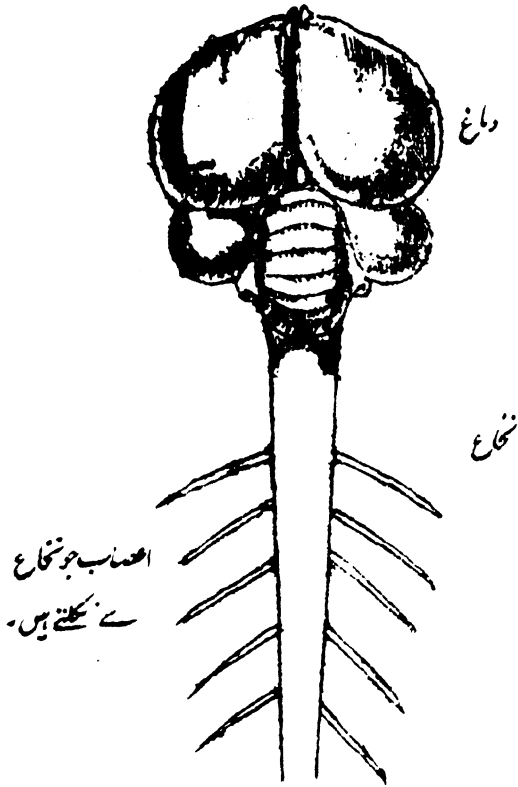
کہتے ہیں۔ بائل ہاضمے میں مدد دیتا ہے۔ بائل میں کئی ایسے مرکبات بھی ہوتے ہیں جو ہاضمے میں کوئی مدد نہیں دیتے بلکہ ایسے مرکبات کو جسم سے خارج کرنا ہی مطلوب ہوتا ہے۔ اس کام کے علاوہ جگڑناٹروجن (NITROGEN) والے رومی مادوں کو ایسی شکل دیتا ہے کہ وہ خون کے ساتھ گردوں میں پہنچ کر جسم سے خارج ہوتے ہیں۔ یعنی پیشاب کے خارج کرنے میں بھی جگڑ مدد دیتا ہے۔

دماغ اور اعصاب وغیرہ

انسان نے کئی ایک مشینیں ایجاد کی ہیں۔ ریل کا انجن بھی ایک مشین ہے۔ اس انجن کا خوش اسلوبی سے کام کرنا تین باتوں پر منحصر ہے۔ اول مشین کے سب پڑزے ٹھیک ہوں۔ ان میں کوئی نقص نہ ہو دوم ایندھن (کوئلہ) اور پانی ہتیا ہوں تاکہ بجایا بن سکے۔ سوم ایک انجینئر موجود ہو جو مشین کی بناوٹ اور کام کو سمجھتا ہو اور اُس کو چلا سکے۔

آپ غالباً یہ تو سمجھ گئے ہوں گے کہ پرندوں اور باقی اعلیٰ درجے کے جانوروں کے اجسام نہایت پیچیدہ ہیں۔ جسم کے کئی اعضا ہوتے ہیں۔ ایسے پیچیدہ جسم کا متفق ہو کر

• دماغ اور نخاع مستطیل



بہبودئے جسم کے لئے کام کرنا کوئی معمولی سی بات نہیں + جب کسی ریڑھ کی ہڈی والے جانور کے جسم کا مقابلہ انسان کے بنائے ہوئے سلیم انجن کے ساتھ کیا جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ جانور کی روزانہ غذا وہی کام دیتی ہے۔ جو سلیم انجن کو کوئلہ اور پانی کام دیتے ہیں۔ وہ کام جو سلیم انجن میں انجینئر سرانجام دیتا ہے جانور کے جسم میں دماغ اور اعصاب سرانجام دیتے ہیں۔ دماغ اور اعصاب کے ذریعے ہی جسم کے مختلف اعضا متفق ہو کر بہبودئے جسم کی خاطر کام کرتے رہتے ہیں +

دماغ کھوپری کے اندر جاگزین ہوتا ہے۔ کھوپری دماغ کو بیرونی چوٹوں سے محفوظ رکھتی ہے۔ دماغ تو کھوپری کے اندر ہی محدود ہوتا ہے لیکن پچھلی طرف دماغ کا ایک حصہ ریڑھ کی ہڈی میں سے گذرتا ہوا دم کے اختتام تک پہنچتا ہے۔ اس حصے کو شخاع مستطیل یا میڈلا آبلانجیگٹا (MEDULLA OBLONGATA) کہتے ہیں۔ دماغ

کے کئی حصے ہوتے ہیں۔ ان کو بیان کرنے کی اس جگہ چنداں ضرورت نہیں۔ دماغ اور شخاع مستطیل سے کئی اعصاب نکلتے ہیں۔ یہ اعصاب جسم کے مختلف اعضا اور حصوں میں بٹے ہوئے ہوتے ہیں۔ ان اعصاب کی باریک

باریک شاخیں جسم کے کونے کونے تک پہنچتی ہیں۔ یہ
 اعصابی شاخیں بیرونی حالات کی خبریں دماغ یا سنجار
 مستطیل تک پہنچاتی ہیں۔ وہاں سے جو حکم صادر ہوتے
 ہیں اُن کو یہی اعصاب جسم کے حصوں تک پہنچاتے ہیں
 اعصاب برقی تار کا سا کام کرتے ہیں ۔

اگر دماغ اور اعصاب نہ ہوتے تو پرندے اور حیوانات
 اور انسان کسی بات کو دیکھنے یا سمجھنے کے قابل نہ ہوتے
 دماغ اور اعصاب کے بغیر جانوروں میں حرکت کرنے کی
 خواہش نہ ہوتی۔ دماغ کے بغیر حافظہ نہ ہوتا اور کوئی واقعہ
 یا بات یاد نہ رہتی اور اپنے اور غیروں کے تجربے سے
 فائدہ اٹھانا ناممکن ہوتا۔ دماغ کے بغیر انسان ایجاد و
 اختراع امید و محبت سے نا آشنا رہتا۔

پرندوں کے حواسِ خمسہ

آپ پانچ حواسِ خمسہ سے واقف ہوں گے (۱) لاسہ (چھونا)
 (۲) ذائقہ (چکھنا) (۳) شامہ (سونگھنا) (۴) باصرہ (دیکھنا)
 (۵) سامعہ (سننا)۔ ان حواس کے ذریعے انسان اور حیوان
 اس پاس کی چیزوں سے آگاہ ہوتے ہیں۔ اور آگاہ ہونے
 کے بعد ہی جانور نقل و حرکت کر سکتے ہیں۔ پرندوں کی روزِ
 زندگی میں دیکھنا اور سننا باقی حواس سے زیادہ کام کرتے
 ہیں۔ اس لئے ہم پہلے ان کا ہی ذکر کریں گے۔

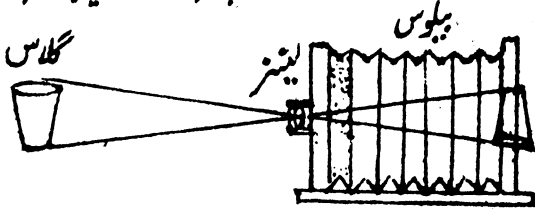
قوتِ باصرہ

تمام ریڑھ کی ہڈی والے جانوروں کی آنکھوں کی بناوٹ

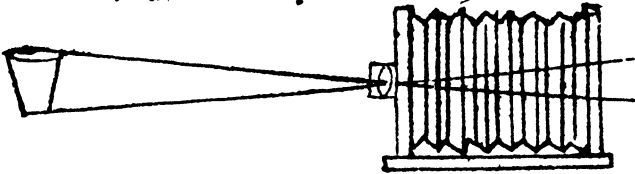
تقریباً ایک جیسی ہی ہوتی ہے۔ لیکن ان سب میں سے جیسا کہ ہم آگے چل کر بتائیں گے پرندوں کی آنکھیں زیادہ مکمل ہوتی ہیں۔ یہ آنکھیں پرندوں کے طریقہ زندگی کے لئے از حد مفید اور کارآمد ہوتی ہیں۔ آنکھ صانع قدرت کا ایک بڑا عجیب کرشمہ ہے اور اس کا مقابلہ عموماً ایک معمولی سے ممنوعی آلے یعنی فوٹو گرافی کے کیمرے کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ دراصل اس سے زیادہ غیر موزون اور کوئی مقابلہ نہیں ہو سکتا۔ اس مقابلے کا فائدہ صرف یہ ہے کہ عام اصحاب کے لئے آنکھ کی بناوٹ اور کام کو سمجھنا بہت آسان ہو جاتا ہے، ہم اس لئے پہلے فوٹو گرافی کے کیمرے کا ہی بیان کریں گے۔

فوٹو گرافی کے کیمرے کا اعلیٰ جزو ایک آتشی شیشہ یا لینز (LENS) ہوتا ہے۔ جس شے کی فوٹو لینی مطلوب ہو اس کو آتشی شیشے کے سامنے رکھ دیتے ہیں۔ فرم کر دو کہ ایک گلاس کی تصویر لینی ہے۔ گلاس کو کیمرے کے سامنے رکھ دو۔ گلاس کی سطح سے روشنی کی شعاعیں آتشی شیشے پر پڑیں گی آتشی شیشے سے گذر کر یہ شعاعیں اس پردے پر پڑیں گی جو کیمرے کے پچھلی طرف رکھا ہوتا ہے۔ اس پردے اور آتشی شیشے کے درمیان ایک کالی سی دھونکنی یا بیلوس

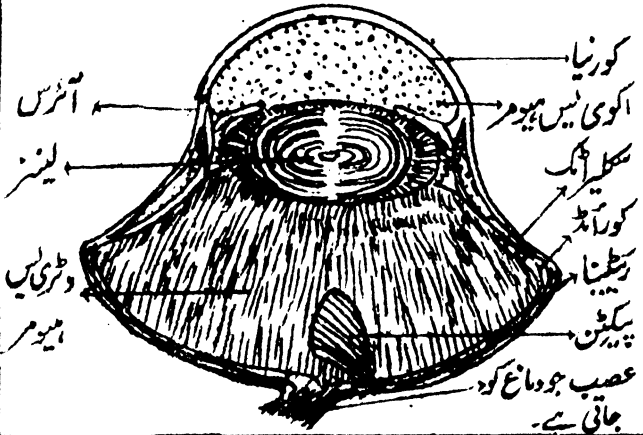
گلاس لینز سے موزوں فاصلے پر ہے۔ اور تصویر بن گئی ہے



گلاس لینز سے موزوں فاصلے پر نہیں اور تصویر نہیں بنی



پرندے کی آنکھ کو سربسکٹ کو دکھایا گیا ہے



(BELLOWS) لٹکائی ہوتی ہے۔ تاکہ روشنی کی شعاعیں
 اِدھر اُدھر سے پروے پر نہ گریں اور صرف وہی شعاعیں
 پروے پر گریں جو آتشی شیشے میں سے گزرا آئیں۔ پس
 گلاس کی سطح سے شعاعیں نکل کر آتشی شیشے میں سے ہوتی
 ہوئی پچھلے پردے پر گرتی ہیں۔ اگر آتشی شیشہ پردے سے
 موزون فاصلے پر ہو تو پروے پر گلاس کی تصویر بن
 جائے گی۔ اگر فاصلہ موزون نہ ہو تو یا تو تصویر بالکل ہی نہیں
 بنتی یا اگر بنتی ہے تو دھندلی سی ہوتی ہے۔ اس تصویر کو
 ٹھیک کرنے کے لئے فوٹو گرافر آتشی شیشے کو ذرا آگے پیچھے
 کرتا ہے۔ اس عمل کو فوکس (FOCUS) کرنا کہتے ہیں۔
 اس کے بعد پردے کے اوپر گلاس کی صاف اور شوخ
 تصویر دکھائی دیتی ہے۔ جب آتشی شیشہ پچھلے پردے سے
 موزون فاصلے پر قائم ہو جاتا ہے تو فوٹو گرافر آتشی شیشے
 کے آگے ایک کالی ٹوپی چڑھا دیتا ہے تاکہ اس کے اندر اب
 کوئی شعاعیں داخل نہ ہو سکیں۔ پھر پچھلے پردے کو اتار
 کر اس کی جگہ ایک ایسا شیشہ یا فلم (FILM) لگا دیتا ہے
 جس پر چاندی کے مرکبات کی ایک نہ بچھائی ہوتی ہے۔ اس
 تہ کو سینٹو (SENSITIVE) کہتے ہیں۔ جب سینٹو
 (SENSITIVE) تہ پچھلے پردے کی جگہ قائم ہو جاتی ہے

تو فوٹو گرافر آتشی شیشے کے اُدپر سے کالی ٹوپی کو اُتار لیتا ہے۔ ایک سیکنڈ یا سیکنڈ کی کسر کے وقفے کے بعد اس کالی ٹوپی کو پھر آتشی شیشے کے اوپر چڑھا دیتا ہے۔ اس تھوڑے سے عرصے میں گلاس سے جو روشنی کی شعاعیں آتشی شیشے میں سے گزرتی ہوئی پڑتی ہیں تو اُن سے اس تہ پر گلاس کی تصویر بن جاتی ہے۔ لیکن یہ تصویر اُسی وقت ظاہر نہیں ہوتی۔ سینٹیوٹر والے شیشے یا فلم کو کیمرے سے اُتار کر اندھیرے میں رکھتے ہیں تاکہ اُسے روشنی نہ لگے۔ پھر اُس کو اندھیرے کمرے میں ہی ایک کیمیائی حل میں ڈالتے ہیں تو گلاس کی تصویر ظاہر ہوتی ہے۔

جس وقت گلاس یا کوئی شے جس کا فوٹو لینا مطلوب ہو اور وہ شے بہت زیادہ روشنی میں پڑی ہوئی زیادہ روشن ہو تو اُس وقت اُس شے سے روشنی کی بہت سی تیز شعاعیں آتشی شیشے میں داخل ہوتی ہیں۔ ایسے وقت خطرہ ہوتا ہے کہ چاندی کے مرکبات والی سینٹیوٹر کو زیادہ روشنی لگ جانے کے باعث یہ بالکل چندھیا ہی نہ جائے۔ یعنی بالکل سیاہ نہ ہو جائے۔ اس کا بچاؤ کرنے کے لئے روشنی کی سوزن مقدار کو آتشی شیشے میں داخل کرنا ہوتا ہے۔ ایسا کرنے کے لئے آتشی شیشے کے آگے ایک آنکھ کی پتلی نما چیز جسے ڈایا فرام

(DIAPHRAGM) کہتے ہیں لٹائی جاتی ہے۔ اس کے ذریعے اندر داخل ہونے والی روشنی کی مقدار کو کم و بیش کیا جاسکتا ہے۔ اگر آپ کیمرے کی بناوٹ اور کام کو سمجھ گئے ہیں تو آپ آنکھ کی بناوٹ اور آنکھ کے کام کو بھی بخوبی سمجھ لیں گے۔

آپ نے دیکھا ہوگا کہ کیمرے کو ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جانے کے وقت فوٹو گرافر اسے ایک مضبوط بکس کے اندر بند کر لیتا ہے تاکہ اسے چوٹ وغیرہ نہ لگے اور یہ ٹوٹ نہ جائے۔ اسی طرح آنکھوں کو قدرت نے استخوان کی مضبوط ہڈیوں کے درمیان جگہ دی ہے تاکہ یہ ضروری اعضا بیرونی چوٹوں اور خطرات سے محفوظ رہیں۔ قدرت نے آنکھ کو دو بیرونی پردے عطا کئے ہیں۔ جب آنکھ کو کسی قسم کا خطرہ ہو تو یہ پردے آٹا ٹاننا جانور کی مرضی اور ایما کے بغیر ہی بند ہو جاتے ہیں اور آنکھ محفوظ رہتی ہے۔ آنکھ کی بیرونی شکل تقریباً گیند نما ہوتی ہے۔ آنکھ کو اومر اومر پھیرنے کے لئے اس کو چھ پٹھوں سے آراستہ کیا گیا ہے۔ ان کی مدد سے آنکھ وائیں بائیں نیچے اوپر پھرتی ہے۔ آنکھ کی بیرونی سخت تہ کو سکلیئر نامک (SCLEROTIC) کہتے ہیں۔ جیسے کیمرے کا ایک بڑا

ضروری جزو آتشی شیشہ ہوتا ہے۔ اسی طرح آنکھ کے اندر بھی ایک شفاف آتشی شیشہ یا لینسر (LENS) موجود ہوتا ہے آنکھ کی بیرونی تہ سکلیرائٹک (SCLEROTIC) کا جو حصہ لینسر یا آتشی شیشے کے اگلی طرف ہوتا ہے وہ شفاف ہوتا ہے اس حصے کو کورنیا (CORNEA) کہتے ہیں۔ یہ بھی بہت سخت اور مضبوط ہوتا ہے۔ اس کو نہایت تیز چاقو سے کاٹنا بھی نہایت مشکل ہوتا ہے۔ سکلیرائٹک کے اندر کی طرف ایک اور جھلی ہوتی ہے۔ اس میں رنگین ذرات یعنی پگمنٹس (PIGMENTS) بہت کثرت سے ملتے ہیں۔ یہ جھلی وہی کام دیتی ہے جو کمرے کی دھونکنی یا بیلوس دیتی ہے۔ یعنی آتشی شیشے کے اندر صرف وہی شعاعیں داخل ہو سکتی ہیں جو کورنیا (CORNEA) میں سے گذر کر آئیں۔ اس رنگین تہ یا جھلی کو کورائڈ (CHOROID) کہتے ہیں۔ اس کے اندر کی طرف ایک اور تہ ہوتی ہے اسے رٹینا (RETINA) کہتے ہیں۔ اسے کمرے کے اندر جو چاندی سلہ جن اشخاص کو بدمستی سے موتیا بند کی بیماری لاحق ہو جاتی ہے۔ ان کی آنکھ یا آنکھوں کے آتشی شیشے شفاف نہیں رہتے۔ چونکہ یہ شفاف نہیں رہتے اس لئے روشنی کی شعاعیں ان میں سے گذر کر آنکھ میں داخل نہیں ہو سکتیں اور بھارت کم ہو جاتی ہے یا بالکل ہی نہیں پہنچتی

کے مرکبات والی سینسٹیو (SENSITIVE) تہ ہوتی ہے۔
 اس کے ساتھ مشاہدت دی جا سکتی ہے۔ رے طینا
 (RETINA) کے پچھلی طرف سے ایک عصب نکلتی ہے
 یہ آنکھ کو دماغ کے ساتھ ملا دیتی ہے۔ آنکھ کے اندر
 کورنیا (CORNEA) اور آتش شیشے کے درمیان ایک سیال
 چیز بھری ہوتی ہے۔ اسے ایکوئیس ہیومر (AQUEOUS
 HUMOUR) کہتے ہیں۔ آنکھ کے اندر پچھلی طرف آتش شیشے
 اور رٹینا (RETINA) کے درمیان بھی ایک اور سیال چیز
 بھری ہوتی ہے۔ اسے وٹریس ہیومر (VITREOUS
 HUMOUR) کہتے ہیں۔ آتش شیشے کے بالکل آگے
 پتلی ہوتی ہے۔ اسے آئرس کہتے ہیں۔ پتلی کے مرکز پر
 ایک سوراخ ہوتا ہے۔ اسے پیوپل (PUPIL) کہتے ہیں
 پیوپل دائرے کی مانند گول ہوتا ہے۔ پتلی کے پٹھوں
 کے پھیلنے یا سکڑنے سے پیوپل کا قطر گھٹتا اور بڑھتا
 ہے۔ پیوپل کے رستے باہر سے روشنی کی شعاعیں شفاف
 کورنیا (CORNEA) سے گزر کر آتش شیشے پر پڑتی ہیں۔ ان
 شعاعوں کی تیزی اور تعداد پر پیوپل کے قطر کا دارومدار
 ہے۔ تیز روشنی میں پتلی کے پٹھے پھیل جاتے ہیں۔ اور
 نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ پیوپل کا قطر کم ہو جاتا ہے اور روشنی

کی تھوڑی ہی شعاعیں آنکھ میں داخل ہو سکتی ہیں۔ تھوڑی روشنی اور اندھیرے میں پتلی کے پٹھے سکڑ جاتے ہیں اور پیوپل کا قطر بڑھ جاتا ہے۔ قطر بڑھ جانے کے باعث روشنی کی زیادہ شعاعیں آنکھ کے اندر داخل ہو سکتی ہیں۔ جب ہم اندھیرے سے یا کم روشن کمرے سے باہر تیز روشنی میں آتے ہیں تو پیوپل بڑھے ہوئے ہوتے ہیں۔ یکایک تیز روشنی کی بہت سی شعاعیں آنکھوں میں داخل ہو جاتی ہیں۔ اتنی شعاعیں آنکھیں برداشت نہیں کر سکتیں۔ اس لئے چند عیا جاتی ہیں۔ اس عرصے میں پیوپل تنگ ہو جاتے ہیں اور روشنی کی موزون مقدار ہی آنکھوں میں داخل ہو سکتی ہے۔ جب پتلی سکڑ جائے اور پیوپل تنگ ہو جائے تو اتنے میں چند عیا ہٹ بھی دور ہو جاتی ہے۔ روشنی کی شعاعیں کو دنیا اور ایکویس ہیمور سے گزر کر آتش شیشے پر پڑتی ہیں۔ آتش شیشہ ان کو اکٹھا کر کے ریٹینا (RETINA) پر فوکس کرتا ہے۔ جس شے سے روشنی کی شعاعیں آرہی ہوں اس کا عکس بن کر ریٹینا پر پڑتا ہے۔ ریٹینا سے جو عصب دماغ کو جاتی ہے وہ اس عکس کا سندلیہ دماغ تک پہنچا دیتی ہے۔ پس وہ شے جانور کو دکھائی دیتی ہے۔ لیکن حیرت تو یہ ہے کہ یہ

سب کام آنا فانا ہو جاتے ہیں۔ ان کے بیان کرنے میں
 ان کے ہونے کی نسبت کئی ہزار گنا وقت لگ گیا ہے۔
 آپ یہ بات تو جانتے ہی ہیں کہ جب کیمبرے
 کے ساتھ ایک نزدیکی چیز کا فوٹو لیا جا رہا ہو
 اور پھر اگر اُسی کیمبرے سے شمسی دور کی چیز کا عکس لینا
 مطلوب ہو تو پھر فوکس کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسی
 طرح اگر پہلی نزدیکی چیز سے اور نزدیک تر چیز کا عکس لینا
 ہو تو پھر فوکس کرنا ہوتا ہے۔ یعنی ہر دفعہ جب بھی مختلف
 فاصلے پر پڑی ہوئی چیزوں کو فوٹو گراف کرنا ہو تو ہر
 دفعہ آتش شیشے کی جگہ کو بدل کر فوکس کرنا لازمی ہوتا ہے۔
 بالکل ایسا ہی آنکھ میں ہوتا ہے۔ جب آپ دور کی چیزوں
 کو دیکھتے دیکھتے نزدیک چیزوں کو دیکھنا شروع کرتے ہیں
 تو اس اتنا میں آنکھوں کے کورینا اور آتش شیشوں میں کئی
 تبدیلیاں ہو چکتی ہیں۔ آپ نے دور بین سنی ہوگی۔ یہ
 وہ آلہ ہے جس کے ساتھ دور کی چیزیں جو انسان کو
 آنکھوں سے دکھائی نہیں دیکھی جاتی ہیں۔ آپ
 نے خوردبین بھی سنی ہوگی۔ جو چھوٹی چھوٹی چیزیں انسان
 کو آنکھوں کے ساتھ نظر نہیں آتیں وہ خوردبین کی مدد سے
 دیکھی جاتی ہیں۔ ریڑھ کی ہڈی والے جانوروں کی آنکھ وہ

عجیب گم ہے جس میں صالح قدرت نے خود بین اور دور بین دونوں کی صفات کو اکٹھا کر دیا ہے +

آپ نے دیکھا ہو گا کہ پرندوں کی دونوں آنکھیں سر کے دائیں بائیں طرف ہوتی ہیں۔ انسان کی طرح پرندوں کی دونوں آنکھیں سامنے کو نہیں ہوتیں۔ دائیں آنکھ دائیں طرف اور بائیں آنکھ بائیں طرف دیکھتی رہتی ہے۔ اگر پرندے نے اوپر کو دیکھنا ہو تو اسے سر کو ٹیڑھا کرنا پڑتا ہے + آنکھوں کا دائیں بائیں ہونے کی وجہ سے دونوں آنکھیں مختلف علاقوں کو دیکھتی رہتی ہیں۔ اور جو بھی ایک طرف کوئی چیز زیادہ توجہ کی مستحق ہوتی ہے تو پرندہ دوسری طرف کی آنکھ کی بنیائی کو تھوڑی دیر کے لئے خود بخود کم کر دیتا ہے۔ جس طرف زیادہ توجہ والی چیز ہو اس طرف کی آنکھ کی بصارت بڑھ جاتی ہے + اس کا ثبوت یہ ہے کہ کئی آدمی جب انہوں نے بندوق سے نشانہ لگانا ہو تو ایک آنکھ کو بند کرنے کے بغیر نشانہ نہیں لگا سکتے۔ یعنی ایک طرف کی آنکھ کی بنیائی کو روکنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور یہ لوگ اس طرف کی آنکھ کو بند کرنے کے بغیر بصارت کو نہیں روک سکتے۔ لیکن تھوڑی سی مشق کے بعد ایک شخص دونوں آنکھیں کھلی رکھ کر ایک آنکھ سے ہی دیکھنا سیکھ

سکتا ہے یعنی وہ اس کام کی مشق کر سکتا ہے کہ دونوں آنکھیں کھلی بھی رہیں اور ایک کی بینائی کم بھی ہو جائے۔ اسی طرح خوردبین کو استعمال کرنے کے وقت ایک ہی آنکھ سے کام لیا جاتا ہے۔ جب طالب علم خوردبین کو شروع شروع میں استعمال کرتے ہیں تو انہیں ایک آنکھ کی عبارت کو روکنے کے لئے بعض دفعہ ایک ہاتھ کے ساتھ آنکھ کو بند کرنا پڑتا ہے لیکن رفتہ رفتہ انہیں مشق ہو جاتی ہے اور پھر دونوں آنکھوں کو کھلی رکھ کر دیکھنے کا کام صرف ایک ہی آنکھ سے کرتے ہیں۔ خوردبین کو روزانہ استعمال کرنے والے خوردبین کو استعمال کرتے وقت دونوں آنکھیں کھلی رکھتے ہیں +

اب ہم اس بات کو واضح کرنا چاہتے ہیں کہ پرندوں کی آنکھیں باقی سب ریڑھ کی ہڈی والے جانوروں سے سبقت لے گئی ہیں۔ بناوٹ میں بھی یہ کچھ زیادہ پیچیدہ ہوتی ہیں۔ آنکھ کے اندر آتشی شیشے کے پیچھے ایک زائد پردہ لگا ہوتا ہے۔ اسے پیکٹن (PECTEN) کہتے ہیں۔ یہ پردہ باقی جانوروں کی آنکھوں میں بہت کم ملتا ہے۔ جو پرندے زیادہ بلندی پر یا زیادہ تیزی سے اڑتے ہیں۔ ان کی آنکھوں کے اندر یہ پردہ بہت بڑا ہوتا ہے۔ اس

لئے قیاس ہے کہ عام پرندوں میں عموماً اور اُونچے
اُڑنے والے پرندوں میں خصوصاً پیکٹن (PECTEN)
سے آنکھوں کی بصارت بہت بڑھ جاتی ہے۔ لیکن
ہمیں اس بات کا اقرار کرنا ہے کہ علم حیوانات کے
ماہر ابھی تک اس پروے کی خاص ماہیت کے متعلق
متفق نہیں ہوئے۔ آپ نے سنا ہوگا کہ چیل کی آنکھ
بہت تیز ہوتی ہے۔ اس میں ذرا بھی شک نہیں۔ یہ
بالکل درست ہے۔ زیادہ بلندی اور تیزی سے اُڑنے
والے اور شکاری پرندوں کی آنکھیں خصوصاً تیز ہوتی
ہیں۔ ان کی آنکھیں نزدیک اور دور کی چیزوں کو جلد
جلد دیکھنے میں اپنا ثانی نہیں رکھتیں۔ اگر ایسا نہ ہو تو
شکاری پرندوں کے لئے شکار کرنا غیر ممکن نہیں تو مشکل
ضرور ہو جائے۔ لیکن چیل جس سرعت اور آسانی کے
ساتھ بلند آسمان سے یکایک نیچے اُترتی ہے اور آٹا فائنا
مُرغی کا چڑھ لے اُڑتی ہے اس بات کا ثبوت ہے کہ
چیل کی آنکھیں ایک وقت تو درمیان کا کام کر رہی
ہوتی ہیں اور ایک لمحے کے کئی ہزارویں حصے کے وقفے
کے بعد فوراً غدد بین کا کام کرنا شروع کر دیتی ہیں۔
انسان کی آنکھ کے دو بیرونی پردے (چھتر) ہوتے

ہیں۔ اوپر کا پردہ رفتہ رفتہ نیچے اُترتا ہے اور ساری آنکھ کے اوپر پھر جاتا ہے۔ نیچے کا پردہ تھوڑا سا اوپر جا کر اوپر کے پردے سے ملتا ہے۔ پھر دونوں علیحدہ ہو جاتے ہیں۔ پردوں سے آنکھ کی سطح نر ادا صاف ہوتی رہتی ہے۔ پردوں کی آنکھ کے تین بیرونی پردے ہوتے ہیں۔ اوپر اور نیچے کے پردے عموماً صرف اسی وقت بند ہوتے ہیں جب پرند سو رہا ہو۔ یہ پردے اتنی دفعہ نہیں جھپکتے جتنی دفعہ کہ انسان کی آنکھ کے پردے جھپکتے رہتے ہیں۔ پرندے کے انڈے سے نکلنے سے پیشتر یہ دونوں پردے ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہوتے ہیں۔ بعض پرندوں کے انڈوں سے نکلنے سے تھوڑی دیر پہلے یہ پردے الگ ہو جاتے ہیں اور نہ بچے کی آنکھیں پیدائش کے وقت کھلی ہوتی ہیں۔ بعض پرندوں کے بچوں کی آنکھوں کے پردے انڈوں کے اندر ہی الگ نہیں ہوتے۔ ایسے چوڑے پیدائش کے وقت آنکھیں بند ہونے کے سبب دیکھ نہیں سکتے۔ ان کی آنکھیں پیدائش کے بعد کھلتی ہیں + سب سے دلچسپ پرندوں کی آنکھ کا تیسرا پردہ ہے۔ انسان کی آنکھ کا یہ پردہ تقریباً نیت

ہو چکا ہے۔ انسان کی آنکھ کے کونے میں ناک کی طرف
جو شرح سا گوشت نظر آتا ہے وہ اسی تیسرے پردے
کا بقا یا حصہ ہے۔ پرندوں کی آنکھ کے تیسرے پردے
کو نکلی ٹینگ لمبرین (NIOTITATING MEMBRANE)

کہتے ہیں۔ یہ آنکھ کے اگلے اور اوپر والے حصے سے وابستہ
ہوتی ہے۔ یہ بڑی جتنی اور تیزی کے ساتھ آنکھ کی
سطح کے اوپر پھیل جاتی ہے۔ پھر یکایک سکڑ کر اپنی
جگہ پر واپس چلی جاتی ہے۔ یہ نیم شفاف ہوتی ہے۔
اس لئے جب یہ آنکھ کے اوپر پھیلی ہوئی ہو تو پرندہ
دیکھتا رہتا ہے۔ چنانچہ جب آلودن کے وقت تیز
روشنی میں باہر نکل آئے تو اس کی آنکھوں کی نکلی
ٹینگ لمبرین پھیلی رہتی ہے۔ تیز روشنی آنکھوں
میں نہیں جاسکتی۔ لیکن آلو کو پھر بھی کچھ دکھائی دیتا رہتا ہے۔
پرندوں اور چوپائے حیوانوں اور انسان کی آنکھوں
میں ایک فرق یہ بھی ہے کہ انسان کی آنکھیں مستحوان
کے اندر ادھر ادھر پھر سکتی ہیں لیکن پرندوں کی آنکھیں
مستحوان کے اندر اتنا پھر نہیں سکتیں۔ وجہ یہ ہے کہ
پرندوں کی آنکھوں کو پھیرنے والے پٹھے ایسے مکمل نہیں
ہوتے۔ پرندوں کی گردن سب طرف گھڑ سکتی ہے اور

آنکھ کو مستخوان کے اندر پھرنے کی ضرورت نہیں رہتی۔

سامعہ (سُننا)

انسان اور چوپائے جانوروں کے دوکان ہوتے ہیں۔ عام لوگ جس شے کو کان کہتے ہیں وہ دراصل بیرونی کان ہے۔ یہ بیرونی کان اصلی یا اندرونی کان کا ایک غیر ضروری حصہ ہے۔ یہ بیرونی کان آواز کی لہروں کو جمع کر کے اندرونی کان تک پہنچانے میں مدد دیتا ہے۔ اندرونی کان مستخوان کے اندر ہوتا ہے۔ بیرونی کان سے ایک گہری سرنگ اندرونی کان تک جاتی ہے۔ اس سرنگ کا یہ فائدہ ہے کہ اندرونی کان کا پردہ بیرونی چوٹوں سے محفوظ رہتا ہے۔ آواز کی لہریں سرنگ سے ہوتی ہوئی کان کے پردے پر ٹکراتی ہیں، اندرونی کان سے سائنسدانوں کا قیاس ہے کہ انسان کا بیرونی کان صرف زیبائش کا کام دیتا ہے۔ سننے میں اس سے کوئی خاص فائدہ نہیں پہنچتا۔

آپ غالباً یہ تو جانتے ہونگے کہ جلیح تالاب میں پتھر پھینکنے سے پانی میں لہریں پیدا ہوتی ہیں اسی طرح آواز سے ہوا میں لہریں پیدا ہوتی ہیں۔

کی بناوٹ بہت پیچیدہ ہوتی ہے اور اسے بیان کرنے کی اس جگہ ضرورت نہیں صرف اتنا ہی کہنا کافی ہے کہ اندرونی کان سے ایک عصب دماغ کو جاتی ہے۔ آواز کی لہریں اندرونی کان میں پہنچ کر اس عصب کو مؤثر کرتی ہیں۔ عصب ان لہروں کی خبر دماغ تک پہنچا دیتی ہے۔ اور جانور کو آواز سُنانی دیتی ہے۔

آواز کو سننے کے علاوہ کان اور بھی کام دیتا ہے۔ اسی کی مدد سے حیوانات اور انسان زمین پر ہوں یا ہوا میں ساکن ہوں یا متحرک اپنے اجسام کو باقربینہ سمجھا سکتے ہیں۔ کان ہی ان کو خوش اسلوبی کے ساتھ بیٹھنے چلنے پھرنے اور اُڑنے کے قابل بناتا ہے۔ چنانچہ جسم کی تمام باتر تیب حرکات اسی کی طفیل ظاہر ہوتی ہیں۔

پرندوں کے دو کان سر کے دائیں اور بائیں طرف آنکھوں کے نیچے اور پیچھے کو ہوتے ہیں۔ چوپاؤں اور انسان کی طرح پرندوں کے بیرونی کان نہیں ہوتے۔ اوپر بیان کیا گیا ہے کہ بیرونی کان کا کام آواز کی لہروں کو اکٹھا کرنا ہے۔ چوپاؤں کے بیرونی کان عموماً آگے پیچھے سب طرف مڑ سکتے ہیں اور انہیں اس لئے آواز کی لہروں کو جمع کرنے میں مدد ملتی ہے۔ انسان کے بیرونی کان مڑ نہیں سکتے۔

وہی مطلب جو چرپائے بیرونی کانوں کو موڑ کر حل کرتے ہیں۔ انسان گردن کو پھیر کر کرتا ہے۔ پرندوں کی گردن انسان کی گردن سے کئی گنا لچکدار ہے۔ یہ سب طرف مڑ سکتی ہے اس لئے پرندوں کو بیرونی کان کی ضرورت نہیں ہے اگر پرندوں کے بیرونی کان ہوتے تو فائدہ مند ہونے کی بجائے نقصان دہ ہوتے۔ اڑتے وقت یہ ہوا سے رگڑ کھانے۔ اس رگڑ کو زیر کرنے کے لئے طاقت خرچ ہوتی اور اڑنا دشوار ہو جاتا۔ اور بیرونی کان پرندوں کے لئے مصیبت کا باعث ہوتے۔

عام پرندوں کی سننے کی طاقت بھی دیکھنے کی طاقت کی طرح بڑی تیز ہوتی ہے۔ پرندے بڑے اعلیٰ اعلیٰ راگ گاتے ہیں اور قیاس ہے کہ گانے کی طاقت کے ساتھ پرندوں کی سننے کی طاقت بھی ضرور تیز اور اچھی ہوگی۔

شامہ (سونگھنا)

پرندوں کی چونچ کے اوپر دو نتھنے ہوتے ہیں پرندوں کے ناک کی بناوٹ باقی اعلیٰ حیوانات خصوصاً چوہاؤں کے مقابلے میں بہت سادہ ہوتی ہے۔ اس لئے پرندوں کی سونگھنے کی طاقت بھی بہت کم ہوتی ہے۔ صرف چند

پرندوں مثلاً آٹو وغیرہ کی سونگھنے کی طاقت اچھی ہوتی ہے۔
 عام پرندے خوشبو اور بدبو میں تمیز نہیں کر سکتے۔ گدھیں
 مردار کو سونگھ کر نیچے نہیں اترتیں بلکہ جب کوئی مردار کسی
 گدھ کو دکھائی دیتا ہے تو یہ نیچے اترتی ہے۔ دوسری
 گدھیں اس گدھ کو دیکھتی ہیں اور اُس کی تقلید کرتی ہیں
 یہ دیکھا گیا ہے کہ چو پائے مویشیوں اور دوسرے جانوروں
 کی سونگھنے کی طاقت دوسرے جانوروں اور چیزوں کو
 شناخت کرنے میں بڑی مدد دیتی ہے۔ لیکن پرندوں
 میں ایسا نہیں۔ پرندے عموماً آنکھوں سے دیکھ کر ہی
 سب چیزوں کو اور ایک دوسرے کو شناخت کرتے
 ہیں۔ کتنے ناک کے ساتھ سونگھتے سونگھتے پرندوں کا
 تعاقب کر سکتے ہیں۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ خاص
 خاص پرندوں سے خاص خاص قسم کی بو آتی ہے لیکن
 یہ بو ایسی دھیمی ہوتی ہے کہ پرندوں کو ایک دوسرے کی
 شناخت کرنے میں بالکل مدد نہیں دیتی۔

لامسہ (چھونا)

پرندے کا تقریباً سارا جسم ہی پروں یا پھلکوں سے
 ڈھکا ہوتا ہے۔ ہاتھوں کی انگلیاں پروں کے نیچے چھپی

ہوئی ہوتی ہیں۔ اس لئے چھونے کی طاقت بھی پرندوں میں بہت کم ہوتی ہے۔ مرغابی کی قسم کے پرندوں میں زبان کی نوک چھونے کی جس رکھتی ہے۔ کئی پرندوں کی چونچ کے اوپر کچھ ایسا گوشت ہوتا ہے جو چھونے کی جس رکھتا ہے۔ ایسا گوشت خصوصاً ایسے پرندوں کی چونچ کے اوپر ملتا ہے جو کچھڑ میں غذا تلاش کرتے رہتے ہیں۔ اس کے سبب کئی چیزوں کو دیکھنے کے بغیر ہی پرندے کئی ایشا سے آگاہ ہو جاتے ہیں +

والفہ (چکھنا)

پرندے غذا کو چبانے کے بغیر ہی نگل جاتے ہیں۔ چکھنے اور لذت لینے کے لئے چبانا ضروری ہے۔ اس لئے قیاس ہے کہ پرندوں کی چکھنے کی طاقت بھی معمولی ہی ہوتی ہے۔ صرف چند پرندوں کی زبان پر ہی وہ چھوٹی چھوٹی اعصاب ملتی ہیں جو چکھنے کا کام دیتی ہے۔ بہت سے پرندوں کی زبان سخت اور ان اعصاب کے بغیر ہی ہوتی ہے +

پرندوں کا گھونسلہ

عام لوگ خیال کرتے ہیں کہ جس طرح انسان رہنے کے لئے گھر بناتا ہے اُسی طرح پرندے بھی رہنے پہنے کے لئے گھونسلے بناتے ہیں۔ اور سارا سال گھونسلوں کے اندر رہتے ہیں۔ دراصل یہ درست نہیں۔ پرندوں کے گھونسلے انسان کے مکانات کی طرح سارا سال رہنے کے لئے نہیں بنائے جاتے۔ پرندے سال کا بہت سا حصہ گھونسلوں میں نہیں رہتے۔ رات کے وقت عموماً درختوں کی ٹہنیوں میں کھلی ہوا کے اندر ہی بسیرا کرتے ہیں۔ جب انڈے بچے دینے کے دن قریب آتے ہیں تو پرندے گھونسلے بنانے شروع کرتے ہیں۔

گھونسلے سے دو مطلب حل ہوتے۔ اول گھونسلہ انڈوں
بچوں اور سہنے والے پرندوں کے لئے پناہ کا کام دیتا ہے
گھونسلے کے اندر انڈے اور بچے اور سہنے والا پرندہ دشمن
جانوروں کے حملوں سے کسی حد تک محفوظ رہتے ہیں۔ دوم
گھونسلے کے اندر بیٹھا ہوا پرندہ انڈوں کو اچھی طرح سہ
سکتا ہے +

گو عموماً گھونسلے کا لفظ پرندوں سے ہی وابستہ ہے لیکن
گھونسلہ صرف پرندے ہی نہیں بناتے۔ آپ نے گرمیوں
کے موسم میں جا بجا بھڑوں کے چھتے دیکھے ہوں گے۔ ان
چھتوں کے اندر بھڑیں انڈے دیتی ہیں اور ان کے اندر
ہی بچے بھی پلتے ہیں + گلہری بھی درختوں میں بڑا سا گھونسلہ
بناتی ہے۔ بھڑیں اور گلہری پرندے نہیں۔ لیکن اس
کے باوجود بھی گھونسلے کا لفظ دماغ کے اندر فوراً پرندوں
کا خیال پیدا کرتا ہے + بہت سے پرندے درختوں میں
اوپرچی اوپرچی جگہ گھونسلے بناتے ہیں۔ یہ گھونسلے درختوں
اور ٹہنیوں کے پتوں میں چھپے رہتے ہیں۔ ان کو معلوم
کہ ناکوئی معمولی سی بات نہیں + گھونسلے کے اندر بیٹھ کر
انڈوں کو سہنا بہت آسان ہوتا ہے۔ گھونسلے کی گہرائی
بچوں کو گھونسلے سے نیچے گرنے سے بچاتی ہے۔ گھونسلے

کی نرم ملائم اور گرم چیزیں انڈوں اور بچوں کی حرارت کو برقرار رکھتی ہیں +

اگر گھونسلہ بنانے کے مصالحے کی قلت نہ ہو اور جس قسم کی چیزیں ایک خاص قسم کے پرندے کو مطلوب ہوں بکثرت مل سکیں تو دیکھا گیا ہے کہ خاص خاص پرندے ہمیشہ ہی خاص خاص اشیاء سے گھونسلے کو تعمیر کرتے ہیں۔ ان کی شکل بھی عموماً ایک جیسی ہی ہوتی ہے۔ جن اصحاب نے گھونسلوں کا اچھی طرح مطالعہ کیا ہو وہ ایک گھونسلے کی بناوٹ اور شکل کو دیکھتے ہی کہہ سکتے ہیں کہ یہ کس پرندے کا گھونسلہ ہے + بہت سے پرندے اکثر درختوں کی خشک ٹہنیوں سے درختوں کی گھنی شاخوں میں گھونسلے بناتے ہیں۔ ان کے اندر پروں بالوں یا پھوس کی نرم تہ جاتے ہیں۔ بعض ہمیشہ زمین پر ہی گھونسلے بناتے ہیں۔ جس طرح ہر ایک پرندے کی شکل اور چال ڈھال نرالی ہے اسی طرح ہر ایک پرندے کا گھونسلہ بھی باقیوں سے نرالا ہی ہوتا ہے +

گھونسلے کو بنانے کے لئے پرندے دود دود سے مصالح اکٹھا کرتے ہیں۔ عموماً نر اور مادہ دونوں ہی اس کام میں شریک ہوتے ہیں۔ اکثر دفعہ گونر گھونسلے کے

مصالحے کو جمع کرنے میں مدد دیتا ہے۔ لیکن ان اشیاء سے گھونسلہ تعمیر کرنا مادہ کا کام ہے۔ گھونسلہ تعمیر کرنے میں پرندے اپنی چونچ اور پاؤں استعمال کرتے ہیں۔ مادہ اور زربیا دونوں گھونسلہ بنانے میں شریک ہوتے ہیں یہ دونوں نہایت اتفاق سے کام کرتے ہیں + ان کا مفصل ذکر ایک اگلے باب میں درج کیا گیا ہے +

بعض پرندے گھونسلہ نہیں بناتے۔ زمین پر ہی ادھر ادھر انڈے بچے دیدیتے ہیں۔ مسٹریلیا کا ایک پرندہ جسے میگا پاؤ (MEGAPOD) کہتے ہیں۔ پتوں وغیرہ کا ایک بڑا سا ڈھیر لگاتا ہے۔ اس ڈھیر کا پلیٹ و س گز کے قریب اور اس کی اونچائی پانچ چھ گز ہوتی ہے۔ اس ڈھیر کے اندر بہت سی مادہ انڈے دے جاتی ہیں۔ انڈے دینے کے بعد مادہ چلی جاتی ہیں۔ دھوپ کی گرمی اور پتوں کے تخمیر ہونے سے جو حرارت پیدا ہوتی ہے وہ انڈوں کی پرورش کے لئے کافی ہوتی ہے۔ ان انڈوں سے جونہی بچے برآمد ہوتے ہیں وہ اڑنے کے قابل ہوتے ہیں چنانچہ انڈوں سے نکلنے ہی وہ ڈھیر سے نکل کر اڑ جاتے ہیں۔ اگر ڈھیر بہت گرم ہو جائے تو پرندے آکر اس کو ذرا کھول دیتے ہیں اور حرارت کا درجہ کم ہو جاتا ہے۔

اس لئے اس پرندے کو کئی دفعہ تھرمامیٹر برڈ
(THERMOMETER BIRD) بھی کہتے ہیں۔ ان پرندوں
کے طرز عمل سے ظاہر ہوتا ہے کہ گو یہ پرندے اندوں
کو خود نہیں سہتے۔ لیکن پھر بھی یہ پرندے اپنے بچوں
کے لئے بڑی دور اندیشی سے کام لیتے ہیں۔

ہر ایک ماں باپ (مرد و عورت) کبھی نہ کبھی غصے میں
آکر اپنے بچوں کو کہہ دیتے ہیں کہ تم کو ہم نے بڑی مصیبت
سے پالا تھا..... اس میں دراصل ذرا شک نہیں
کہ بچوں کو پالنے میں ماں باپ کو سینکڑوں مصیبتیں جھیلنی
پڑتی ہیں۔ انسان کا بچہ پیدائش کے وقت اور کچھ سال
بعد تک بالکل بے بس ہوتا ہے۔ اور اپنے لئے کچھ
بھی نہیں کر سکتا۔ صرف رونا جانتا ہے۔ گھائے بھینس کے
بچے پیدائش کے بعد فوراً ہی اٹھ کر دوڑنا بھاگنا شروع
کرتے ہیں۔ ان کو صرف چند چھینے ماں کے دودھ کی
ضرورت ہوتی ہے۔ لیکن انسان کا بچہ جب دوسری
غذا بھی کھانی شروع کر دیتا ہے تو بھی اُسے ماں باپ
کی مدد کی سخت ضرورت رہتی ہے۔ اوپر ذکر کیا گیا ہے کہ
مُرغی کے چوزے پیدائش کے وقت سے ہی تیز و طرار
ہوتے ہیں۔ اس کے باوجود بھی آپ نے اکثر دیکھا ہوگا

کہ جب مِرنی زمین کو کرید کر کوئی غذا کا ٹکڑا یا دانہ وغیرہ نکالتی ہے تو ایک خاص محبت بھری آواز سے اپنے چوزوں کو بلاتی ہے۔ کبوتر کے بچے پیدائش کے وقت برہنہ ہوتے ہیں۔ ان کے جسم کے اوپر بال درپہ نہیں ہوتے۔ اور یہ بچا رے بالکل تنگ دنیا میں وارد ہوتے ہیں۔ اس وقت ان کے ماں باپ ان کو اپنا دودھ پلاتے ہیں۔ کبوتر کے دودھ کی حقیقت اوپر بیان کی گئی ہے۔ کچھ دنوں کے بعد ماں باپ ان کو دانے وغیرہ کھلانے شروع کرتے ہیں۔ ہم نے ایسے بچوں کے پوٹے (کراپ (CROP) کو ٹولا ہے۔ اس کے اندر دانے محسوس کئے جاسکتے ہیں بہت سے پرندے اپنی زندگی کا بہت سا وقت اپنے بچوں کی پرورش میں صرف کرتے ہیں۔ بہت سے پرندے اپنے بچوں کو چھوٹے چھوٹے کیڑے کھلا کر پالتے ہیں۔ باہر سے کیڑوں کو پکڑ پکڑ کر لاتے ہیں۔ اور بچوں کے منہ میں ڈالتے ہیں۔ ایک ہی دن میں ہزاروں کیڑوں کی جانیں تلف ہوتی ہیں۔ اور والدین کو سینکڑوں دفعہ گھر آنا پڑتا ہے۔ کئی نہ پرندے جو انڈوں کو پہنے کے وقت ماڈ کا ہاتھ نہیں بٹاتے۔ وہ بھی جب بچے پیدا ہو جائیں تو گھونسلے کو واپس آ جاتے ہیں۔ اور بچوں کو پالنے پوسنے

میں اپنے جھٹے سے زیادہ کام کرتے ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ انسان کی طرح پرندے بھی نہایت تن دہی کے ساتھ اپنے بچوں کو پالتے ہیں +

گھونسلے کے اندر نشے بچوں کو غذا بہم پہنچانا اور انہیں گرم رکھنا ہی صرف ضروری نہیں بلکہ گھونسلے کو صاف ستھرا رکھنا بھی نہایت ضروری ہے۔ یہ دیکھا گیا ہے کہ بعض پرندے اپنے بچوں کی بیٹھوں کو اپنے منہ میں اٹھا کر گھونسلے سے باہر پھینکتے ہیں اور گھونسلے کو صاف کرتے ہیں۔ بعض ایسے ہشیار بھی ہیں جو بچوں کو گھونسلے کے کنارے کے قریب کر دیتے ہیں تاکہ فضلہ گھونسلے کے باہر نیچے گر جائے۔ انسان کو ایسے پرندوں سے صفائی کا سبق سیکھنا چاہئے۔ صرف چند پرندے ایسے ہیں جو اپنے گھونسلے کو صاف نہیں رکھتے۔ ہڈ کا گھونسلہ خصوصاً گنا اور بدبودار ہوتا ہے +

گھونسلے کو صاف رکھنا صرف صحت کے لئے ہی ضروری نہیں بلکہ ب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ صاف ستھرے گھونسلے سے بدبو نہیں آتی اور پرندوں کے دشمن جو انڈوں بچوں کی کھوج میں رہتے ہیں انہیں گھونسلے کا پتہ نہیں لگتا اور انڈے بچے محفوظ رہتے ہیں بعض مائندوں کا قیاس ہو کہ ہڈ کا بدبودار گھونسلہ بھی یہی کام دیتا ہے +

ہم اوپر ذکر کر چکے ہیں کہ پرندے مچھلیوں مینڈکوں وغیرہ سے بہت ہی کم انڈے دیتے ہیں۔ مادہ مینڈک لاکھوں ہی انڈے دیتی ہے۔ لیکن پالتو مرغی جو پرندوں میں زیادہ انڈے دینے کے لئے مشہور ہے۔ اکثر بیس پچیس ہی انڈے دیتی ہے۔ جنگلی مرغی اور دوسرے جنگلی پرندے تو اس سے بھی کم انڈے دیتے ہیں۔ کبوتری صرف دو ہی انڈے دیتی ہے۔ قدرت نے ایسا انتظام کیا ہے کہ پرندے اپنی نسل افزائی کی طاقتوں کو کفایت شعاری سے استعمال کریں۔ تھوڑے انڈے دینے کے باوجود بھی پرندے دنیا سے نیرت نہیں ہو رہے۔ کیونکہ ان کے بہت سے انڈوں میں سے بچے نکل آتے ہیں۔ مینڈک کے لکھ لکھا انڈوں میں سے تھوڑے ہی بچے نکلے ہیں باقی انڈے ضائع ہو جاتے ہیں۔ ان تھوڑے ہی بچوں میں سے صرف چند ہی جو ان ہوتے ہیں باقی بہت سے ادھر ادھر جاں بحق ہوتے ہیں + کبوتری کے دو انڈوں میں سے اکثر دونوں بچے برآمد ہوتے ہیں۔ یہ نہ سمجھ لینا کہ پرندوں کے انڈے اور بچے چھوٹی عمر میں تلف ہی نہیں ہوتے۔ بلکہ بات یہ ہے کہ پرندوں کے انڈے اور بچے چھوٹی عمر میں نہایت تلیل تعداد میں جاں بحق ہوتے ہیں +

بچوں کی تعداد کم ہونے سے پرندوں کو ایک یہ فائدہ بھی ہے کہ والدین تھوڑے بچوں کی حفاظت اور پرورش نہایت اچھی طرح سرانجام دے سکتے ہیں۔ ایک اور فائدہ یہ ہے کہ بچوں کی تعداد تھوڑی سی ہونے کے سبب سے والدین کا بچوں سے بہت گہرا تعلق پیدا ہوتا ہے۔ اور قیاس ہے والدین اور بچوں کے مابین محبت ہونے سے دونوں کی زندگی پُر لطف ہو جاتی ہے +

بچوں کی تعلیم اور تربیت

صرف انسان ہی اپنے بچوں کو تعلیم اور تربیت نہیں دیتا بلکہ جانور بھی اپنے بچوں کو بہت کچھ سکھاتے پڑھاتے ہیں۔ مرغی کو کڑا کڑا کر کے چوزوں کو بلاتے ہوئے آپ نے دیکھا ہوگا۔ اگر مرغی کے انڈوں کو کسی دوسرے پرندے کے نیچے رکھ کر بچے نکلائے جائیں تو ایسے چوزوں کو مرغی کی گڑا گڑا (بلانے کی آواز) کی سمجھ نہیں ہوتی۔ ایسے بچے پیاسے ہوں لیکن پانی کے پاس سے گزر جائیں گے۔ اور پانی پی کر پیاس نہیں بجھائیں گے۔ ان کو پانی کا علم نہیں ہوتا۔ یہ سب کچھ ماں باپ کے سکھانے سے آتا ہے۔ چوزے پیدائش کے وقت بہت سی باتوں سے بے بہرہ ہوتے ہیں لیکن

یہ بہت ذہین ہوتے ہیں اور بہت جلد سیکھنا شروع کرتے ہیں ۔

بہت سے پرندے ایسے ہیں کہ جن کے بچے قدرتی طور پر تیز نا نہیں جانتے۔ لیکن ان کے ماں باپ انہیں تیز نا اور غوطے لگانا سکھاتے ہیں۔ اسی طرح ماں باپ بچوں کو ان کے قدرتی دشمنوں سے بھی آگاہ کرتے ہیں۔ یہ امر بھی قابل توجہ ہے کہ پرندوں کے بچے بہت سی باتیں سکھانے یا سیکھنے کے بنیاد پیدائش سے ہی جانتے ہیں۔

اس طاقت کو عقل حیوانی یا انسٹنکٹ (INSTINCT) کہتے ہیں۔ عقل حیوانی کی ایک نہایت دلچسپ مثال یہ ہے کہ تیز کے بچے جب خطرے میں ہوں تو ان کے والدین ایک خاص آواز نکالتے ہیں۔ بچے یہ آواز سنتے ہی جھوٹ زمین کے ساتھ دبک جاتے ہیں اور جب تک خطرہ دور نہ ہو جائے اور والدین کی تسلی بخش آواز نہ آئے تب تک یہ بالکل بے حس و حرکت پڑے رہتے ہیں۔ یہ حرکات عقل حیوانی کا نتیجہ ہیں کیونکہ جن بچوں کی عمر صرف دو یا تین گھنٹے ہی ہو وہ بھی بالکل اُسی طرح دبک جاتے ہیں جیسے کہ وہ بچے جن کی عمر کئی ہفتے ہو۔ پس یہ حرکات بچوں کو سکھانے پڑھانے سے نہیں بلکہ پیدائش سے

ہی آتی ہیں ۔

جو تعلیم اور تربیت جانوروں کو اپنے والدین سے ملتی ہے ۔ اس سے جانوروں کو بہت فائدہ پہنچتا ہے ۔ دنیا میں بہت سے جانور رہتے ہیں ۔ جہاں کہیں دو یا زیادہ اقسام کے جانور ایک ہی علاقے میں اکٹھے رہتے ہوں زندگی کی ضروریات کے لئے ان میں جدوجہد ہوتی ہے ۔ بعض تو گوشت خور ہوتے ہیں مثلاً باز ۔ ایسے جانور تو دوسرے جانوروں کو کھا جاتے ہیں ۔ جو گوشت خور نہیں ہوتے مثلاً کبوتر جو بچوں اور پھلوں پر گزارہ کرتے ہیں ۔ اب مختلف اقسام کے گوشت خور جانوروں میں جدوجہد ہوتی ہے ۔ جو زیادہ طاقتور اور ہوشیار ہوتے ہیں وہ جلدی سے اور آسانی سے شکار کر لیتے ہیں ۔ اس کشمکش زندگی میں کامیاب بنانے کے لئے تمام اعلیٰ جانور اپنے بچوں کو کچھ نہ کچھ تعلیم ضرور دیتے ہیں اور پرندے اس کام میں باقی اعلیٰ جانوروں سے پیچھے نہیں ہیں ۔

پرندوں کے انڈے

مچھلیاں، کچھوے، مگر مچھ سانپ اور مینڈک انڈے دیتے ہیں۔ مینڈکوں کے انڈوں کے اوپر خول نہیں ہوتے مگر مچھوں اور سانپوں کے انڈوں کے اوپر خول ہوتے ہیں۔ لیکن مگر مچھ کی قسم کے بعض رنگنے والے جانوروں کے انڈوں کا خول لچکدار ہوتا ہے۔ آپ ریشن کر حیران ہوں گے کہ آسٹریلیا میں دو اقسام چو پاؤں کی بھی ایسی ہیں جو انڈے دیتے ہیں۔ ان کے انڈے مادہ جانور کے جسم کے اندر پرورش نہیں پاتے پرندوں کی طرح مادہ جانور ان کو اپنے جسم کی حرارت سے ہستے ہیں + آپ نے شاید برسات کے موسم میں مادہ مینڈک کو

جو ہر میں انڈے دیتے دیکھا ہوگا۔ مینڈک کے انڈے گول ہوتے ہیں۔ ایک انڈے کا قطر قریباً $\frac{1}{16}$ انچ تک ہوتا ہے۔ ایک مادہ مینڈک کئی ہزار انڈے ایک ہی موسم میں دیتی ہے۔ انڈے دینے کے بعد نر اور مادہ مینڈک دونوں انڈوں کی کچھ پرواہ نہیں کرتے۔ انڈے خود بخود پانی میں پرورش پاتے رہتے ہیں۔ کچھ دنوں کے بعد ان انڈوں سے ننھے ننھے مینڈک بن جاتے ہیں۔ لیکن یہ نہ سمجھ لینا کہ سارے ہی انڈوں سے مینڈک بن جاتے ہیں۔ ان انڈوں کی لا انتہا تعداد غنائ ہو جاتی ہے۔ کچھ تو پانی کی لہروں اور بہاؤ کے سبب کنارے کے قریب پہنچ جاتے ہیں۔ اور پانی جب تھوڑا سا بھی پیچھے کو ہٹتا ہے تو وہ کنارے پر ہی رہ جاتے ہیں۔ کیچڑ پر پڑا رہنے سے کچھ دیر کے بعد خشک ہو جاتے ہیں۔ اور مر جاتے ہیں۔ مینڈک کے انڈوں کی بہت سی تعداد دیگر آبی جانور ہرپ کر جاتے ہیں۔ بالآخر مینڈک کے ہزاروں انڈوں میں سے صرف چند ہی انڈوں سے بچے بنتے ہیں۔ ایسے حالات کے اندر ماں باپ انڈوں بچوں کی کچھ حفاظت نہیں کر سکتے اور نہ ہی کرتے ہیں۔ مینڈک کی نسل کو برقرار رکھنے کے لئے قدرت نے صرف یہی انتظام کر رکھا ہے کہ مینڈک

لا انہما انڈے دیویں۔ اور ان میں سے کچھ بچ کر نئے مینڈک بن جائیں؛ علیٰ ہذا القیاس جو جو جانور اپنے انڈوں اور بچوں کی حفاظت اور پرورش نہیں کرتے ان سب کی مادہ بے شمار انڈے دیتی ہیں۔ اُن انڈوں کی تعداد کا اندازہ لگانا جو ایک مادہ مینڈک اپنی ساری عمر میں دیتی ہے اگر ناممکن نہیں تو از حد مشکل ضرور ہے۔

مینڈک کے مقابلے میں ایک مُرغی کی ساری عمر کے انڈوں کا شمار کرنا از حد آسان ہے۔ قدرت مُرغی کی نسل افزائی میں نہایت کفایت شکاری سے کام لیتی ہے۔ کیا آپ اس بات کی اہلیت کو سمجھیں؟ بات دراصل یہ ہے کہ مُرغی کے انڈوں میں سے بہتوں سے بچے بن جانے کی اُمید ہوتی ہے۔ کیونکہ مُرغی اپنے انڈوں کی حفاظت کرتی ہے۔ انکو سہتی ہے۔ اور جب بچے نکل آتے ہیں تو ان کی نگہبانی کرتی ہے۔ پالتو مُرغی تو ایک ہی جھول میں پھر بھی کئی انڈے دے دیتی ہے۔ لیکن بعض پرندے ایسے ہیں جو ایک جھول میں صرف ایک یا دو انڈے ہی دیتے ہیں۔ مثلاً کبوتری صرف دو ہی انڈے دیتی ہے۔

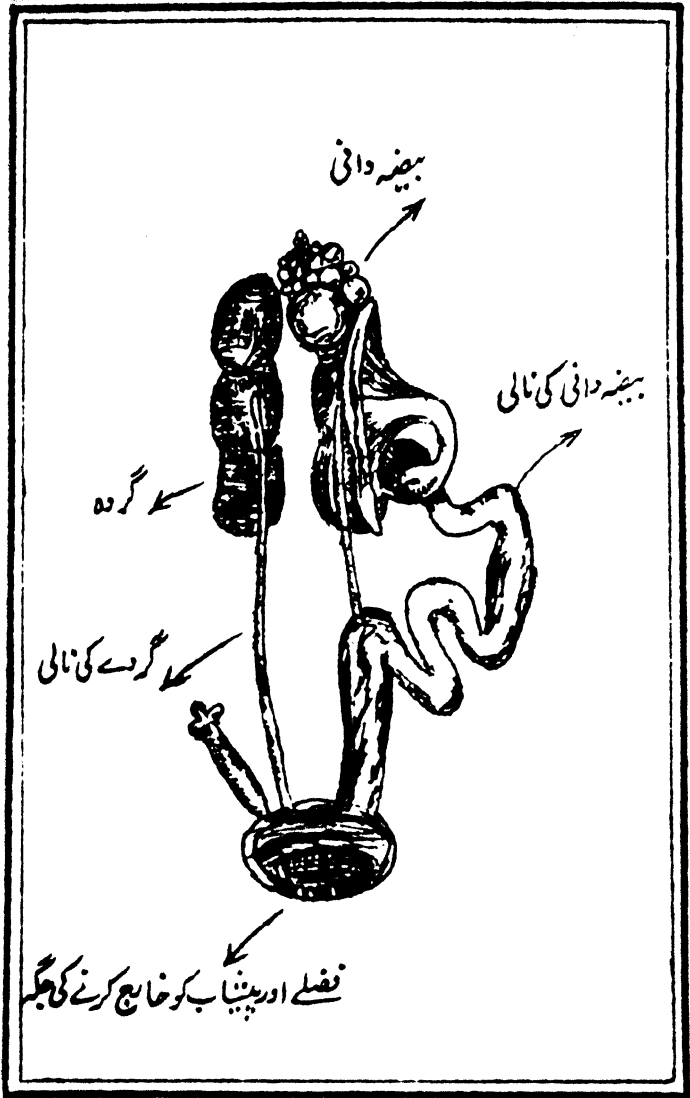
تمام جانوروں میں پرندوں کے انڈے مکمل ہیں۔ دراصل جس چیز کو علم حیوانات اور علم نباتات کے ماہر انڈہ کہتے

ہیں وہ ہر ایک جاندار (جانور اور پودے) میں ہوتا ہے۔ اعلیٰ درجے کے جانوروں یعنی حیوانوں کے جسم میں جس عضو میں انڈے بنتے ہیں اُس کو بیضہ دانی یا اودری (OVARY) کہتے ہیں۔ بیضہ دانی سے انڈے تیار ہو کر بیضہ دانی کی نالی یعنی اودری ڈکٹ (OVIDUCT) میں پہنچتے ہیں۔ وہاں اگر انڈے کے ساتھ اصل نر جزو مل جائے تو انڈہ باردار ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر انڈے کے ساتھ اصلی نر جزو نہ ملے تو انڈہ باردار ہونے کے بغیر ہی باہر نکل جاتا ہے۔ ایسے انڈوں سے بچے نہیں بن سکتے اور وہ ضائع ہو جاتے ہیں باردار ہونے کے بعد انڈے کی نشوونما شروع ہوتی ہے۔ چوپائے جانوروں میں تو یہ نشوونما بیضہ دانی کی نالی کے ایک جھٹے میں ہی پایہ تکمیل کو پہنچتی ہے اور وہاں سے ایک بچہ بن کر باہر نکلتا ہے۔ پرندوں اور ان جیسے اور انڈے دینے والے جانوروں اور چوپاؤں میں یہ فرق ہے کہ چوپاؤں میں

لے کر چوپائے حیوانوں میں تو ایک انڈے کے باردار ہو جانے کے بعد بیضہ دانی میں اور انڈے بنتے بند ہو جاتے ہیں۔ لیکن پرندوں میں اکثر ایک انڈہ باردار ہونے کے بعد بیضہ دانی میں اور انڈے بھی بنتے رہتے ہیں۔ اور سب کے بعد دیگرے باردار ہو کر باہر نکل آتے ہیں۔

تو باردار شدہ انڈے کی ساری نشو و نما مادہ جانور کے اندر ہی ہو جاتی ہے اور مادہ کے جسم سے بچہ پیدا ہوتا ہے۔ لیکن پرندوں میں باردار شدہ انڈے کی تھوڑی سی ہی نشو و نما ہو چکنے کے بعد اس ننھے سے جانور کے ساتھ غذا کا بہت سا ذخیرہ جمع کر دیا جاتا ہے۔ اس غذا کے ہمراہ اس ننھے جانور کو ایک خول کے اندر بند کر کے جسم سے باہر نکال دیا جاتا ہے اس لئے پرندوں کے بچوں کی بہت سی نشو و نما اس خول کے اندر لیکن مادہ کے جسم سے باہر ہوتی ہے۔

چوپائے حیوانوں میں عموماً مادہ جانور کے جسم کے اندر دو بیضہ دانیایں ہوتی ہیں۔ اور ان ہر دو کی الگ الگ نالیاں بھی ہوتی ہیں۔ لیکن پرندوں کے جسم میں صرف بائیں طرف والی بیضہ دانی اور صرف اسی طرف کی ایک نالی ہوتی ہے۔ جیسا کہ اوپر کئی جگہ ذکر کیا گیا پرندوں کے جسم میں سے کئی اعضا کی قربانی اس خاطر کی گئی ہے کہ اڑنے کے وقت جسم کا بوجھ ہلکا رہے۔ علم حیوانات کے ماہر اس بات پر متفق ہیں کہ پرندوں کی دائیں طرف کی بیضہ دانی اور اس کی نالی بھی اسی خاطر غائب ہو گئی ہیں۔ اس دلیل کا ایک ثبوت یہ دیا جاتا ہے کہ گاہے گاہے مادہ پرندوں میں دونوں ہی بیضہ دانیایں پائی جاتی ہیں۔ ایک صاحب



ایک بطخ کا ذکر کرتے ہیں کہ وہ بعض دفعہ ایک دن میں دو انڈے دیا کرتی تھی۔ جب اس بطخ کے جسم کو پھاڑ کر دیکھا گیا تو اندر سے دو بیضہ دانیاں برآمد ہوئیں۔

انڈے دینے کے موسم کے سوا مادہ کی بیضہ دانی کا حجم اور وزن بہت کم ہوتا ہے۔ صرف انڈے دینے کے موسم میں بیضہ دانی بڑی سی ہوتی ہے۔ اگر پرندہ سارا سال انڈے دیتا رہے تو اسے ہمیشہ ہی وزنی بیضہ دانی کو اٹھا کر ہوا میں اڑنا پڑے گا اور بیضہ دانی کے زیادہ وزن کی وجہ سے اڑنے میں دقت ہوگی۔ اس دقت کو رفع کرنے کے لئے قدرت نے انتظام کر رکھا ہے کہ پرندے خاص خاص دنوں میں انڈے دیں تاکہ ان دنوں کے سوا باقی سارا سال بوجھل بیضہ دانی کو اٹھانے کی دقت نہ ہو۔

پرندوں کے انڈے کی بناوٹ

مختلف پرندوں کے انڈوں کا رنگ مختلف ہوتا ہے۔

یہ رنگ دراصل ان رنگین ذرات یا پگمنٹس (PIGMENTS) کی وجہ سے ہوتا ہے جو انڈے کے خول میں موجود رہتے ہیں سات قسم کے رنگین ذرات مختلف انڈوں کے خولوں

سے بطخ عموماً روزانہ ایک انڈہ دیتی ہے۔

میں پائے گئے ہیں۔ بعض انڈوں کے اوپر رنگین دھبے اور بعض کے اوپر رنگین دھاریاں پائی جاتی ہیں۔ بعض میں دھاریاں اور دھبے دونوں ہی ملتے ہیں۔ جب انڈہ بیضہ دانی کی نالی میں سے نیچے کو اتر رہا ہوتا ہے تو اس وقت اس نالی سے رنگین ذرات انڈے کے خول میں جمع ہوتے ہیں۔ جن انڈوں کے خولوں میں کوئی بھی رنگین ذرات جمع نہیں ہوتے ان کا رنگ سفید رہتا ہے۔ عموماً جن پرندوں کے انڈے رنگین ہوتے ہیں ان کے انڈے بھی سب ایک جیسے نہیں ہوتے۔ آسٹریلیا میں بٹیر کی ایک قسم ملتی ہے جس کے انڈے کبھی تو بھورے سبز اور کبھی سفید ہوتے ہیں۔ چکور کے انڈوں میں بھی یہی خصوصیت پائی جاتی ہے۔

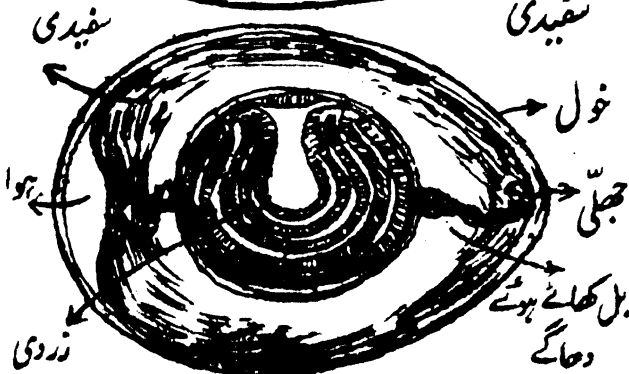
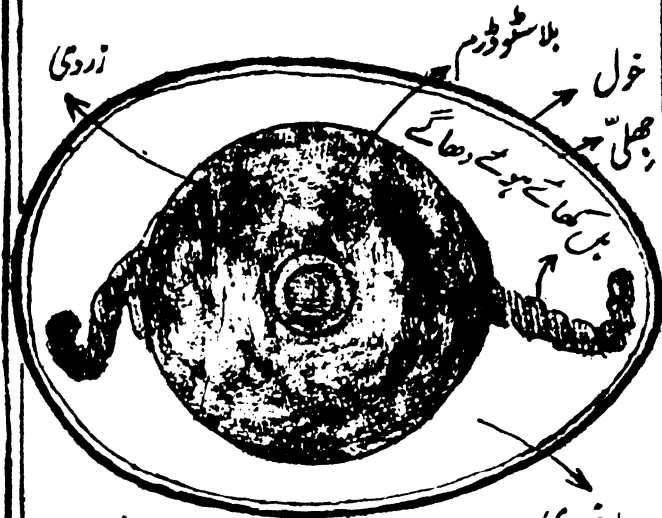
انڈوں کا رنگ پرندے کے جسم کے رنگ سے کوئی تعلق نہیں رکھتا۔ لیکن یہ دیکھا گیا ہے کہ انڈوں کا رنگ آس یا س کی چیزوں کے رنگ سے اکثر ملتا جلتا ہوتا ہے اس رنگ کی وجہ سے انڈے دشمنوں سے محفوظ رہتے ہیں سفید انڈے رنگین انڈوں سے شوخ ہوتے ہیں۔ اس لئے سفید انڈے دینے والے پرندوں کا گھونسلا باقیوں سے زیادہ گہرا ہوتا ہے۔ اس کے اندر انڈے کچھ محفوظ رہتے ہیں

گھونسلوں کا درختوں کے اوپر ہونا بھی فائدہ مند ہوتا ہے +
 پرندوں کے انڈوں کے حجم کا انحصار اُس غذا کی
 مقدار پر ہے جو ننھے بچے کے ساتھ جمع کی جاتی ہے۔ جو
 پرندے بڑے بڑے انڈے دیتے ہیں اُن کے بچے
 انڈوں سے نکلنے ہی بہت چست ہوتے ہیں۔ اور اُن کے
 جسم پروں سے ڈھکے ہوئے ہوتے ہیں۔ اس کے برعکس
 جو پرندے چھوٹے چھوٹے انڈے دیتے ہیں اُن کے بچے
 انڈوں سے نکلنے کے وقت بالکل برہنہ ہوتے ہیں +

انڈے کی بیرونی شکل عموماً بیضوی ہوتی ہے۔ لیکن بعض
 پرندوں کے انڈے بیضوی نہیں ہوتے۔ مثلاً اُلُو کا انڈہ
 تقریباً گول ہوتا ہے۔ کئی دفعہ یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ ایک ہی
 پرندے کے بہت سے انڈے اگر جمع کئے جائیں تو اُن
 میں بعض بڑے انوکھے ہوتے ہیں۔ جب انڈہ بیضہ دانی
 کی زالی میں اُترتا ہوا نیچے کو آتا ہے تو اس کا بڑا پہلو ہمیشہ
 آگے کو ہوتا ہے +

مُرعی کے انڈے سے تو عام لوگ واقف ہیں۔ اس
 انڈے کا خول سفید سا ہوتا ہے۔ یہ خول کافی مضبوط اور
 سخت ہوتا ہے۔ خول کے سخت ہونے سے یہ فائدہ
 ہے کہ جب پرندہ انڈے کے اوپر بیٹھ کر اُس کو سہتا ہے

اندھے کو کھول کر دکھایا گیا ہے۔



اندھے کو سر بسر کاٹ کر دکھایا گیا ہے۔

تو پرندے کے بوجھ سے انڈہ ٹوٹ نہیں جاتا اور نہ بائچہ انڈہ محفوظ رہتا ہے۔ خول کے اندر ایک باریک سی سفید جھلی ہوتی ہے۔ اُبلے ہوئے انڈے کو آپ نے بار بار توڑ کر دیکھا ہو گا۔ سفید جھلی کے اندر چاروں طرف کچھ مقدار سفید ٹھوس شے کی ہوتی ہے۔ اُبالنے سے پہلے یہ شے شفاف لیسدار سی ہوتی ہے۔ اس شے کو انڈے کی سفید سی یا ایلیمین ALBUMEN کہتے ہیں۔ گرم کرنے پر یہ شے سفید اور ٹھوس ہو جاتی ہے۔ اس سفید سی کے اندر اُبلے ہوئے انڈے میں ایک زرد گولی سی ملتی ہے اسے انڈے کی زردی یا یوک (YOLK) کہتے ہیں۔ یہ بھی گرم کرنے سے پہلے لیسدار ہوتی ہے لیکن حرارت پہنچنے پر ٹھوس ہو جاتی ہے۔ انڈے کے ایک طرف تھوڑی سی جگہ خالی ہوتی ہے اس کے اندر ہوا بھری ہوتی ہے انڈے کی بناوٹ کا اچھی طرح ملاحظہ کرنے کے لئے ایک تانے انڈے کو بائیں ہاتھ کے انگوٹھے اور انگلیوں کے درمیان پکڑ لیں۔ دائیں ہاتھ میں ایک چمچ لیکر انڈے کے خول کو اوپر کی طرف سے ٹھکور دیں۔ اس طرح خول کے تھوڑے سے حصے کو توڑ کر الگ کر دیں۔ جہاں سے آپ خول کو الگ کریں گے تو اس جگہ کے نیچے ہی زردی کی گولی سفید سی کے اوپر تیرتی ہوئی نظر آئے گی۔ اس زردی کے اوپر ایک

چھوٹی سی گول اور چپٹی سی چیز تیر رہی ہوگی۔ اسے بلاسٹوڈرم (BLASTODERM) کہتے ہیں یہی نہبا بچہ ہے۔ اس حالت تک اس کی نشوونما مادہ جانور کے اندر ہی ہو جاتی ہے لیکن اس کے بعد اس کی نشوونما اس وقت شروع ہوتی ہے جب پرندہ انڈے کو سہنا شروع کرتا ہے، انڈے کے خول میں آپ نے جو سوراخ کیا ہو اگر آپ اس کو کسی طریقے سے بند کر دیں تاکہ سفیدی بہ کر نہ جائے اور پھر انڈے کو پلٹ کر اس کے خول میں دوسری طرف کہیں اور ویسا ہی سوراخ کریں تو زردی پھر سفیدی کے اوپر ہی تیرتی ہوئی ملے گی۔ اور زردی کے اوپر وہی بلاسٹوڈرم (BLASTODERM) موجود ہوگی۔ انڈے کی زردی سفیدی سے ہلکی ہوتی ہے اور بلاسٹوڈرم ان دونوں سے ہلکی ہوتی ہے۔ جس وقت آپ انڈے کو پلٹتے ہیں تو ہلکی بلاسٹوڈرم (BLASTODERM) اور زردی بھاری سفیدی کے نیچے آ جاتی ہیں۔ یہ فوراً ہی تیر کر پھر انڈے کے اوپر کی طرف آ موجود ہوتی ہیں۔ اس کی مابینیت آگے چل کر بیان کی جائے گی، اگر تازے انڈے کو توڑا جائے تو زردی سے وابستہ دونوں طرف دو بل کھائے ہوئے دکھائے سے نظر آئیں گے۔ ان دکھاگوں کا کام ریل

گاڑی کے بفرز (BUFFERS) کا سا ہوتا ہے۔ ہر ایک ریل گاڑی کے دونوں طرف آپ نے دو بڑے بڑے بفرز (BUFFERS) دیکھے ہوں گے۔ یہ بفرز ریل گاڑیوں کو آپس میں ٹکرا کر پاش پاش ہو جانے سے بچاتے ہیں اسی طرح جب انڈے کو بلایا جائے تو زردی کے یہ دکھا گے زردی کو چوٹ سے محفوظ رکھتے ہیں۔

انڈے کا یوک (YOLK) یا زردی دراصل سرسبز زرد نہیں ہوتی۔ اس کے اوپر ہلکی طرف اور درمیانی حصے میں کچھ جتہ سفید رنگ کا بھی ہوتا ہے۔ اس سفید حصے کی شکل صراحی نما ہوتی ہے۔ یہ سفید شے بھی یوک ہی ہے اس کی چار پتلی نہیں زرد یوک کے درمیان بھی ہوتی ہیں۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ مرغی کے انڈے سردی کے موسم میں بہت دنوں تک اچھے رہتے ہیں۔ لیکن گرمیوں میں تھوڑے ہی دنوں کے بعد انڈے خراب ہو جاتے ہیں۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ انڈے کے خل میں بہت سے ماسم ہوتے ہیں۔ ان ماسموں کے راستے باہر کے بیکٹیریا (BACTERIA) یا نباتی جراثیم انڈے کے اندر داخل ہو جاتے ہیں۔ سردی کے موسم میں یہ بیکٹیریا یا انڈے کے اندر جلدی جلدی پرورش نہیں پا سکتے۔ اس

لئے سردی کے موسم میں انڈے کئی دنوں تک اچھے رہتے ہیں۔ گرمی کے موسم میں حرارت کا درجہ کافی اونچا ہوتا ہے اور یہ بیکٹریا انڈے کے اندر پہنچتے ہی جلد جلد پرورش پاتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان کی وجہ سے انڈے کے مرکبات میں طرح طرح کی تبدیلیاں شروع ہوتی ہیں اور انڈہ خراب ہو جاتا ہے۔ ایسے انڈے کو اگر مرغی ہستی رہے تو اس سے بچہ پیدا نہیں ہوتا۔

دو سائنسدانوں نے ایک دفعہ ۲۵۲۰ تازے مرغی کے انڈوں کا امتحان کیا۔ ان میں سے ۷۵ فیصدی ایسے نکلے کہ جن کی زروسی میں بیکٹریا موجود تھے۔ ان میں سے ۱۱۱ انڈوں کی سفیدی کا ملاحظہ کیا گیا تو معلوم ہوا کہ سفیدی میں کوئی بیکٹریا نہیں ہیں۔ ان تجربات سے یہ اصحاب اس نتیجے پر پہنچے کہ جن تازے انڈوں کی زروسی میں بیکٹریا موجود تھے ان میں یہ بیکٹریا مرغی کی بیضہ دانی سے ہی داخل ہوئے ہوں گے۔ ان کا یہ بھی قیاس ہے کہ یہ بیکٹریا جو ابتدا میں ہی انڈے کے اندر داخل ہو جاتے ہیں۔ انڈے کو خراب نہیں کرتے جو بیکٹریا انڈے کو خراب کرتے ہیں وہ باہر سے مسامات کے راستے انڈے میں داخل ہوتے ہیں۔

پرندوں کے انڈے انسان غذا کے لئے اور چڑھ کی صنعت میں استعمال کرتے ہیں۔ غذا کے لئے انڈوں کی جتنی تعریف کی جائے تھوڑی ہے۔ سفیدی کی نسبت انڈے کی زردی زیادہ مقوی ہوتی ہے، چونکہ ہر موسم میں انڈے کثیر تعداد میں دستیاب نہیں ہو سکتے اس لئے انڈوں کو کئی طریقوں سے گلنے سڑنے اور خراب ہونے سے بچا کر رکھا جاتا ہے۔ انڈوں کو محفوظ رکھنے کے کئی طریقے ہیں یہ سب ایک ہی اصول پر مبنی ہیں۔ انڈوں کو بچانے کے لئے ان کے اندر بیکٹیریا کا داخلہ بند کرنا لازمی ہے۔ ایسا

کرنے کے لئے انڈوں کے اوپر (۱) ویلین (VASELINE)

کا لپ کر دیتے ہیں (۲) انڈوں کو چوڑے کے دودھ میں

رکھتے ہیں (۳) انڈوں کو واٹر گلاس (WATER GLASS)

میں بھی رکھتے ہیں + انڈوں کو رکھنے کا ایک یہ بھی طریقہ

ہے کہ تازے انڈوں کو خشک کر کے سفوف سا بنا لیتے

ہیں۔ اس سفوف کو ٹین کے ڈبوں میں بند کر کے رکھ

چھوڑتے ہیں +

انڈوں کا سہنا

اگر آپ نے کبھی مرغیاں پالی ہیں تو آپ جانتے ہوں گے کہ ایک مرغی ہر روز ایک خاص وقت ایک خاص جگہ کچھ دیر بیٹھی رہتی ہے۔ وہاں ایک انڈہ دے چکنے کے بعد اٹھ کر چلی جاتی ہے۔ اسی طرح کچھ دن تک مرغی ہر روز ایک انڈہ دیتی رہتی ہے۔ کچھ انڈے دینے کے بعد مرغی جس جگہ انڈے دیتی رہی ہو وہاں آکر چپ چاپ بیٹھی رہتی ہے۔ اور انڈے تو نہیں دیتی لیکن وہاں سے اٹھتی بھی نہیں۔ اس دطیرے کو پنجابی میں پاڑا کہتے ہیں۔ اس وقت مرغی چاہتی ہے کہ اس کے انڈے اس کے نیچے رکھ دیئے جائیں اور وہ ان کو سہ سکے۔ اگر انڈے مرغی کے نیچے رکھ

دیجے جائیں تو وہ ان کو سہنا شروع کرتی ہے۔ اگر انڈے نہ رکھے جائیں تو بچاری کچھ دن اس طرح بیٹھ کر تنگ آجاتی ہے اور پھر اپنی روزانہ زندگی شروع کرتی ہے۔
 سہنے کے عمل کے آغاز کی دلیل کئی سائنسدان یہ دیتے ہیں کہ انڈے دینے کے بعد مادہ پرندہ بہت کمزور ہو جاتا ہے۔ اور اس لئے گھونسٹے میں بیٹھا رہتا ہے۔ اور بیٹھے رہنے کے دوران میں انڈوں کو سہتا ہے۔

جب مُرغی انڈوں کے اوپر بیٹھتی ہے اور ان کو سہتی ہے تو مُرغی کے جسم سے انڈوں کو گرمی پہنچتی ہے۔ اس گرمی کے پہنچنے سے انڈے کے اندر بچے کی فٹوینا جاری ہو جاتی ہے۔ ان انڈوں کا درجہ حرارت ۲۸ ڈگری سینٹی گریڈ کے قریب قریب رہتا ہے۔ گرمی لگنے سے بلاسٹو ڈرم (BLASTODERM) بڑھتا اور پھیلنا شروع کرتی ہے۔ اوپر بیان کیا گیا ہے کہ بلاسٹو ڈرم اور زرومی ہلکے ہونے کے سبب ہمیشہ انڈے کے اوپر کی طرف ہی رہتے ہیں۔ اس کا یہ فائدہ ہے کہ انڈے کو چاہے کسی حالت میں ہی مُرغی کے نیچے رکھ دیا جائے بلاسٹو ڈرم ہمیشہ مُرغی کے جسم کے قریب رہتی ہے اور زیادہ سے زیادہ حرارت جذب کر سکتی ہے۔

بچے کی نشوونما کی باریکیوں میں جانا اس جگہ غیر موزون ہوگا۔ اٹنا کہنا ہی کافی ہے کہ ۲۱ دن تک مرنے کے نیچے پڑے رہنے کے بعد بچے کی نشوونما مکمل ہو جاتی ہے اور ننھا چوزہ اپنی چونچ اٹکے کے اندر ہوا والی جگہ میں داخل کرتا ہے۔ ناک کے راستے ہو اچوزے کے پھیپھڑوں میں بھر جاتی ہے۔ جب چوزے کے پھیپھڑوں سے پہلا ہی سانس باہر کو نکلتا ہے تو اس وقت چوزہ خول کو توڑ دیتا ہے اور تھوڑی دیر کے بعد خول سے سجات پاکر باہر کی دنیا میں قدم رکھتا ہے۔

سننے والے پرندے کے نیچے پڑے ہوئے انڈے دشمنوں کی نظر سے اوجھل اور محفوظ رہتے ہیں۔ ان دنوں انڈوں کو بچانا نہایت ضروری ہوتا ہے۔ چنانچہ جن جن پرندوں سے عموماً کسی خاص قسم کی بو آتی ہو ان سے انڈوں کو بچنے کے دنوں میں یہ بو نہیں آتی اور ان کے دشمن ان کا پتہ نہیں لگا سکتے۔ بعض پرندے دشمنوں سے بچنے کے لئے انڈوں پر بیٹھے ہوئے اپنے اوپر مٹی گرا لیتے ہیں۔

اگر ایک پرندہ بہت سے انڈوں کو سہ رہا ہو تو یہ کوشش کرتا ہے کہ سب انڈوں کو ایک جتنی ہی حرارت

پہنچے۔ اس بات کا مشاہدہ بڑی آسانی سے کیا جاسکتا ہے۔
جس مَرُغی کے تلے پندرہ بیس انڈے رکھے ہوں۔ ان میں
سے بیرونی انڈوں پر روشنائی سے نشان لگادیں۔ دو
تین دن کے بعد آپ دیکھیں گے کہ یہ انڈے عین
درمیان میں پہنچ گئے ہیں۔ مَرُغی دوسرے تیسرے دن
انڈوں کی جگہ کو بدل دیتی ہے۔

سہنے کے دوران میں انڈے کے اندر سچہ لگاتا رانس
لیتا رہتا ہے۔ اور پانی کے بخارات اور کاربانک ایسڈ
گیس انڈے کے مسامدار خول سے باہر نکلتے رہتے ہیں۔
اگر انڈے کے اوپر کوئی ایسی چیز لگادیں کہ جس سے انڈے
کے خول کے مسام بند ہو جائیں تو بچے کا دم گھٹ جاتا ہے
اس کی نشوونما بند ہو جاتی ہے۔ اور آخر کار یہ مر جاتا ہے۔ پہلے
چار دن سانس کا عمل ایسا تیز نہیں ہوتا۔ لیکن اس عرصے
کے بعد بچہ بڑی تیزی سے سانس لینا شروع کرتا ہے۔
اس سانس لینے کے دوران میں انڈے کی چربی استعمال
میں لائی جاتی ہے اور انڈے کا وزن رفتہ رفتہ کم ہوتا چلا
جاتا ہے۔

انڈوں کو سہنے کا کام بعض پرندوں میں مادہ کستی ہیں
مثلاً مَرُغی۔ مَرُغا انڈوں کو سہنا تو دکنار ان کی کچھ پرواہ نہیں

کرتا۔ مرغی ہر روز انڈوں کو کچھ دیر کے لئے چھوڑ کر دانہ ڈنکا
 گھٹنے کے لئے باہر چلی جاتی ہے۔ جلدی سے تھوڑا سا چرگ
 چنگ کر واپس آ جاتی ہے اور انڈوں پر بیٹھ جاتی ہے۔ ایک
 ز پرندہ جس کی مادہ انڈوں کو پہننے کا کام کرتی ہے۔ اسے
 انڈوں پر بیٹھے بٹھائے روزانہ خوراک بہم پہنچاتا رہتا ہے۔
 بعض پرندے ایسے بھی ہیں کہ جن میں انڈوں کو پہننے کا کام
 نہ کرتا ہے۔ مثلاً ایمو (EMU) اور ریہا (RHEA) بعض
 پرندوں میں ز اور مادہ دونوں باری باری انڈوں کو پہنتے ہیں
 مثلاً آسٹریج (OSTRICH)۔ ایسی حالت میں مادہ عموماً انڈوں
 کو دن کے وقت پہنتی ہے اور ز رات کو انڈوں پر بیٹھتا
 ہے۔ ز اور مادہ کبوتر بھی دونوں ہی انڈوں کو پہنتے ہیں لیکن
 ان کا کوئی خاص وقت مقرر نہیں ہے۔
 اوپر لکھا گیا ہے کہ مرغی انڈوں کو ۲۱ دن تک پہنتی ہے۔
 اس عرصے کے بعد انڈوں سے بچے برآمد ہوتے ہیں۔ اس
 سے یہ نہ سمجھ لینا کہ سب پرندے انڈوں کو ۲۱ دن تک ہی
 پہنتے ہیں۔ کبوتر کے بچے ۱۷ سے ۱۹ دن تک نکل آتے ہیں۔
 پرندوں میں انڈوں کو پہننے کا وقت ۱۳ دن سے ۸ ہفتہ تک
 ہوتا ہے، مرغی اور کبوتر کے بچوں میں بڑا فرق ہے مرغی
 کے بچے جو ہنی انڈوں سے نکلتے ہیں بڑے چست ہوتے

ہیں۔ یہ اودھر اودھر دوڑنا شروع کرتے ہیں۔ ان کے جسم پر ننھے ننھے پر نکلے ہوئے ہوتے ہیں۔ کبوتر کے بچے جب انڈوں سے نکلنے میں تو ان کے جسم کے اوپر پر نہیں ہوتے۔ یہ دیلے بھی سست ہوتے ہیں، مرغی اپنے چھوٹے چھوٹے بچوں کو شروع سے ہی ایک خاص آواز سے بلاتی ہے۔ جب اسے کوئی داند مل جائے تو اسے جو بچ میں اٹھا کر بچوں کو آواز دیتی ہے۔ ان کے دیکھتے ہوئے داند کو زمین پر گرا دیتی ہے۔ بچے اس کی آواز کو سمجھتے ہیں اور دودھ کر داند کو کھا لیتے ہیں۔ کبوتر کے بچے زیادہ معصوم ہوتے ہیں۔ یہ فوراً ہی داند ڈنکا کھانا شروع نہیں کرتے کچھ دن تک والدین انہیں اپنا دودھ بلا لیتے ہیں۔ یہ دودھ بھی عجیب قسم کا ہوتا ہے۔ ان ایام میں کبوتر اور کبوتری کی غذا کی نالی کے اندر کی جھلی ٹوٹ پھوٹ جاتی ہے۔ یہ ٹوٹے ہوئے مادے باہر نکلنے شروع ہوتے ہیں۔ کبوتر اور کبوتری اس شے کو بچوں کے منہ میں ڈالتے ہیں۔ اس شے کو کبوتر کا دودھ کہتے ہیں۔ اس کو مضہم کرنا بہت آسان ہوتا ہے۔ جب اس طرح سے بچوں کی کچھ پرورش ہو جاتی ہے تو پھر کبوتر اور کبوتری ان کو باہر سے داند وغیرہ لا کر کھانا شروع کرتے ہیں۔ انڈوں سے نکلنے سے دو ہفتے بعد کبوتر

کے بچے گھونسلے سے باہر جانا شروع کرتے ہیں۔ اس
وقت تک ان کے پروغیرہ نکل آتے ہیں :

پرندوں کا پرواز

اس دنیا کی تواریخ میں ایک وہ زمانہ بھی تھا جب کہ اس سرزمین پر پرندے نہ تھے۔ اس زمانے میں نہ صرف پرندے ہی نہ تھے بلکہ گرم خون والے جانوروں مثلاً چوہاؤں بندروں اور انسانوں میں سے کوئی بھی نہ تھا۔ اس قدیم زمانے میں ٹھنڈے خون والے جانور مثلاً بڑی بڑی چھکیاں سانپ مگر مچھ اور بڑے بڑے اژدہا وغیرہ ہی اشرف المخلوقات تھے۔ زمانہ حال کے ٹھنڈے خون والے جانوروں نے ایک نہایت شاندار زمانہ سلف دیکھا ہے ان کے بڑے بڑے آباؤ اجداد گو صفوہ ہستی سے نیت تو ہو چکے ہیں لیکن نابود نہیں ہوئے کیونکہ ان کے

بڑے بڑے پنجر زمین میں دفن ہوئے ہوئے دستیاب
 ہو چکے ہیں۔ ایسے پنجر دنیا کے چند بڑے بڑے عجائب
 خانوں میں رکھے ہیں۔ ان پنجروں کو دیکھ کر آپ شاید
 اندازہ لگا سکیں کہ یہ جانور کیسے بڑے اور قوی ہو چکے تھے
 سائنسدانوں کا قیاس ہے کہ ان ٹھنڈے خون والے
 جانوروں سے ہی گرم خون والے پرندے اور چوپائے رفتہ رفتہ
 پیدا ہوئے گو اس عمل کو کروڑوں صدیاں لگیں لیکن اس بات کی صداقت
 کو دنیا کے سب بڑے بڑے سائنسدان تسلیم کرتے
 ہیں۔ جس زمانے میں ٹھنڈے خون والے جانور ہی
 اشرف المخلوقات کہلانے کے حقدار تھے اس زمانے
 میں ان کی بہت سی ایسی نسلیں بھی تھیں جو آج کل بالکل
 نہیں ملتیں اور جو نیت ہو چکی ہیں۔ ان میں سے ایک
 جماعت کو سائنسدانوں نے ڈائنوسورز (DINOSAURS)
 کا نام دے رکھا ہے۔ ڈائنوسورز کے پنجر وغیرہ زمین کے
 اندر سے کھود کر نکالے گئے ہیں۔ ان پنجروں کو غور و خوض
 سے مطالعہ کرنے کے بعد سائنسدان اس نتیجے پر پہنچے
 ہیں کہ موجودہ زمانے کے پرندے نیت ہوئے ہوئے
 ڈائنوسورز (DINOSAURS) کی اولاد میں سے ہیں۔
 ماسوں اس بات پر کلی اتفاق رکھتے ہیں کہ جو ڈائنوسورز

لے انڈس کو پنجاب کے عجیب خانہ میں تاحل کو لیا ایسا پنجر نہیں ہے۔

ہمیشہ پچھلی ٹانگوں کے بل چلنے کے عادی ہو گئے تھے۔ ان سے پرندوں کا آغاز ہوا۔ اس کی بڑی دلیل یہ ہے کہ ڈائنوسورز (DINOSAURS) کے جو پتھر ملتے ہیں ان میں اور پرندوں کے پتھروں میں بہت سی مشابہت ہے ڈائنوسورز نے دونوں پچھلی ٹانگوں پر دوڑنا اور کودنا شروع کیا۔ اگلی ٹانگیں یا بازو زمین پر بوجھ سہارنے کے کام سے سبکدوش ہوئے۔ اُپھلنے اور کودنے سے ان کے بازوؤں میں کئی تبدیلیاں پیدا ہوئی شروع ہوئیں۔ چونکہ یہ جانور کودنا سیکھ گئے تھے۔ انہوں نے زمین کو چھوڑ درختوں میں رہنا شروع کیا۔ درختوں میں رہنا زمین کی رہائش سے زیادہ محفوظ ثابت ہوا۔ غذا کی تلاش میں ان کو اکثر زمین پر آنا پڑتا تھا۔ زمین پر آنے کے لئے یہ درختوں سے چھلانگیں لگاتے تھے۔ چھلانگ لگانے کے وقت بازوؤں کو پھیلا کر ان سے سہارا لیتے۔ بازوؤں کے علاوہ پھیلائی ہوئی دم سے بھی سہارا لینے لگے۔ اس طریقہ زندگی سے رفتہ رفتہ لیکن لکھ کھن صدیوں کے بعد ان کے بازوؤں میں اتنی تبدیلیاں رونما ہوئیں کہ ان کے بازوؤں کی بناوٹ کو مد نظر رکھتے ہوئے ان جانوروں کو ڈائنوسورز کہنا موزون نہیں بلکہ انہیں پرندے کہنا زیادہ

درست ہے۔ آدائل کے پرندوں کے چند پنجر ملک جرمنی (GERMANY) میں دستیاب ہوئے ہیں۔ ان کو مطالع کرنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ پرندے واقعی ڈائوسورز کی اولاد سے ہیں۔

موجودہ زمانے کے پرندوں کے جسم کی بناوٹ کا مطالع کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ مفصلہ ذیل ذرائع سے پرندوں کو اڑنے میں مدد ملتی ہے۔

(۱) ان کے جسم کی بیرونی شکل ایسی ہے کہ ہوا کو چیرتے وقت پرندوں کو بہت زیادہ طاقت خرچ نہیں کرنی پڑتی۔

(۲) پرندوں کے پنجر کی بڑی بڑی ہڈیاں اندر سے کھوکھلی ہونے کے سبب ہلکی ہوتی ہیں۔ اس کے علاوہ پنجر کی سب ہڈیاں نہایت ہلکی دینی ہیں۔ ہلکی ہوتے ہوئے بھی یہ بہت مضبوط ہوتی ہیں۔

(۳) پرندوں کے جسم پردوں سے ڈھکے ہوتے ہیں۔ پر وزن میں بہت ہلکے ہوتے ہیں۔ اور جسم کی حرارت کو برقرار رکھنے کے لئے ان سے کوئی بہتر شے نہیں ہو سکتی۔

(۴) پرندوں اور چو پاؤں کے سانس لینے کے عمل میں ایک بڑا بھاری فرق یہ ہے کہ چو پائے تو تیز دوڑتے

ہوئے اپنا شروع کرتے ہیں اور سانس لینا مشکل ہو جاتا ہے۔ لیکن پرندے تیزاً اڑتے ہوئے اپنے نہیں لگتے۔ تیزاً اڑنا پرندوں کو سانس لینے میں مدد دیتا ہے۔

(۵) پرندوں کے بازو جسم کے اوپر کے حصے سے وابستہ ہوتے ہیں۔ اس سے یہ فائدہ ہے کہ جسم کا مرکز ثقل بازوؤں سے نیچے رہتا ہے۔

ان کے علاوہ پرندوں کے جسم کا ہر ایک رگ و ریشہ ایسا بنا ہے کہ اڑنے میں کسی طرح کی رکاوٹ نہیں ڈالتا۔

- پرندوں کے پرواز کا انحصار مفصلہ ذیل باتوں پر ہے:-
- (۱) بازوؤں کے رقبے اور جسم کے وزن کا تناسب۔
 - (۲) بازوؤں کو سہارا دینے والے پٹھوں کی طاقت
 - (۳) بازوؤں کی شکل۔



پرنندوں کا پرواز بھی کئی قسم کا ہے۔ پہلے ہم عام پرواز کو بیان کریں گے۔ جب کبوتر کسی ٹہنی کے اوپر بیٹھا ہو، ا ہوتا ہے تو اُس کے تہ ہوئے ہوئے بازو اُس کے دونوں پہلوؤں سے لگے ہوئے ہوتے ہیں۔ جب کبوتر اڑنا شروع کرتا ہے تو بازوؤں کو پھیلا کر جسم کے اوپر لے جاتا ہے اور دونوں بازوؤں کی پشتیں آپس میں ٹکرا جاتی ہیں۔ اوپر سے بازو اگے کو۔ آگے سے پیچھے کو اور پیچھے سے پیچھے کو حرکت کرتے ہیں۔ پیچھے سے پھر اوپر کو جاتے ہیں اور پھر یہی سلسلہ جاری رہتا ہے۔ کبوتر کے بازوؤں کی یہ حرکات ساتھ والی شکلوں سے بخوبی واضح ہو جائیں گی۔



اڑتے ہوئے پرندے کے بازوؤں کی حرکات

آپ نے کئی دفعہ ریل کا سفر کیا ہوگا۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ جب گاڑی کھڑی ہونے کے بعد چلنا شروع کرتی ہے تو انجن کو بہت سی طاقت خرچ کرنی پڑتی ہے۔ جب گاڑی متحرک ہو جائے تو پھر اس کو متحرک رکھنے میں انجن کی اتنی طاقت خرچ نہیں ہوتی۔ اسی طرح جب کبوتر اڑنا شروع کرتا ہے تو زیادہ طاقت خرچ ہوتی ہے۔ لیکن جب کچھ رفتار حاصل ہو جائے تو پھر اتنی طاقت خرچ نہیں ہوتی۔ اسی لئے اڑنے کے شروع میں پرندے اپنے بازوؤں کو زور سے اور جلدی جلدی حرکت دیتے ہیں۔ اڑتے ہوئے جب سمت تبدیل کرنے کی ضرورت ہوتی ہے تو پرندہ بازوؤں کے علاوہ دُم کے پروں سے بھی مدد لیتا ہے، جب رفتار کو کم کرنے کی ضرورت ہوتی ہے تو دُم بریک (BRAKE) کا کام دیتی ہے +

پرندے اکثر ہوا میں تیزی سے اڑتے ہیں۔ ان کی رفتار کے اندازے لگائے گئے ہیں۔ قیاس ہے کہ تیلر اڑنا شروع کرنے کے تھوڑی دیر بعد ہم میل فی گھنٹہ کی رفتار سے اڑتا ہے۔ قاصد کبوتر کئی گھنٹوں تک ہم میل فی گھنٹہ کی رفتار سے اڑتا رہتا ہے۔ جن کبوتروں کی یدپ میں ریسز (RACES) کرائی جاتی ہیں وہ اکثر

۶. میل فی گھنٹہ سے زیادہ اڑتے ہیں، یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ ہوا کا رخ پرندوں کی رفتار پر نمایاں اثر رکھتا ہے۔ اگر ہوا موافق ہو تو رفتار تقریباً دوگنی ہو جاتی ہے اگر ہوا مخالف ہو تو رفتار آدھی ہی رہ جاتی ہے +

آپ نے دیکھا ہوگا اور دیکھ کر حیران ہوئے ہونگے کہ چلیں اور گدھیں گھنٹوں ہی آسمان پر چکر لگاتی رہتی ہیں اور اپنے بازوؤں کو دیر تک نہیں پھرتیں۔ ان کے پرواز میں واقعی عروج ہے۔ ان کا پرواز کبوتر کے عام پرواز سے مختلف ہے۔ ان کے پرواز کو اگر ہوا میں تیرنا کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ چلیں طاقت خرچ کرنے کے بغیر ہی ہوا میں تیرتی رہتی ہیں + وہی پرندے ہوا میں تیر سکتے ہیں جن کے بازوؤں کا رقبہ جسم کے وزن کے مقابلے میں بہت زیادہ ہو۔ آپ جانتے ہیں کہ چیل اور گدھ کے بازو کیسے بڑے بڑے ہوتے ہیں یہ پرندے آسمان پر اسی وقت تیر سکتے ہیں جب ہوا چل رہی ہو۔ اگر ہوا بالکل بند ہو تو ان کے لئے آسمان پر تیرنا بالکل ناممکن ہو جاتا ہے۔ بعض دفعہ سطح زمین پر ہوا بالکل بند ہوتی ہے لیکن چلیں اور گدھیں پھر بھی آسمان پر چکر لگا رہی ہوتی ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اوپر کے حصے میں

ہوا چل رہی ہوتی ہے +
 پرندوں کو اڑنے کے کئی فائدے ہیں۔ کشمکش
 زندگی میں اڑنے کی طاقت پرندوں کے لئے ایک نعمت
 ہے۔ سطح زمین پر رہنے والے دشمنوں سے بچاؤ کے لئے
 اور کوئی بہتر ہتھ کنڈا نہیں ہو سکتا۔ آپ نے کوتے سے
 دق ہو کر اس موذی پر کئی دفعہ حملہ کیا ہوگا اور غالباً کوئی ہمیشہ
 ہی آپ کے حملے سے بچکر نکل گیا ہوگا +

اڑنے کی طاقت پرندوں کو اس قابل بناتی ہے کہ غذا
 اور پانی کی تلاش میں دور دور تک پہنچ سکتے ہیں + انڈوں
 اور بچوں کو دشمنوں سے بچانے کی خاطر پرندے اپنے
 اونچے درختوں میں گھونسلے بناتے ہیں + لمبے لمبے سفر طے
 کرنے کے لئے اڑنے سے بہتر اور کیا انتظام ہو سکتا ہے۔
 انسان نے ہوائی جہازوں میں بیٹھ کر اڑنا چند سالوں سے
 ہی سیکھا ہے۔ لیکن پرندے لکھو کھیا صدیوں سے اس
 فن میں کہاں حاصل کر چکے ہیں + پرندے فن پرواز میں کامل
 بالکل ہوتے ہوئے کسی ملک کی شدت سردی سے بچ
 سکتے ہیں۔ اور ایک ہی دن میں کسی گرم ملک میں پہنچ
 جاتے ہیں + موسم کو تبدیل کر لینا اور سارا سال من مانگی آب
 و ہوا میں زندگی بسر کرنا پرندوں کا ہی کام ہے +



THE HOUSE CROW

کیا کوئی شخص ایسا بھی ہوگا جو کوئے سے ناواقف ہو
 مان زمان میں تیرا مہمان "کوٹا" اس ضرب المثل پر خوب
 اچھی طرح عملدرآمد کرتا ہے۔ اس کے باوجود بھی ہمارے
 نوجوان اس کی طرف توجہ نہیں دیتے۔ ہمیں ایک چھوٹا
 سافقہ یاد آگیا۔ ایک دن ایک کوٹا سامنے منڈیر پر بیٹھا تھا
 دو نوجوان اور ایک چھوٹی سی لڑکی ہمارے پاس کھڑے تھے
 ہم نے ایک نوجوان کو مخاطب کر کے پوچھا بھی کوئے کا
 کیا رنگ ہے۔ بولے کالا۔ دوسرے سے پوچھا اُس نے
 بھی یہی جواب دیا۔ حیران ہو کر ہم نے لڑکی (جس کی عمر اس
 وقت کوئی پانچ سال کے قریب ہوگی) سے پوچھا بتاؤ

کوٹے کا کیا رنگ ہے۔ بولی اُس کا سر پیٹھ اور پر تو سیاہ ہیں لیکن گردن اور چھاتی سفیدی مائل ہیں۔ دیکھنا آپ نے کہیں ان دو نوجوانوں جیسی غلطی نہ کرنا اور کوٹے کو سیاہ ہی کہہ کر بس نہ کر دینا۔

کوٹا انسان کی صحبت میں رہنا پسند کرتا ہے۔ انسان کی دوستی کا دم بھرتا ہے۔ انسان کہیں بھی جائے کوٹے پیچھا نہیں چھوڑتے۔ بعض سیاح لکھتے ہیں کہ ہم نے کئی دفعہ ایسے بیا بانوں میں جا کر جیمے لگائے جہاں کوئی جانور نہیں تھے۔ لیکن تھوڑی ہی دیر کے بعد چند کوٹے نمودار ہوئے۔ دراصل کوٹا انسان کے تعاقب میں رہتا ہے اور جہاں انسان جائے یہ بھی وہاں جا پہنچتا ہے۔ انسان کے لئے کوٹے سے پرے ہونا سخت مشکل ہے۔ آپ چاہے باہر میدان میں ہوں یا مکان میں کرے کے اندر ہوں کوٹے کی کائے کائے ہر جگہ سنائی دیتی ہے۔ جہاں انسان وہاں کوٹا۔ جس طرح ایک شہر میں بہت سے آدمی رہتے ہیں اسی طرح کوٹے بھی شہروں میں بہت ملتے ہیں۔ کوٹے کے لئے انسانی آبادی سے دور رہنا سخت ناگوار ہے۔ گو کوٹا ہندوستان کے میدانوں میں بہت کثرت سے ملتا ہے۔ لیکن پہاڑوں میں کم ملتا ہے۔ پہاڑوں

میں اس کا بڑا بھائی پہاڑی کو ا رہتا ہے۔ تھوڑے سالوں سے اس نے انسان کے پیچھے پیچھے پہاڑی مقامات پر بھی سکونت اختیار کر لی ہے۔ ہالیوڈ پہاڑ میں اب سڑکوں اور انسانی آبادی کے قریب قریب ۶۰۰۰ فٹ کی اونچائی تک پایا جاتا ہے۔

انسان کی صحبت میں رہتے بہتے کو ا نہایت بے تکلف ہو گیا ہے۔ کو ا نہ صرف بے خوف ہی ہے بلکہ چور بھی ہے۔ دھمک نگاہ چو کی اور مال دوستوں کا ہر ایک گھر کے باورچی خانے کے قریب چند کوٹے تو ہر وقت بیٹھے ہی رہتے ہیں۔ آپ اپنے مکان کی چھت پر کھڑے ہو جائیں اور جس وقت آپ کو کوئی کو ا نظر نہ آئے اس وقت ایک روٹی کا ٹکڑا پھینک دیں آپ دیکھیں گے کہ کھڑے کے گرتے ہی چند کوٹے وہاں آ موجود ہوتے ہیں۔ آپ حیران ہوں گے کہ یہ حضرات کس جگہ تاک لگائے بیٹھے تھے۔ کوٹے کھانے کی چیزوں کو کمروں کے اندر سے اٹھا لے جانے میں دریغ نہیں کرتے یا وہ ہے کہ کوٹے کی مزاج میں جستی اور تیزی بہت زیادہ ہیں۔ چور اچکوں کی طرح ہر وقت چوکس رہتا ہے۔ کیا محال کہ آپ اسے بے خبر پائیں۔ سمجھدار اتنا ہے کہ

ہر ایک دھکی کی اصلیت کو سمجھتا ہے۔ جب تک آپ سر پر ہی نہ پہنچ جائیں اپنی جگہ کو نہیں چھوڑتا۔ بچوں سے بہت کم ڈرتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ بچے اور جوان آدمی میں جو فرق ہے اُسے یہ خوب جانتا ہے +

کو انسان کو ہی نہیں باقی جانوروں کو بھی بہت دق کرتا ہے۔ بڑے بڑے پرندوں کو دق کرنا اس کے بائیں ہاتھ کا کرتب ہے۔ کتوں وغیرہ سے روٹی کو چھین لینا اسی کا ہی کام ہے۔ موشیوں کے زخموں سے گوشت توجھ لیتا ہے۔ ہاں کبھی کبھی گائے بھینسوں کی جوئیں اور چیچرہ بھی توجھ کھاتا ہے۔ دوسرے پرندوں کے انڈوں بچوں کو چرائے جاتا ہے۔ انڈے کھانے کا خاص طور پر شائق ہے۔ کچھ کوئے نہایت باقاعدگی سے دوسرے پرندوں کے گونسلوں کو تلاش کرتے پھرتے ہیں۔ جب کبھی موقع ملے انڈوں بچوں کو لے اڑتے ہیں۔ تیناس ہے کہ اس طرح کوئے بہت سے چھوٹے چھوٹے پرندوں کی تعداد کو بڑھانے سے روکتے ہیں۔ کچھ کوئے مل کر چیل اُتو اور باز جیسے نیکوکاری پرندوں کو بھی تنگ کرتے ہوئے دیکھے جاتے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قدرت میں کوئوں نے ہی باقی سب مخلوقات کو تنگ کرنے کا

ٹھیکہ لے رکھا ہے۔ لیکن کوئل اس موزی کی آنکھوں میں بھی دھول ڈال دیتی ہے۔ کوئل کوئے کی گرد گھنٹال واقع ہوئی ہے۔ انسان اشرف المخلوقات ہوتے ہوئے بھی ایسا دعویٰ نہیں کر سکتا۔

کوئل بلا نوش ہے کوئی بھی شے اسے غیر موافق نہیں بٹھتی
 اناج پھل گوشت انڈے وغیرہ سب کچھ اڑا جاتا ہے۔ جو
 جو اشیاء انسان کھاتا ہے کوئے کو بھی بھاتی ہیں۔ ان کے
 علاوہ بہت سی اشیاء جنہیں انسان پلید قرار دیتا ہے کوئے
 کے نزدیک پاک ہیں۔ کھانے کی چیزوں کو اٹھالے جانے
 کے علاوہ دھات کی چمکتی دھمکتی چیزوں کو بھی لے اڑتا
 ہے۔ کاشی کی چھوٹی چھوٹی کٹوریاں اور جرمن سلور کے چمچے
 تک تو نہیں چھوڑتا۔ ایسی چیزوں کو تھوڑی دور ہی لے جا کر
 گرا دیتا ہے۔ اور بچارے نوکروں کی خواہ مخواہ بدنامی کا باعث
 ہوتا ہے۔ چوری کرنے میں ایسا طاق ہو گیا ہے کہ کوئی خلوئی
 یا بنیا اپنی دکان کو ایک لمحے کے لئے بھی اکیلا نہیں چھوڑ سکتا
 اسی لئے پنجابی میں ایک ضرب المثل ہے کہ "باہر تے
 کاں لاگو اندر چوہے لاگو"۔

لے کوئل کوئے کی آنکھوں میں کس طرح دھول ڈالتی ہے۔ آگے
 کوئل کے بیان میں ذکر کیا گیا ہے۔

کوڑا کبھی کبھی کھیتوں کے ضرر رساں کیڑوں کو بھی کھالتا ہے۔ لیکن کیڑے عموماً اس کی روزانہ غذا کا بہت تھوڑا جزو ہیں۔ جب کیڑوں کی کوئی خاص قسم بہت تعداد میں پیدا ہو جائے تو ایسے وقت کوڑا ان کیڑوں کو دل کھول کر کھاتا ہے۔ جب کھیتوں اور سبزہ زاروں کو پانی سے سیراب کیا جاتا ہے تو کیڑے مکوڑے باہر نکل آتے ہیں۔ ایسے موقع پر کوڑا بھی وہاں پہنچ جاتا ہے اور ان کیڑوں کو کھاتا ہے۔ پرندوں کے ماہروں کا قیاس ہے کہ کسان کے لئے کوڑے کا ہونا نہ ہونے کے ہی برابر ہے۔ کیونکہ زراعت کے کاموں میں اس سے جتنا فائدہ پہنچتا ہے تقریباً اتنا ہی یہ نقصان بھی کر دیتا ہے، کوڑے کا ایک بڑا فائدہ یہ ہے کہ شہروں کی غلط فطرت کو رفع کرنے میں بھی کچھ حصہ لیتا ہے۔ گاہے گاہے گدھوں کے ساتھ مردار کھانے میں شریک ہوتا ہے۔ شہروں اور قصبوں میں گلتی سڑتی اور عفونت پیدا کرنے والی اشیاء کو بھی کھالتا ہے۔ شہروں اور قصبوں کو صاف رکھنے میں کافی حصہ لیتا ہے۔

کوڑے آپس میں بہت اتفاق سے رہتے ہیں۔ محققین کا قیاس ہے کہ کوڑوں کی جماعت ایک جمہوریت

کا رتبہ رکھتی ہے۔ اس جمہوریت کے قوانین سے انسان کو تا حال اچھی طرح واقفیت نہیں ہوئی۔ لیکن یہ دیکھا گیا ہے کہ کبھی کبھی کوؤں کی پنچایت بیٹھتی ہے اور کسی امور پر بحث ہوتی ہے۔ جس کوٹے کا چال چلن اور رویہ زندگی پنچایت کے نزدیک تسلی بخش نہ ہو اس کو تنبیہ کی جاتی ہے۔ اگر بارہا تنبیہ کرنے کے بعد بھی ایسا کوٹا راہ راست پر نہ آئے تو پنچایت یا تو ایسے کوٹے کو برادری سے خارج کر دیتی ہے یا سب کوٹے ل کر ایسے کوٹے کو مار ڈالتے ہیں۔

ہر ایک شہر کے قریب کوؤں نے رات کے بسیرے کے لئے ایک خاص جگہ مقرر کی ہوتی ہے۔ شام ہوتے ہی شہر کے سب کوٹے ایسی جگہ مدخوں پر جمع ہوتے ہیں۔ کچھ دیر کائے کائے کرنے کے بعد سو جاتے ہیں۔ لاہور شہر کے ہزارہا کوٹے رات کے بسیرے کے لئے کالے شاہ کا کوٹا راستہ لیتے ہیں۔ علی الصباح ناکروہوں کی طرح بھوکے کوٹے شہر میں آ موجود ہوتے ہیں۔

کوٹا اپنا گھونسل ہمیشہ درختوں میں ہی بناتا ہے۔ شمال مغربی ہندوستان میں جون اور جولائی کے مہینوں میں انڈے بچے دیتا ہے۔ باقی ہندوستان میں کوٹے

اپریل اور مئی کے مہینوں میں انڈے بچے دیتے ہیں۔
 درختوں کی خشک ٹہنیوں کو جمع کر کے معمولی سا گھونسلہ
 بناتا ہے۔ اس کے اندر اُن چیتھڑوں اور نباتی ریشوں
 کی تہ جاتا ہے۔ مادہ عموماً صرف چار یا پانچ انڈے دیتی
 ہے۔ ان انڈوں کا رنگ نیلا سبز سی ماٹل ہوتا ہے۔ ان
 کے اوپر بھوسلے رنگ کے دھبے یا دھاریاں بھی ہوتی
 ہیں +

آپ یہ پڑھ کر شاید حیران ہوں گے کہ کوٹے کو بھی
 لوگ کھا لیتے ہیں۔ بحیرہ بالٹک کے کنارے لکھو کھہا
 کوٹوں کو پکڑ کر اور نمک لگا کر غیر ملکوں میں کھانے کے لئے
 بھیجا جاتا ہے۔ ہندوستان میں کوٹے کے گوشت کو
 عموماً پلید تصور کیا جاتا ہے۔ لیکن چند خانہ بدوش اقوام
 میں کوٹے کھانے کا رواج جاری ہے +

پہاڑی یا جنگلی کوتا

پہاڑی کوتے پنجاب کے میدانوں میں اکثر دیکھے جاتے ہیں۔ لیکن جیسا کہ ان کے نام سے ظاہر ہے ان کا اصلی وطن ہمالیہ پہاڑ کی پُر فضا وادیاں ہیں۔ کبھی کبھی چند پہاڑی کوتے میدانوں کی سیر کو نکل آتے ہیں میدانوں میں آکر یہ کوتے انسانی آبادی سے دور ہی رہنا پسند کرتے ہیں اسی لئے انہیں جنگلی کوتے کہا جاتا ہے۔

پہاڑی کوتا قد میں عام کوتے سے بڑا ہوتا ہے۔ اس کی گردن اور سینہ سفیدی مائل نہیں ہوتے۔ اس کی ساری وردی سیاہ ہوتی ہے۔ اس کی چونچ عام کوتے کی چونچ سے مضبوط اور بڑی ہوتی ہے۔ اس کے پروں کی اُودھی سی

جھلک بڑی خوشنما معلوم ہوتی ہے۔ اس کی آواز بھی عام کوٹے سے مختلف ہوتی ہے۔ آپ نے پہاڑی کوٹے کی گہری "قاتا" سنی ہوگی۔ یہ کوٹے عام کوٹوں جتنا شور و غل نہیں مچاتے۔ ان کے طور و اطوار ان کی چال و حال عام کوٹے سے زیادہ شریفانہ ہیں۔

اد پر بیان کیا گیا ہے کہ یہ کوٹا انسانی آبادی سے دور رہنا پسند کرتا ہے اور جھل کو شہروں پر ترجیح دیتا ہے۔ لیکن گاہے گاہے فذا کی تلاش میں شہروں اور قصبوں کی راہ لیتا ہے۔ شہروں کی غلاظت وغیرہ اسے خوب بھاتی ہے عام کوٹے کی طرح یہ سب کچھ کھا جاتا ہے مثلاً اناج پھل کیڑے کوڑے چوہیاں۔ پرندوں کے انڈے اور بچے اور مردار وغیرہ وغیرہ پہاڑی کوٹا میدانوں میں عام کوٹے جتنا بے شرم اور بے خوف نہیں ہوتا۔ عام کوٹے کی طرح بچوں کے ہانپھوں سے غذا اچھین کر نہیں لے جاتا۔ ہاں پہاڑی مقامات پر زیادہ دلیری اور حوصلے سے کام لیتا ہے۔ کوڑے کے ڈھیر پر بہت سے پہاڑی کوٹے جمع ہو جاتے ہیں۔ وہاں سے گندی اور بوسیدہ اشیاء کو کھاتے ہیں۔ اس کام میں سفید گدھ بھی اکثر ان کے ساتھ شریک ہوتا ہے۔ پہاڑوں میں یہ کوٹے چل کی طرح آسمان پر اُد پنے جا کر چکر لگانے

شروع کرتے ہیں :

پہاڑی کوڑے اپنے گھونسلے چیل اور دیو دار کے درختوں
میں بناتے ہیں۔ ان کے گھونسلے بہت بڑے بڑے ہوتے
ہیں۔ میدانوں میں پہاڑی کوڑے آم اور املی کے درختوں
کو ترجیح دیتے ہیں۔ پہاڑی کوڑا مارچ سے مئی تک انڈے
دیتا ہے۔ انڈوں کی تعداد چار یا پنج تک ہی محدود رہتی
ہے۔ ان کا رنگ ہلکا نیلا یا نیلا سبزی مائل ہوتا ہے اور
ان کے اوپر بھوسلے سے دھبے یا دھاریاں بھی ہوتی ہیں :

کال کلیچی یا جھانپل

THE KING-CROW

یہ پرندہ سر بر سیاہ ہوتا ہے۔ سیاہ پروں کی نیلی جھلک نہایت بھلی معلوم ہوتی ہے۔ اس کا قد کوتے سے چھوٹا ہوتا ہے۔ اس کی دم بہت لمبی اور قینچی نما ہوتی ہے۔ اس کی جو پنج ٹانگیں اور پاؤں بھی سیاہ ہوتے ہیں۔ سیاہ وروی اور لمبی قینچی نما دم سے یہ پرندہ جھٹ پہچانا جاسکتا ہے۔ ہندوستان کے سرچھتے میں بڑی کثرت سے پایا جاتا ہے۔ اونچے درختوں کی چوٹیوں اور برقی تاروں کے اوپر بیٹھنے کا شائق ہے۔ زمین پر چلنے کے لئے اس کے جسم کی بناوٹ غیر موزوں ہے۔

یہ پرندہ بہت سویرے ہی جاگ اٹھتا ہے اور اس کی

سُرِ ملی آواز سے صبح کی سیر کرنے والے واقف ہوں گے
 اس کا نام اس کی آواز کو کسی حد تک ظاہر کرتا ہے۔
 کال کلپچی مختلف اقسام کے کیڑے پتنگے سُنڈیاں وغیرہ کھاتی
 ہے۔ درختوں کی ایسی چوٹیوں کو تلاش کرتی ہے کہ جہاں
 سے سر طرف نگاہ خوب اچھی طرح دوڑ سکتی ہو جس وقت
 کوئی کیڑا وغیرہ ہوا میں اڑتا ہوا دکھائی دیتا ہے تو کال
 کلپچی اُسے پھرتی کے ساتھ پکڑ لیتی ہے۔ کیڑے کو پکڑنے
 کے بعد واپس اپنی جگہ پر آ جاتی ہے اور وہاں بیٹھ کر شکار کو
 اطمینان کے ساتھ نگل جاتی ہے، کال کلپچی عام طور پر تو ہوا
 میں اڑتے ہوئے کیڑوں کو ہی پکڑتی ہے لیکن کبھی کبھی
 زمین پر سرکتے ہوئے کیڑوں کو بھی پکڑ لیتی ہے۔ کال
 کلپچی گرم خور ہونے کے سبب کسان کے حقیقی دوستوں میں
 سے ہے۔

کال کلپچی نہایت سن چلا اور دلیر پرندہ ہے۔ گو اس کا
 رنگ سیاہ ہے لیکن یہ کوئے کی طرح ظالم اور سیاہ دل نہیں
 کال کلپچی درخت کی چوٹی کے قریب گھونسلہ بناتی ہے۔ نر
 اور مادہ اس گھونسلے کے اُس پاس اپنی حکومت قائم کرتے
 ہیں۔ کیا مجال کہ کوئی کڑا یا اور اچکا ان کے دائرہ حکومت
 کے اندر کسی طرح شرارت یا دخل اندازی کر سکے۔ اول

تو کوئی کوڑا ان کے گھونسلے کے قریب آتا ہی نہیں لیکن اگر ابھی جائے تو زور اور مادہ دونوں اس کے پیچھے پڑ جاتے ہیں۔ گو کوڑا کال کلپچی سے زیادہ طاقتور ہے لیکن سیاہ دل ہونے کے سبب کال کلپچی سے مقابلے کی جرأت نہیں رکھتا۔ وہ پانی کو مارنے کے لئے پاپ مہاں بل ہے۔ "کوڑا پانی ہونے کے سبب کال کلپچی کا سامنا نہیں کر سکتا۔ آگے آگے کوڑا اور پیچھے کال کلپچی اڑنا شروع کرتے ہیں۔ آخر کار کال کلپچی کوٹے کو بہت دور چھوڑ آتی ہے اگر کوئی موقع آجائے تو یہ پرندہ بازار و دوسرے شکاری پرندوں سے بھی مقابلہ کرنے سے گریز نہیں کرتا۔ کال کلپچی ضلع کل پرندوں کو بالکل نہیں ستاتی۔ اس لئے کئی چھوٹے چھوٹے پرندے مثلاً فاختہ اپنے گھونسلے جھانپلوں کے گھونسلے کے زیر سایہ بناتے ہیں۔ جھانپل کی حکومت میں کوئی پرندہ ان کو دق نہیں کر سکتا۔

زور اور مادہ کارنگ بالکل یکساں ہوتا ہے۔ ان میں بیرونی تمیز کوئی نہیں ہوتی۔ مادہ اپریل سے اگست تک انڈے بچے دیتی ہے۔ انڈوں کی تعداد عموماً صرف چار ہوتی ہے۔ اس کے انڈوں کا رنگ مختلف ہوتا ہے۔ بعض انڈے تو بالکل سفید ہوتے ہیں اور بعض کے اوپر سیاہ دھبے ہوتے ہیں۔

مینا (پنجابی لالڑی یا گٹار)

THE MAYNAH

مینا اُن چند پرندوں میں سے ہے جو سارے ہندوستان میں بکثرت ملتے ہیں۔ کھیت میں یا میدان میں۔ شہر میں یا دیہات میں مینا ہر جگہ ملتی ہے۔ مینا اکیلی اکیلی نہیں رہتی یہ ہمیشہ چھوٹے یا بڑے گروہوں میں ملتی ہیں۔ مینا کا سر گردن اور پیٹ کے اوپر کا حصہ بالکل سیاہ ہوتے ہیں۔ باقی سارے جسم کا اوپر کی طرف سے نھواری رنگ ہوتا ہے۔ پیٹ سفید ہی مائل ہوتا ہے۔ دونوں بازوؤں پر ایک ایک سفید دھاری نظر آتی ہے۔ جب مینا اُڑ رہی ہو اور بازو کھلے ہوں تو ان دھاریوں کی جگہ دونوں بازوؤں پر دو بڑے بڑے سفید رقبے نظر آتے ہیں۔ دُم کے پروں کی نوکیں بھی

سینہ ہوتی ہیں۔ چونچ ٹانگیں اور پاؤں زرد ہوتے ہیں۔
دونوں طرف آنکھوں کے پیچھے زرد گوشت کا ایک لو تھرا
سا نظر آتا ہے۔

مینا چھوٹے موٹے ٹڈے کیڑے مکوڑے مڑی سنڈیا
وغیرہ کھاتی ہیں۔ اس لئے اس کا بہت سا وقت سلج زمین
پر ہی گذرتا ہے۔ پس مینا بھی کسان کے مرقی پرندوں میں سے
ہے۔ مینا کا چڑچڑاپن مشہور ہے۔ کھیت میں گھومتی بوٹی
مینا میں گھاہے گاہے ٹھہر جاتی ہیں اور آپس میں کچھ باتیں کرنے
لگتی ہیں۔ ان کی چڑچڑاہٹ سے بعض دفعہ انسان بہت
تنگ آتا ہے۔ مینا بہت سمجھدار پرندہ ہے۔ گھاس میں
چھتے چھتے اگر انہیں کوئی سانپ نظر آجائے تو سب کا ایک
شور مچانے لگتی ہیں۔ اگر کسی جگہ بہت سی میناں شور کر
رہی ہوں تو آپ کو سمجھ لینا چاہئے کہ اس جگہ کوئی خطرناک
چیز ضرور ہے۔ اس طرح مینا کئی دفعہ انسان کی توجہ سانپ
کی طرف مبذول کر دیتی ہے اور سانپ کی موت کا باعث
ہوتی ہے۔ جہاں کہیں چند مویشی چر رہے ہوں وہاں چند
میناں ان کے پیچھے پیچھے چلتی رہتی ہیں۔ اور مویشیوں کے
گھومنے سے جو کیڑے ادھر ادھر بھاگتے ہیں یہ ان کو
دور ج لیتی ہیں۔ کیڑوں مکوڑوں کے علاوہ میناں اور بھی

بہت سی چیزیں کھا لیتی ہیں۔ درختوں کے پھل دانے
وُنکے اور کینچوے تک نہیں چھوڑتیں۔

دوپہر کے وقت جب گرمی کی شدت ہوتی ہے تو
مینائیں درختوں کی گھنی شاخوں میں گھس جاتی ہیں۔ جب
ان کو گرمی زیادہ ستاتی ہے تو کتے کی طرح مُنہ کھول کر ٹانگنا
شروع کرتی ہیں۔

مینائیں آپس میں بڑے اتفاق سے رہتی سہتی ہیں
شام کے وقت سینکڑوں مینائیں ایک ہی درخت پر جمع
ہوتی ہیں اور بڑا شور و غل مچاتی ہیں۔ ایک صاحب لکھتے
ہیں کہ مینائیں اس شور و غل کرنے میں بہت سی طاقت
خرج کرتی ہیں۔ اگر انسان کسی طرح اس طاقت کو قابو
میں لائیکے تو ہندوستان کے ہر شہر و قصبہ میں بجلی بڑے
سستے داموں میسر ہو جائے۔ کیا خوب بعض حضرات کو بہت
دور کی سوچتی ہے۔

اگر کوشش کی جائے تو مینا طوطے کی طرح باتیں
کرنا سیکھ سکتی ہے۔ کئی کئی لوگ مینا کے بچے کو پالتے ہیں
باتیں سکھاتے ہیں اور اپنے گھروں میں رکھتے ہیں۔ اگر
مینا کے چھوٹے سے بچے کو پکڑ کر پالا جائے تو اسے پنجرے
میں رکھنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ مینا آشنا ہو جانے کے

بعد کتے بلی کی طرح انسان کے ساتھ رہنا پسند کرتی ہے +
 نر اور مادہ مینا میں بظاہر کوئی فرق نظر نہیں آتا۔ یہ جن
 سے اگست تک انڈے بچے دیتی ہیں۔ مینائیں مکانات
 کی چھتوں اور درختوں کی کھوکھوں وغیرہ میں گھولنے بناتی
 ہیں۔ بعض دفعہ گاہری اور کوئے کے گھولنوں کو ہی
 مرست کر کے استعمال کر لیتی ہیں۔ گھولنے کو اندر سے نرم
 بنانے کے لئے چیتھڑے پھوس پر وغیرہ جمع کرتی ہیں
 کبھی کبھی سانپ کی کینچلی بھی لے آتی ہیں۔ مادہ تین سے
 چھ تک انڈے دیتی ہے۔ اس کے انڈوں کا رنگ آسمانی
 سا ہوتا ہے۔ انڈے کے خول کے اوپر کوئی دھبے وغیرہ
 نہیں ملتے +

چار پانچ اقسام کی اور مینائیں بھی ہندوستان میں ملتی
 ہیں۔ ان کی شکل و صورت اور طرز و اطوار بھی عام مینا جیسے
 ہی ہوتے ہیں +

نیل کنٹھ یا پنجابی گرڑھ جکوان

THE INDIAN ROLLER

نیل کنٹھ یا گرڑھ تعارف کا محتاج نہیں۔ اس کا نام پڑھتے ہی اس کی خوبصورت شکل آپ کی آنکھوں کے سامنے آ گئی ہوگی۔ اس کی شناخت کے لئے لمبے چوڑے بیان کی ضرورت نہیں۔ ہندوستان میں ہر جگہ پایا جاتا ہے۔ برہما کو چین چائنا اور سیام میں بھی ملتا ہے۔ نہایت خوبصورت ہونے کی وجہ ہر ایک فرد بشر کی آنکھوں میں سما جاتا ہے چھوٹے چھوٹے بچے جو نہی اپنے آس پاس کی چیزوں میں دلچسپی لینا شروع کرتے ہیں اپنے والدین سے اس کا نام پوچھتے ہیں۔ یورپین اور دوسرے اجنبی جو نہی ہندوستان میں وارد ہوتے ہیں۔ اس پرندے کو دیکھ کر ششدر سے

رہ جاتے ہیں۔ کیا کبھی اڑتا ہوا نیل کنتھ آپ کے سر کے
 اوپر سے گزرا ہے؟ اگر نہیں تو ایسے موقع کی تلاش میں رہئے
 اس کی خوبصورتی کا پورا راز ایسے ہی وقت افشا ہوتا ہے
 اس کے بازوؤں کے پرنیلے اور اودے رنگ کے ہوتے
 ہیں۔ جس شخص نے اس کو نگاہ خود سے نہ دیکھا ہو رنگین
 سے رنگین بیان بھی اُس کے دماغ میں اس کا صحیح نقشہ
 نہیں بنا سکتا۔ غالباً ہندوستان میں کوئی بھی ایسا شخص نہ ہو گا
 جو نیل کنتھ کی صورت و شکل سے ناواقف ہو۔ گو یہ پرندہ بانگوں
 اور کھیتوں میں عام ملتا ہے لیکن شہروں کے اندر بھی گا ہے
 گا ہے نظر آتا ہے۔ ہندو اسے متبرک مانتے ہیں۔ دوسرے
 کے روز اس کا درشن خوش قسمتی کی علامت ہے۔ ہر ایک
 ہندو اس تیمار کو اس کے درشن کا خواہاں رہتا ہے۔ روایت
 ہے کہ شوچی مہاراج نے اس پرندے کا روپ دھارن کیا تھا۔
 یہ پرندہ جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے باغات اور کھیتوں
 میں عام ملتا ہے۔ گھنے جنگلوں کو پسند نہیں کرتا۔ کھلی جگہوں
 میں درختوں کی اُونچی ٹہنیوں کو ترجیح دیتا ہے۔ ریل کا سفر کرتے
 ہوئے آپ نے بار بار نیل کنتھ کو تار برقی کے ٹکبوں پر بیٹھ
 ہوئے دیکھا ہو گا۔ اپنی جگہ پر چُپ چاپ بیٹھے ہوئے پرندے
 کا رنگ اپنے اُس پاس کی چیزوں سے خوب ملتا ہے۔ اس

لئے نیل کنٹھ نظر سے اوجھل رہتا ہے۔ اس بات کا بڑا فائدہ ہے۔ اول تو نیل کنٹھ دشمنوں سے بچا رہتا ہے۔ دوم جن جانوروں کو یہ شکار کرتا ہے اُن کی نظر سے بھی اوجھل رہتا ہے۔ درخت کی ٹہنی یا تار برقی کے اوپر بیٹھا ہوا نیل کنٹھ چاروں طرف تاک لگائے رکھتا ہے۔ کسی کیڑے یا چھوٹی سوئی چوہیا کی بل سے نکلنے کی دیر ہوتی ہے اور نیل کنٹھ اس کے اوپر ٹوٹ پڑتا ہے اور ایک آن کی آن میں دبوچ لیتا ہے۔ نیل کنٹھ کا گذارہ کھیتوں اور باغات کے ضرر رسان کیڑوں پر ہے۔ برسات کے موسم میں جب کیڑے بہت کثرت سے پیدا ہوتے ہیں تو نیل کنٹھ شام کو دیر تک ان کا شکار کرتا رہتا ہے۔ ایک صاحب نے کچھ نیل کنٹھوں کے پیٹ کا ملاحظہ کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ اس کے پیٹ کے اندر بہت سے کیڑے تھے۔ ان کیڑوں میں سے بہت سے ایسے تھے جو پودوں کے لئے ضرر دہاں ہوتے ہیں۔ اس لئے یہ پرندہ کسان اور باغبان کا حقیقی دوست ہے۔

جب یورپین لوگ پہلے پہل ہندوستان میں آئے تھے تو اس پرندے کو اس کے خوبصورت پروں کی خاطر نشاءِ اجل بناتے تھے۔ جب گورنمنٹ نے دیکھا کہ یہ پرندہ بہت کارآمد ہے تو قانون بنایا گیا کہ کوئی شخص اس پرندے کا شکار نہ کر

سکے اور اس پرندے کی آبادی میں کمی واقع نہ ہو۔
 نر اور مادہ نیل کنٹھ شکل و ثباہت اور پوشش میں باہل
 یکساں ہوتے ہیں۔ فروری مارچ سے لے کر جولائی تک،
 انڈے بچے دیتے ہیں۔ موسم بہار کے آتے ہی نیل کنٹھ ہوا
 میں قلا بازیاں لگانا شروع کرتا ہے۔ اور ہر ایک شخص پر
 روشن کرتا ہے کہ سنت کا موسم آگیا۔ ان قلا بازوں کے
 سبب سے ہی انگریزی زبان میں نیل کنٹھ کو رولر (ROLLER)
 کہتے ہیں عموماً درختوں کی کھوکھوں میں گھونسٹے بناتے ہیں۔ اگر
 کسی جوڑے کو کھوکھ میں ستر نہ ہو سکے تو کسی غارت کے چھت
 میں گھونسٹہ بنا لیتے ہیں۔ نیل کنٹھ تنکوں اور چیتھروں کو
 جمع کر کے بے ڈھنگہ سا گھونسٹہ بناتے ہیں۔ مادہ اس کے اندر
 چار پانچ باطل سفید انڈے دیتی ہے۔ ہمارے گھر کی چھت میں
 ایک جوڑا کئی سال تک گھونسٹہ بناتا رہا۔ نوزائیدہ بچے بہت
 شور مچاتے ہیں۔ یہ بالکل برہنہ ہوتے ہیں۔ ان کے پر رفتہ رفتہ
 نمودار ہوتے ہیں۔ ان کے والدین ان کی خاطر ادھر ادھر سے
 کیڑے کوڑے پکڑ کر لگاتار لاتے رہتے ہیں۔



THE HOOPOE

ہڈ ہڈ قد میں مینا سے ذرا ہی چھوٹا ہوتا ہے۔ اس کی سیاہ نوکیلی چوڑی دوا نیچ سے زیادہ لمبی ہوتی ہے۔ اس کے سر کے اوپر ایک کلغی ہوتی ہے۔ اس کلغی کے پروں کی چوٹیوں کے اوپر سیاہ دھبے لگے ہوتے ہیں۔ یہ کلغی عموماً بند رہتی ہے لیکن اڑنے کے بعد جو نہی ہڈ ہڈ بیٹھتا ہے تو کلغی کو تھوڑی دیر کے لئے کھڑا کر دیتا ہے۔ ہڈ ہڈ کے جسم پر سیاہ اور سفیدی مائل دھاریاں ہوتی ہیں۔ اس کی کلغی اس کی لمبی چوڑی اور اس کے جسم کی سیاہ سفید اور بادامی دھاریوں سے آپ فوراً اس کو پہچان سکتے ہیں۔

ہڈ ہڈ ہندوستان میں عام ملتا ہے۔ ہڈ ہڈ گھنے جنگلوں کو

پسند نہیں کرتا۔ اور کھلے میدانوں کو ترجیح دیتا ہے۔ کبھی کبھی کھنڈرات کے قریب بھی ملتا ہے۔ ہدہ اپنا بہت سا وقت سطح زمین پر ہی صرف کرتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ ہدہ چھوٹے کیڑوں مکوڑوں کو کھاتا ہے۔ ایسے کیڑے سطح زمین پر ہی ملتے ہیں۔ ہدہ زمین پر بڑی آن بان سے چلتا ہے۔ درختوں کے خشک پتے جو زمین پر گرے پڑے ہوں ان کو با احتیاط اور با ترتیب الٹ پلٹ کر دیکھتا ہے۔ نیچے سے جو کوئی کیڑا یا سنڈھی (لاروا-LARVA) ملے اُسے نوچ لیتا ہے۔ کیڑے مکوڑے کھانے کی وجہ سے ہدہ کسان کے مرنے پرندوں میں سے ہے۔ جو نڈھیاں فصل کے لئے سخت ضرر رساں ثابت ہوتی ہیں اور جن کو مارنا کسان کے لئے از حد ضروری ہے ان کو ہدہ کھا لیتا ہے۔ اور ایسا کرنے سے کسان کی مدد کرتا ہے۔ اگر آپ ہدہ کو گھاس میں چٹا دیکھیں تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ ہدہ کس جلدی سے اپنا کام کرتا ہے۔ اگر کوئی دشمن قریب آجائے یا ہدہ کو کسی طرح سے خطرہ محسوس ہو تو سر کی کلفنی جھٹ کھڑی کرتا ہے اور اڑ جاتا ہے۔

تڑمتی اکثر ہدہ کا شکار کرتی ہے لیکن ہدہ آسانی سے تڑمتی کے قابو نہیں آتا۔ بعض دفعہ دو تڑمتیاں مل کر

ایک ہڈ کا شکار کرتی ہیں۔

نر اور مادہ ہڈ کی شکل اور شہادت بالکل یکساں ہوتی ہے۔ اور پیدائش سے اخیر دن تک ہڈ ہڈ کی پوشش میں کوئی فرق نہیں آتا، مادہ ہڈ ہڈ فردی اور مارچ کے مہینوں میں انڈے دیتی ہے۔ ان دنوں نر پھرتی کے ساتھ ناچتا ہے۔ کئی اصحاب کا خیال ہے کہ یہ قلابازیاں مادہ کے سامنے ہی لگائی جاتی ہیں۔ اور مادہ کے دل کو موہت کرتی ہیں۔ اس موسم میں نر حسب معمول سے زیادہ بولتا ہے، ہڈ اپنا گھونسلہ عموماً درخت کی کسی کھوکھ میں بناتے ہیں۔ کبھی کبھی عمارت کے کسی سوراخ یا کسی پتھر کے نیچے بھی گھونسلہ بنا لیتے ہیں۔ بعض اصحاب کا خیال ہے کہ ہڈ گزشتہ سال کے گھونسلے کو ہی موسم بہار میں پھر مرت کر کے استعمال میں لاتے ہیں۔ مادہ ہڈ تین سے دس تک انڈے دیتی ہے۔ جب یہ انڈے دینے شروع کرتی ہے تو گھونسلے کو بالکل نہیں چھوڑتی۔ یعنی انڈوں کو سہنا بھی شروع کر دیتی ہے۔ ان ایام میں مادہ سے ایک نصاب قسم کی بو آنے لگتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مادہ گھونسلے کو بالکل نہیں چھوڑتی۔ اس کی بیٹھیں گھونسلے کے اندر ہی سڑنے لگتی ہیں۔ علم طبیعیات کے ماہروں کا

قیاس ہے کہ اس بدبو سے ہڈ کو بہت فائدہ ہے۔ اُس کے دشمن بدبو سے گریز کرتے ہیں اور ہڈ کا گھونسلہ محفوظ رہتا ہے۔ آپ سوال کریں گے کہ اگر مادہ ہڈ ہڈی دونوں تک گھونسلے سے باہر ہی نہیں نکلتی تو اسے کھانا کون کھلاتا ہے۔ اگر آپ ایسے گھونسلے کو جس کے اندر مادہ انڈوں کو سہہ رہی ہو بغور دیکھیں تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ نہ ہڈ تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد گھونسلے کو آتا ہے۔ ہر دفعہ جو بیج میں ایک کیڑا یا سنڈی لاتا ہے۔ اس طریقے سے نہ مادہ کو گھونسلے کے اندر ہی غذا بہم پہنچاتا رہتا ہے جب انڈوں سے بچے نکلتے ہیں تو مادہ گھونسلے سے باہر نکلتا شروع کرتی ہے۔ اور بچوں کو غذا بہم پہنچانے میں نہ کی مدد کرتی ہے۔ ہڈ کے بچے انڈوں سے نکلنے کے وقت بالکل چُپ چاپ ہوتے ہیں۔ لیکن تھوڑے ہی دنوں کے بعد خوب شور کرنا شروع کرتے ہیں۔ جب ان کے ماں باپ باہر سے ان کے واسطے غذا لے کر آتے ہیں تو یہ اُن کا خوب جوش کے ساتھ استقبال کرتے ہیں۔

ہڈ ان چند پرندوں میں سے ہے جن میں انسان کئی صدیوں سے دلچسپی لے رہا ہے۔ ہڈ کے نام دنیا کی

کئی مختلف زبانوں میں ملتے ہیں۔ مصر کی قدیم تصاویر میں
ہڈ کی تصویر بھی ہے۔ اس کا گھونسلہ بدبو دار ہونے کی
وجہ سے یہودی اس پرندے کو نہایت پلید قرار دیتے
ہیں۔ لیکن جنوبی یورپ کے عیسائی لوگ ہڈ کو کھاتے
ہیں۔ اسلامی مالک میں ہڈ کو سلیمان کا چاہیتا اور راز دار
پرندہ مانا جاتا ہے۔ جادو اور طبابت کے نسخوں میں ہڈ کے
مختلف حصوں کو ڈالا جاتا ہے۔ انجیل میں بھی ہڈ کا ذکر ملتا ہے۔
کئی حکیموں کا خیال ہے کہ ہڈ کا گوشت دسوار ہے۔
پیٹ درد اور چھپش میں مفید ثابت ہوتا ہے۔ اس کے
دل کو اگر گھی میں بھون کر اور شہد میں ملا کر کھایا جائے
تو حانطے کو تقویت دیتا ہے۔ اس کے جگر کے پتے (گال
بلیڈر GALL-BLADDER) کا لعاب آنکھوں کی بیماریوں کے
لئے مفید ہے۔

بلبل

THE BULBUL

آپ غالباً بلبل کی شکل و صورت سے واقف ہوں گے بلبل سارے ہندوستان میں پائی جاتی ہے۔ بلبل اور گل کے فسانے اور نظمیں آپنے اکثر سُنی ہوں گی۔ بلبل کو پھولوں اور باغوں سے خاص اُنس ہے۔ بلبل قد میں چڑیا سے مقوڑی ہی بڑی ہوتی ہے۔ اس کا سراود گردن سیاہ ہوتے ہیں۔ سر پر سیاہ پردوں کی ایک معمولی سی کلفتی بھی ہوتی ہے۔ اس کے جسم کا رنگ سیاہی مائل بھوسلا ہوتا ہے۔ دُم کے پروں کی نوکیں سفید ہوتی ہیں۔ پیٹ کا خچلا جھتہ سفید ہی مائل ہوتا ہے۔ دُم کے نیچے کچھ پروں کا رنگ سُرخ ہوتا ہے۔ اس سُرخ کی وجہ سے بلبل آسانی سے

یہ بچانی جاسکتی ہے اس کی چونچ اور ٹانگیں سیاہ ہوتی ہیں۔
 بلیں گوباشات کو زیادہ پسند کرتی ہے لیکن بہت گھنے
 جنگلوں اور ریگستانوں کو چھوڑ باقی ہر جگہ ملتی ہے۔ ہمالیہ
 پہاڑ میں چار پانچ ہزار فٹ کی بلندی تک پائی جاتی ہے۔
 بلیں اپنا سارا وقت درختوں اور جھاڑیوں کی ٹہنیوں اور
 پتوں میں ہی گزارتی ہے۔ اس کی ٹانگیں اور پاؤں زمین
 پر دوڑنے کے لئے سوزن نہیں۔

بلیں درختوں کے پھل مثلاً گولیس اور بیر وغیرہ کھاتی
 ہے۔ کیڑوں کو پکڑنے کے لئے کبھی کبھی زمین پر اتر آتی
 ہے۔ لیکن فوراً ہی درخت یا جھاڑی کی ٹہنی پر واپس چلی
 جاتی ہے۔ شام کے وقت بلیں کسی جھاڑی کی شاخ پر بیٹھ
 کر اڑنے والے کیڑوں کو پکڑنا شروع کرتی ہے۔ ہر دفعہ
 شکار کو پکڑ لینے کے بعد اپنی جگہ پر واپس آ جاتی ہے۔ گو
 بلیں پھولوں اور پھلوں کا کچھ نقصان کرتی ہے۔ لیکن کیڑے
 خور ہونے کی وجہ سے فائدہ مند بھی ہے۔ ماہرین کا خیال
 ہے کہ انسان کو بلیں سے نقصان کی نسبت فائدہ بہت
 زیادہ ہے۔

نر اور مادہ بلیں کا رنگ ڈھنگ بالکل ایک جیسا ہی
 ہوتا ہے۔ دونوں اکثر اکٹھے ہی اڑتے پھرتے ہیں۔ یہ

آپس میں ایک دوسرے کو بہت محبت کرتے ہیں۔ ببل بہت لڑاکی واقع ہوئی ہے۔ بعض شوقین ببل کو پکڑ کر پالتے ہیں۔ آپ نے بعض دفعہ ببلوں کے شوقینوں کو دیکھا ہوگا۔ یہ حضرات ببل کی ٹانگ کو رسی سے باندھ کر ہاتھ پر اٹھائے پھرتے ہیں۔ ان ببلوں کو آپس میں لڑاتے ہیں۔ لڑانے والے آپس میں بڑی بڑی شرطیں لگاتے ہیں۔ ایک صاحب کا خیال ہے کہ ان حضرات کے نزدیک ببل لڑنے والے مرغ کا صرف ایک پاگٹ ایڈیشن

ہے (POCKET EDITION)

ببل کے متعلق ایک دو غلط فہمیاں رائج ہو چکی ہیں ایک شاعر کہتے ہیں: ”ببلو کس کو دکھاتی ہو عروج پر وار“ حاصل یہ غلط ہے کیونکہ ببل کے پر وار میں عروج نہیں ہوتا۔ ببل ہوا میں بہت اوجھا نہیں اڑتی۔ ببلیں زیادہ تر چھوٹے چھوٹے درختوں میں ہی رہتی ہیں۔ ابابیل کی طرح صبح و شام آسمان پر چکر نہیں لگاتیں، دوسری غلط فہمی یہ ہے کہ ببل کو بہت اچھا گانیوالا پرندہ تصور کیا جاتا ہے ببل کی بولیوں کو دلکش کہا جاسکتا ہے لیکن اس کی بولیں سہ کسی کتاب کے ایسے ایڈیشن کو جو جیب کے اندر آسکتا ہو پاگٹ ایڈیشن کہتے ہیں۔

کو اتنی عظمت دینی نہایت غیر موزون ہے۔ اس خلط فہمی کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ بلبل کی ایرانی بہن عندلیب نہایت اعلیٰ اعلیٰ راگ گاتی ہے اور اکثر لوگ عندلیب اور بلبل کو ہم جنس ہی سمجھتے ہیں۔ عندلیب ہندوستان میں نہیں ملتی ہاں شوقین اصحاب کبھی کبھی ایران سے منگوا لیتے ہیں + نر مادہ بلبل موسم بہار سے لے کر اگست تک انڈے بچے دینے میں مصروف رہتے ہیں۔ یہ اپنا گھونسلہ اکثر چھوٹی چھوٹی جھاڑیوں میں بناتے ہیں۔ گھونسلے سے آنے جانے کے وقت احتیاط سے کام نہیں لیتے۔ اس لئے کوؤں کو ان کے گھونسلے کا جھٹ پتہ لگ جاتا ہے۔ اور جب میاں بیوی دونوں باہر گئے ہوں تو کوئے انڈوں اور بچوں کو چڑا کر لے جاتے ہیں۔ بلبلیں پھر کہیں اور گھونسلہ بناتی ہیں۔ لیکن کئی دفعہ اپنی بیوقوفی اور بے احتیاطی سے پھر مصیبت کا شکار ہوتی ہیں۔ مادہ دو سے چار تک انڈے دیتی ہے۔ انڈوں کا رنگ سرخی مائل ہوتا ہے۔ اور ان کے اوپر اُودے سے دھتے دکھائی دیتے ہیں +

لاہور کے ارد گرد اور پنجاب کے میدانوں میں اوپر والی بلبل کے علاوہ موسم سرما میں ایک اور بلبل بھی ملتی ہے اس کی شکل و صورت تو اوپر والی بلبل جیسی ہی ہوتی ہے

لیکن اتنا فرق ضرور ہوتا ہے کہ اس کے رخسار سفید ہوتے ہیں اور اس کی دُم کے نیچلے پر سُرخ کی بجائے زرد ہوتے ہیں۔ اس بلبل کو سفید رخسار بلبل کہتے ہیں۔ لاہور کے چڑیا خانے میں ایسی کئی بلبلیں بند کی گئی ہیں، سفید رخسار بلبل ہمالیہ پہاڑ میں بکثرت ملتی ہے۔ کشمیر میں بھی عام پائی جاتی ہے۔ عادات کے لحاظ سے دونوں بلبلیں ایک جیسی ہی ہیں۔ سفید رخسار بلبل موسم گرما میں لاہور نہیں رہتی غالباً ہمالیہ پہاڑ کی ٹھنڈی وادیوں کو چلی جاتی ہے۔ سفید رخسار اپنا گھونسلہ محفوظ جگہوں میں بناتی ہے اور کوؤں کو اس کے گھونسلے کا پتہ نہیں ملتا۔

بلبل کی دو چار اور قسمیں بھی ہندوستان میں پائی جاتی ہیں۔ لیکن ان کا ذکر اس جگہ غیر موزون ہوگا۔

شکر خورہ یا پھل سنگھنی

THE SUNBIRD

”شکر خورے کا منہ شکر سے خدا بھرتا ہے۔“ آپ نے یہ مصرع تو ضرور سنا ہوگا۔ کیا آپ کو یہ بھی کبھی خیال ہوا کہ شکر خورہ دراصل ایک پرندے کا نام ہے۔ یہ ننھا سا پرندہ پھولوں کے اندر سے مٹھاس (شہد) نکالتا اور کھاتا ہے۔ اس لئے اسے شکر خورہ کہتے ہیں۔ پنجابی میں اسے پھل سنگھنی کہتے ہیں۔

شکر خورہ قد میں چڑیا سے بہت چھوٹا ہوتا ہے۔ زرد اور مادہ کی رنگت مختلف ہوتی ہے۔ موسم بہار اور موسم گرما میں زرد کی پوشش بہت خوبصورت ہوتی ہے۔ ان دنوں اس کا رنگ سیاہ ہوتا ہے۔ گردن کمر اور اوپر کے تمام پر سیاہ

اور نہایت چمکیلے ہوتے ہیں۔ سینے اور سچلے جھٹے کا رنگ
 زردی مائل ہوتا ہے۔ اگر دھوپ چمک رہی ہو اور
 آپ چمکے چمکے شکر خورے کے قریب چلے جائیں تو
 آپ دیکھیں گے کہ شکر خورہ واقعی نہایت بانکا پرندہ
 ہے۔ اس کے سر کے پروں کی خوبصورت جھلک صرف
 دیکھنے سے ہی تعلق رکھتی ہے، مادہ شکر خورہ سادگی کا
 نمونہ ہے۔ اس کا رنگ سنری مائل بھوسلا ہوتا ہے۔ اس
 کے پروں میں نر کے پروں جیسی جھلک نہیں ہوتی۔ سینے
 اور سچلے جھٹے کا رنگ زرد ہوتا ہے۔ موسم سرما میں نر اپنی
 نر ق برق پوشاک اتار دیتا ہے اور مادہ جیسی پوشاک زیب
 تن کرتا ہے۔ اس کے سیاہ اور چمکیلے پروں کی جگہ بھوسلے
 پر نکل آتے ہیں۔ شکر خورے کی چونچ سیاہ اور تقریباً
 لمبی ہوتی ہے۔ پاؤں اور ٹانگوں کا رنگ سیاہ ہوتا ہے
 شکر خورہ عموماً باغات میں عام ملتا ہے۔ لیکن یہ نہ
 سمجھ لینا کہ یہ اور جگہوں میں ملتا ہی نہیں۔ خوشنما باغات
 کے علاوہ شکر خورہ ایسے جنگلوں میں بھی ملتا ہے جہاں کہ
 آک (مدار) یا کریر کے سوا اور کوئی درخت یا جھاڑی نہیں
 ملتی بارغ میں پھولوں کے آس پاس چکر لگاتا ہو اگر آپ
 کو ایک نہا سا سیاہ اور لمبی چونچ والا پرندہ ملے تو یہ یقیناً

شکر خورہ ہی ہوگا۔ ویسے تو صوب پرندے ہی پھر تیلے واقع ہوئے ہیں۔ لیکن شکر خورے میں پھرتی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ شکر خورہ پھولوں میں پھدکتا پھرتا ہے۔ لمبی چونچ کے ساتھ پھولوں کے گہرے حصوں میں سے مٹھاس نکال لیتا ہے۔ پھولوں کی مٹھاس کے علاوہ شکر خورہ چھوٹے چھوٹے کیڑے بھی کھاتا ہے۔ پھولوں کے اندر سے مٹھاس نکالنے کے لئے شکر خورے کو طرح طرح کی تلا بازیاں لگانی پڑتی ہیں۔ مٹھاس کھاتے کھاتے شکر خورہ خوشی میں پھولا نہیں سماتا اور ایک ننھا سارا گ لگاتا ہے۔ جب نہ شکر خورہ ایک درخت یا جھاڑی سے اڑ کر دوسرے درخت پر جاتا ہے تو اس کی وفادار بیوی فوراً ہی اس کے پیچھے اُسی درخت پر پہنچتی ہے۔ یہ میاں بیوی ایک دوسرے سے از حد محبت کرتے ہیں۔ قیاس ہے کہ ان کا جوڑہ تازہ زندگی قائم رہتا ہے۔ بعض دفعہ کریر جیسے درخت پر اتنے شکر خورے جمع ہوتے ہیں کہ ان کو شمار کرنا سخت مشکل ہوتا ہے وجہ یہ ہے کہ کوئی بھی شکر خورہ دو لمحوں کے لئے ایک ہی جگہ چپ چاپ نہیں بیٹھتا۔

ہندوستان میں شکر خورے کی کئی قسمیں پائی جاتی ہیں۔ لیکن جس شکر خورے کا حلیہ اُد پر بیان کیا گیا ہے وہ پنجاب

میں عام ملتا ہے۔

شکر خورے اپنے گھونسلے موسم سرا میں بناتے ہیں
 ایک صاحب لکھتے ہیں کہ شکر خوروں کا گھونسلہ ایک نہایت
 ہی حیرت انگیز گھونسلہ ہے۔ گھونسلہ بنانے میں نہ بالکل حقیقت
 نہیں لیتا۔ یہ صرف مادہ کی محنت سے تیار ہوتا ہے۔ گھونسلہ
 درخت کی ٹہنی سے لٹکتا رہتا ہے۔ مادہ اس کے اندر ایک
 یاد داندے دیتی ہے۔

دھیال

THE MAGPIE ROBIN

خوبصورت دھیال سبزہ زاروں اور باغوں میں عام ملتا ہے۔ قد میں یہ پرندہ بلبل سے بڑا ہوتا ہے۔ نر کا رنگ مادہ کے رنگ سے مختلف ہوتا ہے۔ نر کا سر گردن سینے کا کچھ جھٹہ اور کمر چمکیلے سیاہ رنگ کے ہوتے ہیں۔ پیمٹ وغیرہ کا رنگ سیاہ ہوتا ہے۔ سیاہ بازوؤں کے اوپر ایک سفید رنگ کی دھاری نظر آتی ہے۔ دُم کے درمیانی چند پر سیاہ لیکن باقی سب پر سفید ہوتے ہیں۔ مادہ پرندے کا رنگ چمکیلا سیاہ ہونے کی بجائے گہرا بھوسلا ہوتا ہے۔ اس کے بازوؤں اور دُم پر نر کی طرح سفیدی موجود ہوتی ہے۔

دھیال باغات میں عام ملتا ہے۔ اس کی دُم عام پرندوں

کی دُم کی طرح نیچے کو نہیں رہتی بلکہ اپنی دُم کو یہ پرندہ کچھ اُونچا اُٹھائے رکھتا ہے۔ زمین پر یا کسی ٹہنی پر بیٹھے ہوئے دھیاں اپنی دُم کو ہمیشہ اُونچا کر کے پھیلائے رکھتا ہے۔

دُم کے سفید اور سیاہ پر بہت بھلے معلوم ہوتے ہیں۔ دھیاں کے بانگین کا کیا ذکر کریں اگر آپ اس کو ایک دفعہ دیکھ پائیں تو دیکھتے دیکھتے آپ کی طبیعت سیر نہ ہو۔

دھیاں پنجاب کے سرسبز میدانوں کے علاوہ ہمالیہ پہاڑ کے اندر چار ہزار اور کبھی کبھی چھ ہزار فٹ کی بلند سی تک ملتا ہے۔ سندھ راجپوتانہ اور پنجاب کے گرم خشک علاقوں میں نہیں ملتا۔ بہت گھنے جنگل اور ریگستان اسے ناپسند ہیں۔ دھیاں باغات میں درختوں کے سائے کے نیچے زمین پر پھدکتا پھرتا ہے۔ گاہے گاہے چھوٹے چھوٹے درختوں کی ٹہنیوں میں بیٹھ کر نہایت سُرلی آواز سے گانا شروع کرتا ہے۔ ایک صاحب لکھتے ہیں کہ دھیاں دنیا کے بہترین گانیاں پرندوں میں سے ہے۔ باقی گانیاں اے پرندوں کی طرح دھیاں سارا سال گاتا نہیں رہتا۔ شروع سردیوں میں بالکل چپ چاپ رہتا ہے۔ لیکن مارچ کے مہینے موسم بہار میں کوئی بھی باغ اس کے سریلے ترانوں سے خالی نہیں رہتا۔ اگر آپ کو پیشتر ازیں دھیاں سے واقفیت

نہ تھی تو غالباً اس بیان کو پڑھنے کے بعد آپ کے دل میں اس پرندے کو دیکھنے کی خواہش ضرور پیدا ہوئی ہوگی۔ اب کے باغ کی سیر کرتے ہوئے درختوں کے ٹھنڈے سائے میں کوئی نہ کوئی دھیال آپ کو ضرور دکھائی دے گا۔ دھیال اکثر کیڑے مکوڑے اور تھوڑی سی سبزی ترکاری کھاتا ہے۔ کیڑوں کی تلاش میں اپنا بہت سا وقت سطح زمین پر ہی صرف کرتا ہے، دھیال کبھی کبھی کینچوے بھی کھا لیتا ہے۔

آپ شاید پوچھیں گے کہ دھیال صرف موسم بہار میں ہی کیوں گاتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ ان دنوں اس کے انڈے بچے دینے کا موسم ہوتا ہے۔ نر دھیال جوش جوانی میں بھولا نہیں سماتا۔ اس کے جوش جوانی کا کچھ حصہ گانے کی شکل اختیار کرتا ہے اور دھیال کے ترانوں سے باغ کا کونہ کونہ گونج اٹھتا ہے۔ گھونسلہ بنانے کے لئے دھیال کوئی بنا بنایا سوراخ تلاش کرتے ہیں۔ یہ سوراخ کبھی کبھی تو درختوں کے تنے میں واقع ہوتا ہے۔ دھیال اکثر مکانات کے سوراخوں میں بھی گھونسلے بنا لیتے ہیں۔ اس سوراخ میں گھاس پھوس اور ملائم پروں کو جمع کرنے کے بعد مادہ پانچ تک سبزی مائل انڈے دیتی ہے۔

ہریل یا ہریال

THE GREENBEE-EATER

اس ننھے پرندے کا قد چڑیا جتنا ہی ہوتا ہے۔ اس کے جسم کا رنگ سرسبز ہوتا ہے لیکن گردن اور ٹھوڑی نیلی جھلک مارتی ہیں۔ اس کی نازک چوہنچ سیاہ لمبی اور خمدار ہوتی ہے۔ اس کے پاؤں بھی بہت نازک ہوتے ہیں۔ اس کی دُم کے دو درمیانی پر باقی پروں سے دور تک بڑھے ہوئے ہوتے ہیں۔ ان پروں کا رنگ سیاہ ہوتا ہے۔ ان بڑھے ہوئے سیاہ پروں کے سبب یہ پرندہ نہایت آسانی سے پہچانا جاتا ہے۔ یہ پرندہ موسم کے تغیر و تبدل کے ساتھ نقل مکان کرتا ہے۔ لیکن اس کی نقل و حرکت کے متعلق تاحال واقفیت مکمل نہیں ہوئی

پنجاب میں ہریالیں مارچ کے مہینے میں پہنچ جاتی ہیں۔
 ہریال گھنے جنگلوں اور زیادہ بارش والے علاقوں
 کو پسند نہیں کرتی۔ کھلمیدانوں اور کھیتوں کو پسند کرتی
 ہے۔ اکثر ریگستانی علاقوں میں بھی پائی جاتی ہے۔ ہریال
 ہندوستان کے نہایت خوبصورت اور مشہور برندوں میں
 سے ہے۔ اس کا خوشنما سبز رنگ فوراً توجہ کو کھینچتا ہے۔

ہریال برقی تاروں اور چھوٹے چھوٹے درختوں کے اوپر
 بیٹھی رہتی ہے۔ بیٹھنے کے لئے اکثر ایسی جگہ تلاش کرتی
 ہے جہاں سے ہوا میں اڑتی ہوئی مکھیاں اور دیگر کیڑے
 باسانی دکھائی دے سکیں۔ جونہی کوئی مکھی یا کیڑا اڑتا
 ہوا دکھائی دیتا ہے ہریال جھٹ اڑ کر اسے دبوچ لیتی
 ہے۔ کیڑے کو چونچ میں پکڑ کر اپنی ٹہنی پر واپس آتی
 ہے اور بیٹھنے کے بعد مکھی کو نگل جاتی ہے۔ ہریال ہمیشہ
 ہوا میں اڑتے ہوئے کیڑوں کو پکڑتی ہے۔ زمین کی
 سطح پر چلنے والے کیڑوں کو نہیں کھاتی۔

ہریالیں عموماً اکٹھی گروہوں میں رہتی ہیں۔ رات
 کے وقت دو تین سو اکٹھی ایک ہی درخت پر بسیرا
 کرتی ہیں۔

ہریالیں پنجاب میں پہنچتے ہی گھولسلے بنانے شروع

کرتی ہیں۔ ان کے انڈے بچے دینے کا موسم مارچ سے
 جون تک ہے۔ یہ ہمیشہ زمین میں گھونسلے بناتی ہیں۔ گھونسلے بنانے کی
 خاطر بہت سی ہریالیں کسی بند کو تلاش کرتی ہیں۔ ہر ایک
 جوڑا اپنا اپنا گھونسلہ بناتا ہے۔ ان کا گھونسلہ ایک گہرا
 سوراخ ہوتا ہے۔ گھونسلے کا دروازہ گول اور اس کی گہرائی
 پانچ فٹ تک ہوتی ہے۔ اس کو نر اور مادہ دونوں مل کر
 کھودتے ہیں۔ اس کے اندر بھوس وغیرہ جمع نہیں کرتے
 سوراخ کی تر پر مادہ تین سے پانچ تک انڈے دیتی ہے۔
 انڈے تقریباً گول ہوتے ہیں۔ اور ان کا رنگ بالکل سفید
 ہوتا ہے۔ لارنس گارڈن لاہور کے ٹیلوں میں ہریالیں
 ہر سال کئی گھونسلے بناتی ہیں۔

موہک

THE CROW PHEASANT

اس پرندے کا قد لگ بھگ کوٹے جتنا ہوتا ہے۔
 لیکن اس کی دُم کوٹے کی دُم سے بہت لمبی ہوتی ہے۔
 اس کا سر گردن دُم اور سینہ سیاہ ہوتے ہیں۔ بازوؤں کا
 رنگ خوشنما نصواری ہوتا ہے۔ چونچ اور پاؤں سیاہ
 ہوتے ہیں۔ آنکھوں کا رنگ سُرخ ہوتا ہے۔ نصواری
 بازوؤں اور لمبی سیاہ دُم کے باعث یہ پرندہ آسانی سے
 پہچانا جاسکتا ہے۔

موہک گھنے جنگلوں میں رہنا پسند نہیں کرتا۔ کھیتوں
 باغوں اور چراگاہوں میں رہتا ہے۔ لاہور کے لارنس
 گارڈن میں کئی موہک دیئے جاسکتے ہیں۔ موہک کھیتوں

میں یا باغوں میں ہری ہری گھاس پر آہستہ آہستہ چلتا ہے اور طرح طرح کے کیڑے مکوڑے مثلاً بھڑیوں، سڈیوں، ٹڈیوں، مکڑیوں، چھپکلیاں اور کبھی کبھی سانپ بھی پکڑ لیتا ہے۔ دوسرے پرندوں کے انڈوں بچوں کو بھی اکثر کھا جاتا ہے۔ اگر کوئی شخص قریب آ جائے تو اڑ کر پاس سے درختوں کی ٹہنیوں میں پناہ لیتا ہے۔ موہک سویرے ہی سورج نکلنے سے پہلے پہلے کیڑوں کی تلاش میں گھاس پر چلتا ہوا دیکھا جاسکتا ہے۔ اس کی چال نہایت بانگی ہوتی ہے۔ لیکن جس وقت کوئی شکار نظر آ جائے تو بانگین بھول جاتا ہے۔ اور تیزی سے اُسے دبوچنے کی کوشش کرتا ہے۔ سانپ کھانے کا شوقین ہونے کے سبب یہ پرندہ بہت مفید ہے۔ جس باغ میں چند موہک رہتے ہوں وہاں سانپ بہت کم ہوتے ہیں +

موہک گو کوئل کے خاندان سے تعلق رکھتا ہے لیکن کوئل کی طرح دوسرے پرندوں کے گھونسلوں میں انڈے نہیں دیتا۔ اپنا گھونسلہ بنا کر باعزت اشخاص کی طرح خود اپنے بچوں کو پالتا ہے۔ موہک موسم برسات میں انڈے بچے دیتے ہیں۔ موہک درختوں میں گھونسلے بناتے ہیں۔ مادہ تین چار انڈے دیتی ہے۔ ان کا رنگ سفید

ہوتا ہے۔ ان کے خول کے اوپر موتیا سے رنگ کا روغن
 ہوتا ہے۔ یہ روغن آسانی سے اُتر جاتا ہے +
 کئی لوگوں کا خیال ہے کہ موہک کا گوشت تپ دق
 کے مریض کے لئے مفید ہوتا ہے۔ غریب لوگ اسے کبھی
 کبھی مار کر کھاتے ہیں +

ست بھائی (پنجابی) سیرہ

THE SEVEN SISTERS

یہ پرندہ قد میں فاختم سے ذرا بڑا ہوتا ہے۔ اس کی دُم بھی فاختم کی دُم سے لمبی ہوتی ہے۔ اس کا رنگ میلا ہوتا ہے آنکھوں اور چونچ کا رنگ شورخ زرد لیکن پائیں کا رنگ زرد سی مائل ہوتا ہے۔ یہ پرندے اکثر چھوٹی چھوٹی ٹولیوں میں دیکھے جاتے ہیں۔ اسی لئے ان کو ست بھائی کہا جاتا ہے۔ لیکن یہ ضروری نہیں کہ ایک ٹولی میں سات پرندے ہی ہوں۔ ٹولی کے پرندوں کی تعداد کم و بیش ہو سکتی ہے۔ ست بھائی سارے ہندوستان میں پائے جاتے ہیں۔ مختلف علاقوں میں ان کے جسم کے رنگ میں کچھ فرق نظر آتا ہے۔ پرندوں کے ماہر ان کو تین جماعتوں

میں منقسم کرتے ہیں۔ جو ست بھائی پنجاب میں ملتے ہیں
 اُن کا رنگ ہلکا فیلا ہوتا ہے۔ باقی شمالی ہندوستان میں
 جو ست بھائی ملتے ہیں ان کا رنگ ذرا گہرا ہوتا ہے۔ کُن
 میں رہنے والے ست بھائیوں کا رنگ اور بھی گہرا ہوتا
 ہے +

یہ پرندے ہمالیہ پہاڑ میں پانچ ہزار فٹ کی بلندی تک
 پائے جاتے ہیں۔ سندھ اور راجپوتانے کے ریگستانوں
 میں نہیں ملتے + پنجاب میں کوئی باغ اور کوئی کھیت ان
 پرندوں سے خالی نہیں۔ یہ پرندے ایک دوسرے کی
 صحبت کے از حد شائق ہیں۔ خوشی اور غم کے وقت ایک
 دوسرے کا ساتھ دیتے ہیں۔ اگر کوئی ترمتی یا شکران میں
 سے ایک کو پکڑ لیوے تو باقی سب جھجھلا کر اُس کے گلے
 کا مار ہو جاتے ہیں اور شکاری کو پیچھا چھڑانا مشکل ہو جاتا
 ہے۔ آخر شکاری شکار کو چھوڑ کر رُو چھڑ ہوتا ہے۔ ایک
 صاحب اپنا چشم دید واقع یوں بیان کرتے ہیں :-

”جو نہی شکرے نے ایک سیڑھ کو پکڑا باقی پر پھیلا کر
 شکرے پر ٹوٹ پڑیں۔ سب نے اُس کو چو سچیں مانا شروع
 کیا۔ آخر شکرے کو پیٹھ کے بل پچھاڑ دیا۔ ناچار شکرے
 نے سیڑھ کو چھوڑ دیا اور بمشکل پیچھا چھڑا کر بھاگا +

یہ پرندے اپنا بہت سا وقت سطح زمین پر ہی صرف کرتے ہیں۔ درختوں کے نیچے مردہ پتے اکثر گرے رہتے ہیں۔ ست بھائی نہایت استقلال سے ان پتوں کو اُلٹے پلٹے ہیں۔ نیچے سے جو کیڑے مکوڑے اور منڈیاں وغیرہ نکلیں ان کو کھا جاتے ہیں۔ پتوں کو اُلٹنے کے دوران میں ست بھائی زمین کے اوپر پھدکتے رہتے ہیں ان کی چڑچڑاہٹ بھی زالی ہے۔ شاید آپس میں سلسلہ گفتگو ہر وقت جاری رکھتے ہیں۔ ایسے وقت ست بھائی نہایت خوش اور مطمئن نظر آتے ہیں۔ اگر کوئی انسان قریب آجائے تو سب ایک دوسرے کے پیچھے درختوں کی ٹہنیوں اور پتوں میں گھس جاتے ہیں اور خوب شور مچاتے ہیں + ان کے شور و غل سے یہ نہ سمجھ لینا کہ آپس میں لڑ رہے ہیں۔ یہ تو صرف ان کی ایک ادا ہے۔ غصہ اور لڑائی ان کے پاس تک نہیں پھڑکتے۔ انسان کو ان پرندوں سے اتفاق اور محبت کا سبق سیکھنا چاہئے۔

ست بھائی دور تک اور دیر تک اڑنے کے ناقابل ہوتے ہیں۔ ان کے پرواز میں بلندی نہیں ہوتی۔ ست بھائی ایک درخت کی ٹہنیوں سے اڑ کر پاس والے ہی درخت کی ٹہنیوں میں جا بیٹھتے ہیں۔ یہ عموماً ایک دوسرے

کے پیچھے پیچھے ہی اڑتے ہیں ۔
 اوپر بیان کیا گیا ہے کہ ست بھائی ٹولیوں میں رہتے
 ہیں ۔ لیکن یاد رہے کہ انڈے بچے دینے کے موسم میں
 ہر ایک جوڑا اپنا اپنا الگ گھونسلہ تعمیر کرتا ہے ۔ ان کا
 انڈے بچے دینے کا موسم مارچ سے ستمبر تک ہے ۔ ہر
 ایک جوڑا اپنا گھونسلہ کسی گھنی جھاڑی میں بناتا ہے ۔ یہ
 پرندے اکثر کانٹے مار جھاڑیوں کو پسند کرتے ہیں گھونسلہ
 بنانے میں گھاس کے تنکے اور جڑیں وغیرہ استعمال میں
 لائی جاتی ہیں ۔ گھونسلے کے اندر کی طرف ملاٹم جڑوں
 اور بالوں کا ستر ہوتا ہے ۔ مادہ تین یا چار انڈے دیتی
 ہے ۔ انڈوں کا رنگ بنری مائل نیلا ہوتا ہے ۔ ان کے
 اوپر داغ دھبے نہیں ہوتے ۔ کوئل کی قسم کے پرندے
 ست بھائیوں کے گھونسلوں میں انڈے دے جاتے ہیں
 ان پرندوں کے انڈوں اور ست بھائیوں کے انڈوں
 میں کوئی فرق نہیں ہوتا ۔

کوئل

THE KOEL

کون شخص ہے جو کوئل کی کون کون سے واقف نہیں۔
 موسم بہار میں کوئل کی آواز دل کو خوب لہجاتی ہے۔ کوئل
 اُن پرندوں میں سے ہے جو اپنا سارا وقت درختوں اور ان
 کی ٹہنیوں میں ہی گزارتے ہیں۔ کبھی بھی زمین پر نہیں
 اترتے۔ اسی لئے گو بہت سے اشخاص کوئل کی آواز سے
 تو بخوبی واقف ہوتے ہیں۔ لیکن اس کی شکل و صورت
 سے نا آشنا ہوتے ہیں۔

کوئل سارے ہندوستان میں پائی جاتی ہے۔ البتہ
 سندھ میں کم ملتی ہے۔ ہمالیہ پہاڑ میں بالکل نہیں ہوتی۔
 نہ اور مادہ کوئل کے رنگ میں بہت فرق ہوتا ہے۔ نہ

قد و قامت میں کوئے جتنا ہوتا ہے ۔ اس کا رنگ سیاہ اور چمکیلا ہوتا ہے ۔ اس کی چونچ سبز اور دم کوئے کی دم سے لمبی ہوتی ہے ۔ مادہ کوئل کا رنگ گہرا بھوسلا ہوتا ہے اس کے جسم پر جا بجا سفید دھبے ہوتے ہیں ۔ چھاتی اور دم کے اوپر سفید دھاریاں ہوتی ہیں ۔ نر اور مادہ دونوں کے پاؤں کی پہلی اور چوتھی انگلی پیچھے کو مڑی ہوئی ہوتی ہیں دونوں کی آنکھیں سرخ ہوتی ہیں ۔ کوئل یاغوں کو بہت پسند کرتی ہے ۔ درختوں کی ٹہنیوں اور پتوں میں چھپی رہتی ہے ۔ ان ہی درختوں کے پھلوں کو کھاتی ہے ۔ بڑ پیل اور دیگر ایسے ہی درختوں کی گولیں کھا کر پیٹ کو بھرتی ہے ۔ گاہے گاہے گھونگے وغیرہ کو بھی کھا لیتی ہے ۔

موسم بہار اور موسم گرما میں کوئل کی سریلی آواز نلی الصباح نیند میں مردہوش انسان کو بیدار کرتی ہے ۔ جوں جوں گرمی کا زور بڑھتا ہے کوئل بھی دن بدن زیادہ جوش سے لگاتی ہے ۔ اس پر جوش لگانے کی کیا وجہ ہے ۔ اس موسم میں کوئل انڈے دیتی ہے ۔ انڈے بچے دینے کے موسم میں غام پرندے بہت جوش و خروش کا اظہار کرتے ہیں ۔ کوئل کا گانا بھی اسی بات کی علامت ہے ۔ کوئے کوئل سے بے سخت دشمنی رکھتے ہیں ۔ جہاں کہیں

کوئل مل جائے کوئے اُس کا خوب تعاقب کرتے ہیں شاید
کوئوں کو اس بات کا علم ہے کہ کوئل ان سے دغا بازی کرتی
ہے۔ کوئل خانہ داری کی ذمہ داریوں سے گریز کرتی ہے۔
کوئل اپنا گھونسلہ نہیں بناتی۔ اس لئے مادہ کوئل کوئوں کے
گھونسلوں میں انڈے دیتی ہے۔ دونوں نر اور مادہ کوئوں
کے کسی گھونسلے کو تاڑ رکھتے ہیں۔ جب مادہ نے انڈہ دینا
ہوتا ہے تو نر کوئوں کے گھونسلے کے پاس سے اڑتا ہوا
گزرتا ہے۔ کوئے اُس کو دیکھتے ہی آپے سے باہر ہو جاتے
ہیں اور نر کوئل کا تعاقب کرنا شروع کرتے ہیں۔ مادہ
کوئل جب گھونسلے کو خالی دیکھتی ہے تو چپکے چپکے وہاں
پہنچتی ہے۔ وہاں سے کوئوں کا ایک انڈہ چونچ میں اٹھا لیتی ہے۔ اسکی
بجائے وہاں خود ایک انڈہ دیتی ہے۔ انڈہ دینے کے بعد
اڑ جاتی ہے۔ کوئوں کا جو انڈہ اُن کے گھونسلے سے اٹھاتی
ہے اُسے کچھ دور جا کر توڑ کر کھالیتی ہے۔ نر کوئوں کو دور
تک لے جاتا ہے۔ جب یہ دیکھتا ہے کہ کوئے گھونسلے سے
بہت دور آگئے ہیں اور ان کے واپس جانے تک مادہ
وہاں انڈہ دے کر روفوچکر ہو چکی ہوگی تو خود کسی درخت کی
گھنی ٹہنیوں میں گھس جاتا ہے۔ درخت کی ٹہنیوں میں
کوئے بھی گھس جاتے ہیں لیکن کوئل زیادہ ہوشیار ہونے کی وجہ سے

کوڑوں سے جسد ہی پیچھا چڑھتا ہے۔ اس آئنا میں مادہ کوڑوں کے گھونسلے میں انڈہ دے کر فارغ ہو چکتی ہے۔ پھر نر اور مادہ اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ اگر مادہ کوئل کوڑوں کے گھونسلے میں انڈہ دیتی ہوئی کوڑوں کے قابو آ جائے تو کوڑے اُسے جان سے مار دیتے ہیں +

کوئل ہی ایک ایسا پرندہ ہے جو کوڑے جیسے چالاک اور موزی پرندے کو دھوکا دے سکتا ہے۔ کوئل کے انڈے کوڑوں کے انڈوں سے کسی قدر ملتے جلتے ہیں۔ لیکن یہ کوڑوں کے انڈوں سے کسی قدر چھوٹے ہوتے ہیں۔ کوڑوں کے ایک ہی گھونسلے میں کوئل کے دو تین یا کبھی کبھی اس سے بھی زیادہ انڈے دیکھے گئے ہیں۔ کوڑے اپنے اور کوئل کے انڈوں میں تمیز نہیں کر سکتے۔ جب بچے انڈوں سے نکل آتے ہیں تو اپنے بچوں کے ہمراہ کوڑے کوئل کے بچوں کو بھی پالتے پھرتے ہیں۔ کوڑے اپنے اور کوئل کے بچوں میں تمیز نہیں کر سکتے + جب کوئل کے بچے ذرا ہو شیار ہو جاتے ہیں تو سوتیلے ماں باپ کو خیر باد کہتے ہیں۔ عام لوگوں کا خیال ہے کہ کوئل جس گھونسلے میں انڈے دے چکی ہو اُس کو دیکھتی رہتی ہے اور جب اُس کے بچے سوتیلے ماں باپ سے الگ ہوتے ہیں تو کوئل اُن کو خود کھانا کھلاتی ہے۔ لیکن یہ بات

در اصل غلط ہے +

کوئل نقل مکان کرنے والے پرندوں میں سے ہے موسم سرما میں کوئل پنجاب کے میدانوں میں نہیں ملتی۔ ان دنوں یہ دکن کو چلی جاتی ہے +

یہ تو اوپر بیان کیا گیا ہے کہ کوئل خانہ داری کی ذمہ داریوں سے بچنے کے لئے گھونسلوں میں انڈے دے آتی ہے اور خود آزاد رہتی ہے۔ انگلستان میں بھی کوئل پائی جاتی ہے۔ اور وہاں بھی یہ اور پرندوں کے گھونسلوں میں انڈے دیتی ہے۔ انگلستان میں یہ معاملہ ویر تک زیر بحث رہا ہے۔ بعض حضرات کا قیاس تھا کہ کوئل انڈہ تو باہر دیتی ہے۔ لیکن اسے اٹھا کر دوسرے پرندوں کے گھونسلوں میں رکھ آتی ہے۔ چند حضرات یہ کہتے تھے کہ کوئل ہمیشہ غیروں کے گھونسلے کے اندر ہی انڈے دیتی ہے۔ بعض یہ کہتے تھے کہ کوئل ان دنوں طریقوں کو گاہے گاہے حسب ضرورت کام میں لاتی ہے حال ہی میں ایک کتاب شائع ہوئی ہے جس میں اس معاملے پر خوب اچھی طرح روشنی ڈالی گئی ہے۔ اب یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے۔ کہ کوئل ہمیشہ ہی براہ راست دوسرے پرندوں کے گھونسلوں میں انڈے دیتی ہے۔ اپنے انڈے

کو چونچ میں اٹھا کر کبھی بھی غیروں کے گھونسلے میں چھوڑنے کو نہیں جاتی۔ اس کتاب نے آگ پر تیل کا کام دیا۔ کئی اصحاب نے مصنف سے سوال کیا کہ کوئل کے انڈے بعض چھوٹے چھوٹے گھونسلوں میں پائے جاتے ہیں۔ ایسے چھوٹے گھونسلوں میں کوئل انڈے دینے کے لئے داخل نہیں ہو سکتی۔ اگر انڈوں کو چونچ میں اٹھا وہاں نہیں چھوڑتی تو انڈے وہاں کیسے پہنچ جاتے ہیں؟ یہ سوال واقعی محل نہ تھا۔ اس سوال کا تسلی بخش جواب دینے کے لئے مصنف نے سینما فلم (CINEMA FILM) کی مدد لی۔ اس سینما فلم میں کوئل کی تمام حرکات کے فوٹو لے گئے۔ اس میں دکھایا گیا کہ کوئل کیسے غیروں کے گھونسلے تک پہنچتی ہے۔ وہاں سے ایک انڈہ کیسے چراتی ہے۔ خود وہاں انڈہ دیکر چڑائے ہوئے انڈے کو لے کر کس طرح روف چکر ہوتی ہے۔ اس فلم کے ذریعے معلوم ہوا کہ کوئل ہمیشہ ہی غیروں کے گھونسلوں میں براہ راست انڈے دیتی ہے۔ اپنے انڈے کو چونچ میں اٹھا کر وہاں رکھنے کو نہیں جاتی۔

انگلستان میں جن چھوٹے چھوٹے اور نازک گھونسلوں میں کوئل کے انڈے پائے جاتے ہیں۔ کوئل ان کے اندر داخل نہیں ہو سکتی۔ لیکن وہاں انڈہ دینے کے وقت گھونسلے

کے دروازے کو پنجوں کے ساتھ مضبوط پکڑ لیتی ہے۔ اور گھوٹلے کے دروازے میں ہی انڈہ دے دیتی ہے۔ انڈہ کڑک کر اپنی سوزوں جگہ پر پہنچ جاتا ہے۔ یہ نظارہ بہت سے ممتاز حضرات نے دیکھا ہے۔ اور اوپر والی فلم کے بننے کے بعد اب شک کی ہرگز گنجائش نہیں۔

کوئل انڈے دینے کے ایام میں ہر روز انڈہ نہیں دیتی بلکہ ایک دن چھوڑ کر دوسرے دن انڈہ دیتی ہے۔ جس گھوٹلے میں انڈہ دینا مطلوب ہو اُس کو پہلے سے ہی تاڑ رکھتی ہے۔ جس دن انڈہ دینا ہو کوئل اُس دن کسی شاخ پر چب چاپ بیٹھی رہتی ہے۔ جب انڈہ دینے کا وقت قریب آتا ہے تو شاخ سے اُڑ کر اُس گھوٹلے پر پہنچتی ہے۔ وہاں پہنچتے ہی گھوٹلے میں سے ایک انڈہ چرخی میں اُٹھا لیتی ہے۔ اور آٹا فانا خود وہاں ایک انڈہ دے دیتی ہے۔ اس عمل کو صرف دس سیکنڈز (SECONDS) لگتے ہیں۔ انڈہ دینے کے بعد کوئل وہاں سے اُڑتی ہے اور کسی محفوظ نشست پر بیٹھ کر چُڑے ہوئے انڈے کو کھا لیتی ہے۔ یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ کوئل غیروں کے گھوٹلے میں انڈے دینے کے بعد لا پر واہی سے کام نہیں لیتی بلکہ اُس گھوٹلے کو تاڑتی رہتی ہے۔ اگر اس

گھونسلے میں انڈے پرورش پاتے رہیں اور بچے نکل آنے کی امید ہو تو ہر ایک کوئل صرف پانچ ہی انڈے دینے پر اکتفا کرتی ہے۔ لیکن اگر ان گھونسلوں میں سے انڈے اٹھائے جائیں تو کوئل اؤڈ انڈے دیتی ہے۔ جب تک انڈوں سے بچوں کے نکلنے کی خاطر خواہ امید نہ ہو جائے۔ تب تک انڈے دینے بند نہیں کرتی۔

کوئل کے انڈوں کو صرف ۱۳ دن تک سہنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس عرصے کے بعد انڈوں سے بچے نکل آتے ہیں۔ بعض دفعہ کوئل کے بچے سو تیلے ماں باپ کے بچوں سے پہلے ہی انڈوں سے نکل آتے ہیں۔ سو تیلے ماں باپ کے ہفت تک گھونسلے میں انڈے ہی پڑے ہوتے ہیں۔ کوئل کے نوزائیدہ بچے کی آنکھیں بند ہوتی ہیں۔ یہ بچہ پہلے دن تو بالکل بے بس ہوتا ہے۔ اس دن اس کو اپنے اڑوس پڑوس کی ہوش تک نہیں ہوتی۔ دو تین دن میں یہ بہت چست ہو جاتا ہے۔ اس وقت اس کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ گھونسلے میں دوسرے انڈے یا بچے جو بھی ہوں ان کو کسی طرح باہر نکال دے۔ جب گھونسلے میں انڈے ہوں تو اسے بہت تکلیف نہیں ہوتی۔ اپنی پیٹھ پر انڈوں کو اٹھا اٹھا کر باہر پھینک دیتا ہے اور سو تیلے ماں باپ

جب قہنی غذا جمع کر کے لاتے ہیں اُسے ہڑپ کر لیتا ہے۔ جب گھونسلے میں سوتیلے ماں باپ کے بچے ہوں تو اسے ذرا تکلیف کا سامنا ہوتا ہے، ایسی حالت میں کوئل کا بچہ اپنے سر کو گھونسلے کے پینڈے کے قریب کر کے سوتیلے بھائی بہنوں کو پیٹھ پر اٹھا لیتا ہے پھر کھڑا ہو کر اپنے تنہے بازوؤں کو زور سے پھڑکتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ بچے گھونسلے سے باہر نیچے گر جاتے ہیں۔ یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ اگر یہ بچے کوئل کے بچے سے بڑے بھی ہوں تو بھی کوئل کا بچہ ان کو گھونسلے سے باہر گرانے میں کامیاب ہوتا ہے، بعض دفعہ سوتیلے ماں باپ کے بچے بھی بچ رہتے ہیں، سوتیلے ماں باپ باہر سے غذا وغیرہ جمع کر کے لاتے رہتے ہیں۔ کوئل کا بچہ بھی اپنا جھٹہ بانٹ لیتا ہے۔ دس دن تک اس کے پر نکل آتے ہیں۔ تب یہ اڑنا شروع کرتا ہے۔ سوتیلے ماں باپ بھی اس کے ساتھ ساتھ اڑتے رہتے ہیں۔ اور غذا جمع کر کے اس کے منہ میں ڈالتے رہتے ہیں۔ آخر جب یہ بچہ ہوش سنبھال لیتا ہے تو ان سوتیلے ماں باپ سے الگ ہوتا ہے۔

بیا

THE BAYA

اس پرندے کا قد عام چڑیا جتنا ہی ہوتا ہے۔ نر کا رنگ موسم کے ساتھ بدلتا ہے۔ موسم گرما میں جب انڈے بچے دینے کے دن ہوتے ہیں تو نر کا رنگ بہت خوشنما ہوتا ہے۔ موسم سرما میں نر اور مادہ کا رنگ ایک جیسا ہی ہوتا ہے۔ موسم گرما میں نر کے سر کے پہلو اور گردن کے اوپر کا حصہ سیاہی مائل بھوسلے ہوتے ہیں۔ باقی سر اور سینے کا رنگ شوخ زرد ہوتا ہے۔ بازو کمر اور دم بھوسلے ہوتے ہیں۔ سردیوں میں ان پرندوں کے رنگ کی شوخی غائب ہو جاتی ہے۔ ان دونوں نر اور مادہ دونوں بھوسلے دکھائی دیتے ہیں۔ اور عام لوگ ان پرندوں کے گروہ کو چڑیوں کا گروہ

سمجھ کر توجہ نہیں دیتے ۔

بیا سارے ہندوستان میں پایا جاتا ہے اور بہت لوگ اس کے گھونسلے سے تو واقف ہوتے ہیں لیکن گھونسلے کے بنانے والوں سے آشنا نہیں ہوتے ۔ یہ پرندے اکثر گروہوں میں رہتے ہیں ۔ بیا ایسے میدانوں کو جہاں کاشتکاری عام ہو اور کیکر کے درخت زیادہ ہوں بہت پسند کرتا ہے ۔ بیا اناج اور بیج کھاتا ہے ۔ لیکن اس نقصان کے عوضانے میں کسان کو فائدہ بھی پہنچاتا ہے ۔ یعنی منڈیاں ٹڈے اور کچی اور قسم کے کیڑے پھیتوں میں سے کھانا رہتا ہے ۔ اور کسان کے کھیت کو ان کے زیاں سے بچاتا ہے ۔

ان پرندوں کے عجیب و غریب گھونسلے ہندوستان کے میدانوں کی شان کو دو بالا کرنے ہیں ۔ بیا موسم گرما میں گھونسلہ بناتا ہے ۔ بہت سے بچے نہ صرف اکٹھے چلتے اور کھیلتے ہی ہیں بلکہ اپنے گھونسلے بھی نزدیک نزدیک ہی بناتے ہیں ۔ عام پرندوں کی طرح بیا دشمنوں سے ڈر کے مارے اپنے گھونسلے کو چھپانے کی ہرگز کوشش نہیں کرتا نہایت دیدہ دلیری کے ساتھ کھلے میدان میں گھونسلہ بناتا ہے لیکن پھر بھی کیا محال کہ کوئی دشمن قریب پھٹک سکے ۔

بہت سے بٹے ایک ہی درخت کی مختلف ٹہنیوں سے اپنے گھونسلوں کو لٹکاتے ہیں۔ دس بارہ گھونسلے ایک ہی درخت سے لٹکتے ہوئے دیکھے جاسکتے ہیں۔ ایک صاحب لکھتے ہیں کہ رنگون (ملک برہما) میں بہت سے بیوں نے ایک ہی ایک رہائشی مکان کی چھت سے کئی گھونسلے لٹکا رکھے تھے۔

درخت کی موزوں سی ٹہنی انتخاب کرنے کے بعد ز اور مادہ نہایت اتفاق سے کلم کرتے ہیں۔ گھونسلے کو بنانے کے لئے درختوں کے پتوں کو استعمال کرتے ہیں اکثر گھاس جوار کیلا یا تاریل کے پتوں کو کام میں لاتے ہیں۔ بیا اپنی جو بیج کے ساتھ تاریل یا کیلے کے پتے کے کنارے کے قریب ایک ٹنگام لگاتا ہے۔ پھر اس جھتے کو جو بیج میں دبا کر خوب زور سے کھینچتا ہے تو پتے کا ایک لمبا نیکن تنگ سا جھتہ توڑ کر الگ کرتا ہے۔ یہ جھتہ باطل سوت کے دھاگے کی طرح دکھائی دیتا ہے۔ ایسے کئی ریشوں کو انتخاب شدہ ٹہنی سے لٹکا کر آپس میں بل دیکر ایک رستی تیار کی جاتی ہے۔ اس رستی کی لمبائی ایک فٹ تک ہو سکتی ہے۔ جب یہ رستی تیار ہو جاتی ہے تو اس کے نیچے سرے پر اور ریشوں کو جو بن کر ز اور مادہ ایک ٹوپی

سی تیار کرتے ہیں۔ پھر ایک لمبا سا ریشہ لاکر اس ٹوپنی
 سے اس طرح لگاتے ہیں جیسے بچوں کی ٹوپنی کو ہوا سے
 اُڑ جانے سے بچانے کی خاطر فیتہ لگایا جاتا ہے۔ اس
 ریشے پر بیٹھ کر پرندے دیکھ لیتے ہیں کہ گھونسلا ٹھیک
 طرح جھول سکتا ہے یا کہ نہیں۔ اگر جھولنے میں کوئی نقص
 ہو تو پرندے باہر سے مٹی کے چھوٹے چھوٹے ڈھیلے لاکر
 جس طرف ضرورت ہو لگاتے ہیں۔ ان ڈھیلوں کے بوجھ
 سے گھونسلا خوب اچھی طرح جھول سکتا ہے۔ اس کے بعد
 مادہ اس نامکمل گھونسلے کے اندر بیٹھی رہتی ہے اور نہ باہر
 سے پتوں کے ریشے لاتا رہتا ہے دونوں مل کر گھونسلے کو بنتے
 ہیں۔ نہ باہر کی طرف سے ریشے کے سرے کو اندر بیٹھی
 ہوئی مادہ کو پکڑا دیتا ہے۔ مادہ اسی ریشے کو نہ کو پکڑا دیتی
 ہے۔ اسی طرح بنتے بنتے بے ایک گول لیکن فراخ گھونسلا
 بناتے ہیں۔ گھونسلے کے سچلی طرف ایک سوراخ رکھتے
 ہیں یہ سوراخ دروازے کا کام دیتا ہے۔ بعض حضرات اس
 گھونسلے کو اُلٹی لٹکتی ہوئی بوتل سے مشابہت دیتے ہیں
 اوپر کے بیان سے ظاہر ہے کہ مٹی کے جو ڈھیلے بے
 کے گھونسلے کے اندر ملتے ہیں وہ پانسنگ کا کام دیتے ہیں۔
 اس دلیل کے برعکس عام لوگوں میں روایت ہے کہ پنا

جگنو پکڑ لاتا ہے۔ جگنو کو لاکر مٹی کے ڈھیلے کے اوپر رکھ دیتا ہے۔ اور اس جگنو سے اپنے گھر کو روشن کرتا ہے +
 اس گھونسلے کے اندر مادہ اکثر دو لیکن بعض دفعہ تین یا چار انڈے دیتی ہے۔ انڈوں کا رنگ سفید ہوتا ہے۔
 بے کو تدرقی طور پر ہی بننے کا شوق ہے۔ جب مادہ بیٹھی ہوئی انڈوں کو سہ رہی ہو تو نر پتوں کے نئے ریشے لاکر گھونسلے کے ساتھ بنتا رہتا ہے + ایک صاحب لکھتے ہیں کہ انسان کی قید میں بھی اگر اس پرندے کو کافی کشادہ جگہ نصیب ہو جائے تو وہاں بھی پنجرے کے اندر ہی گھونسلہ بنانا شروع کرتا ہے +

چونکہ بیا ایسا عجیب و غریب گھونسلہ بنانا جانتا ہے۔ اس لئے اس پرندے کو بہت سمجھدار خیال کیا جاتا ہے۔ کئی لوگ بے کو پکڑ کر اسے طرح طرح کی کھیلیں اور تماشے کرنا سکھاتے ہیں۔ اگر بے کو چھوٹی عمر میں پکڑ لیا جائے تو جو بھی کام چاہیں سیکھ جاتا ہے۔ ایک شخص نے اپنے بے کو خوب سکھا رکھا تھا۔ یہ بیا اپنی چونچ میں ایک الاپٹھی کو اٹھالیتا تھا۔ پھر اس کا ماتک حاضرین میں سے جس شخص کی طرف اشارہ کرتا بیا اٹک کر الاپٹھی کو اس شخص کے منہ میں دے آتا تھا۔ کئی لوگ بے کو ایک ننھی سی توپ

چلانا سکھاتے ہیں۔ اس توپ کے چلنے سے جو آواز اور
 دھمکا ہوتا ہے اس سے ڈر کر گرد و نواح کے سب کوڑے
 وغیرہ تو اڑ جاتے ہیں لیکن ننہا سا بیا اپنی بہادری پر نازاں
 توپ کے پاس ہی ایک طرف کو کھڑا رہتا ہے۔

طوطا

THE PARROT

طوطا اُن پرندوں میں سے ہے جن کو ہندوستان میں لوگ پالتے ہیں اور اپنے گھروں میں رکھتے ہیں۔ طوطے کی یہاں اکثر دو ہی قسمیں ملتی ہیں۔ ایک کو کاٹھا کہتے ہیں۔ اور دوسرے کو راٹوطا کہتے ہیں۔ راٹوطا کا ٹھکے سے بڑا ہوتا ہے۔ راٹوطے کے بازو کے خم کے قریب ایک سُرخ رقبہ سا دکھائی دیتا ہے۔ اس قسم کے راٹوطے کے گلے میں جو ان ہونے پر ایک خوبصورت گمنٹھی نمودار ہوتی ہے۔ یہ گمنٹھی اوپر کی طرف سے سُرخ اور نیچلی طرف سے سیاہ ہوتی ہے۔ مادہ راٹوطے کے گمنٹھی نہیں ہوتی، کاٹھا طوطا راٹوطے سے قد میں ذرا چھوٹا ہوتا ہے اس کے بازو کے خم کے قریب

سُرخ نشان نہیں ہوتا۔ نہ کی را طوطے جیسی کنٹھی ہوتی ہے۔
لیکن مادہ کے گلے میں ہلکے سبز رنگ کی کنٹھی ہوتی ہے۔

طوطے کی چونچ ادیاؤں خاص توجہ کے قابل ہیں۔ چونچ کا دنگ سُرخ ہوتا ہے۔ چونچ موٹی اور خاصی گہری ہوتی ہے۔ چونچ کے اوپر کا حصہ خم دار اور اس کی نوک تیز ہوتی ہے چونچ کا سچلا حصہ چھوٹا ہوتا ہے۔ طوطے کی چونچ میں ایک اور خوبی بھی ہے۔ چونچ کے اوپر کا حصہ مستحان کے ساتھ اس طرح وابستہ ہوتا ہے جیسے کیواڑ قبضوں کے ذریعے چوکھٹ میں لگا ہوتا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ چونچ کا اوپر والا حصہ نیچے اوپر مڑ سکتا ہے۔ عام پرندوں کی چونچ میں یہ بات نہیں ہوتی۔ اس چونچ کے ساتھ طوطا سخت سے سخت چیز کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہے۔ طوطے کی زبان چھوٹی سی لیکن موٹی ہوتی ہے۔ اس کی زبان چکھنے میں خاص قابلیت رکھتی ہے۔ طوطے کے ہر دو پاؤں کی چار چار انگلیاں ہوتی ہیں۔ ہر ایک پاؤں کی دو انگلیاں آگے کو اور دوسریچھے کو مڑی ہوئی ہوتی ہیں۔ درختوں پر چڑھنے کی وقت طوطا پاؤں اور چونچ دونوں سے کام لیتا ہے۔ طوطا پاؤں سے ہاتھوں کا کام بھی لیتا ہے۔ کھانے کے وقت ایک پاؤں کے بل کھڑا ہو کر دوسرے پاؤں میں کھانے کی چیزوں کو پکڑ کر

چونچ کے قریب لے جاتا ہے اور کھانا شروع کرتا ہے ۔
 دونوں قسم کے طوطے گروہ بنا بنا کر رہتے ہیں ۔ عام
 طور پر کاٹھے طوطوں کی زیادہ تعداد دیکھنے میں آتی ہے ۔ ہوا
 میں اڑتے ہوئے طوطوں کو اور پرندوں سے تمیز کرنا کچھ
 مشکل نہیں ۔ یہ نہایت تیزی سے اڑتے ہیں اور اڑتے
 ہوئے ٹپس ٹپس کرتے ہیں ۔

طوطے ہر قسم کا پھل اور بیج اور اناج چٹ کر جاتے
 ہیں ۔ اور چونکہ یہ بڑے بڑے جھنڈوں میں رہتے ہیں اس
 لئے جس کھیت یا باغ پر ٹوٹ پڑیں وہاں بہت نقصان
 کرتے ہیں ۔ باغوں میں پھل کے موسم میں اور کھیتوں میں
 جب باجرہ پکنے کے دن ہوں تو رکھوالے بٹھائے جاتے
 ہیں ۔ یہ رکھوالے سارا دن خوب شور مچاتے رہتے ہیں ۔
 اتنی حفاظت کے باوجود بھی طوطے بڑا نقصان کرتے ہیں ۔
 طوطوں کے گروہ شام ہونے کے قریب شہر سے دور درختوں
 کے کسی خاص جھنڈ میں آرام کرنے کے لئے پہنچتے ہیں لاہور
 میں ہم دیکھا کرتے تھے کہ ہر روز طوطوں کی ہزار ہا ٹولیاں
 شام کے وقت بڑے ڈاک خانہ کے اوپر سے اڑتی ہوئی
 جنوب مغربی سمت کو جاتی تھیں ۔ صبح ہوتے ہی یہی ٹولیاں
 شمال مشرقی سمت میں اڑتی ہوئی شہر کی طرف آتی تھیں اور

شہر کے قریب باغات میں پہنچتی تھیں ۔
 طوطے عام طور پر درختوں میں رہتے ہیں لیکن غذا
 حاصل کرنے کے لئے زمین پر بھی اتر آتے ہیں ۔ زمین کے
 اوپر ان کی چال نہایت بے ڈھنگی ہوتی ہے ۔ اس کی وجہ
 یہ ہے کہ ایک توان کی دُم بہت لمبی ہوتی ہے اور دوسرے
 ان کے پاؤں کی دو انگلیاں آگے کو اور دو پیچھے کو مڑی ہوئی
 ہوتی ہیں ۔ ان وجوہات کے باعث طوطوں سے زمین پر
 اس آسانی سے نہیں چلا جاتا جس آسانی سے اور پرندے
 چل سکتے ہیں ۔

طوطے عام پرندوں جیسا گھونسلہ نہیں بناتے بلکہ درختوں
 کی کھوکھوں کو تلاش کر کے ان کے اندر انڈے دیتے ہیں ۔
 ایسی کھوکھوں کو کھرج کر کچھ ترتیب ضرور دیتے ہیں طوطے کبھی کبھی مکانوں
 کی دیواروں کے سوراخوں میں بھی انڈے دیتے ہیں ۔ طوطے
 موسم بہار میں انڈے دیتے ہیں ۔ جب طوطوں کے انڈوں
 سے بچے نکل آتے ہیں اور ابھی معصوم ہی ہوتے ہیں تو
 پرندے پکڑنے والے انکو گھونسلوں سے نکال لاتے ہیں ۔
 آپ نے شروع گرمیوں میں پرندے فردشوں کو دیکھا
 ہوگا ۔ یہ بہت سے طوطے شہروں میں بیچنے کی خاطر لئے
 پھرتے ہیں ۔ ان چھوٹے طوطوں کو لوگ خرید لیتے ہیں ۔ اور

لوہے کے پنجروں میں رکھتے ہیں۔ کیا کبھی آپ نے سوچا کہ طوطے کو آہنی پنجرے میں کیوں رکھا جاتا ہے۔ میٹر کی طرح طوطے کو بھی بالٹس کے پنجرے میں کیوں نہیں رکھتے وجہ یہ ہے کہ طوطے کو اگر لکڑی کے پنجرے میں رکھا جائے تو یہ اُسے کاٹ کر اڑ جائے۔ ان طوطوں کو لوگ کئی باتیں سکھاتے ہیں۔ لیکن طوطے کو پڑھانے کے لئے بہت سوز ماری کرنی پڑتی ہے۔ آخر بہت محنت کے بعد طوطا چند فقرے سیکھ جاتا ہے۔ عام لوگ طوطے کو کاٹھے طوطے پر ترجیح دیتے ہیں۔ روایت ہے کہ سکندر اعظم ہندوستان سے واپس ہوتا ہوا ایک ایسا طوطا اپنے ساتھ لے آیا تھا۔ طوطے کے متعلق ایک نہایت دلچسپ لطیفہ یوں بیان کیا جاتا ہے۔ کسی شخص نے طوطے کا ایک چھوٹا سا بچہ خریدا جسے پڑھانے کی بہت کوشش کی۔ بہت سرٹکا۔ لیکن طوطا صرف تدریس چرٹک ہی سیکھا۔ آخر مالک ایک دن طوطے کے پنجرے کو اٹھا کر بازار میں لے آیا اور آواز دینے لگا کہ یہ طوطا فارسی جانتا ہے۔ ایک گراہک بھی مل گیا۔ گراہک نے طوطے کا دام پوچھا۔ مالک بولا سو درم لونگا۔ گراہک نے طوطے کو مخاطب کر کے فارسی میں پوچھا کیا طوطے

سے قدم۔ ایران کا ایک سند

تنہا ہی قیمت سو درم ہے۔ طوطے نے جھٹ جواب دیا
 ”دریں چہ شک“۔ مگر ایک کو تسلی ہو گئی اُس نے سو درم
 دے دیئے اور طوطے کو خرید کر گھر لے آیا۔ گھر آکر طوطے
 کے ساتھ فارسی میں گفتگو جاری کی۔ طوطا ہر ایک بات کے
 جواب میں دریں چہ شک ہی کہتا۔ طوطے کو کچھ دن تک گھر
 میں رکھنے سے اُس شخص کو معلوم ہو گیا کہ طوطا صرف دریں
 چہ شک ہی جانتا ہے۔ مالک تنگ آکر بولا میں نے سخت
 بے وقوفی کی جو تمہارے جیسے نالائق طوطے کو سو درم میں
 خرید کیا۔ طوطا بولا۔ ”دریں چہ شک“ یہ جواب سن کر مالک
 کو بے تحاشا ہنسی آ گئی اور اُس نے پیجرے کا مدوازہ کھول
 کر طوطے کو آزاد کر دیا +

فاختہ (پنجابی) گھگھی

THE DOVE

ہندوستان میں چار قسم کی فاختہ ملتی ہیں۔ ان سب میں سے جو فاختہ زیادہ ملتی ہے۔ اُسے چھوٹی خاکی فاختہ کہتے ہیں۔ باقی اقسام بھی اکثر دیکھی جاتی ہیں۔ لیکن یہ چھوٹی فاختہ انسان کے نزدیک رہتی ہے اور زیادہ دیکھنے میں آتی ہے۔ ان چاروں اقسام کی فاخاؤں کی شکل و شبابہت کبوتر سے بہت ملتی ہے۔ لیکن ان کا رنگ عموماً خاکستری ہوتا ہے۔ یہ قد میں بھی کبوتر سے فدا چھوٹی ہوتی ہیں۔ چھوٹی خاکی فاختہ مکانوں کے قریب آ جاتی ہے اور گاہ گاہے برآمدوں میں بھی داخل ہوتی ہے۔ انسان سے بہت ڈرتی نہیں۔ اس کی گردن کے دونوں طرف چھوٹے چھوٹے سیاہ اور سفید دھبے ہوتے

ہیں + اس کی چونچ سیاہ لیکن ٹانگیں سُرخ ہوتی ہیں +
 فاخائیں بہت گھنے جنگلوں کو پسند نہیں کرتیں۔ کھیتوں
 اور چراگا ہوں میں رہنا پسند کرتی ہیں۔ فاخۃ کو بہت بھولا
 بھالا پرندہ تصور کیا جاتا ہے۔ اس کی دو وجوہات ہیں۔ اول تو
 اس پرندے کی شکل اور لباس نہایت بھولے بھالے ہیں دوم
 یہ نہایت صلح گل پرندہ ہے۔ دیگر پرندوں کو کبھی دُکھ نہیں دیتا
 گو فاخائیں کا آپس میں کبھی کبھی تھوڑا بہت تکرار ہو جاتا ہے
 لیکن غیروں سے لڑنا ان کی عادت کے خلاف ہے +

فاخائیں دانہ دُنکا اور بیج وغیرہ کھاتی ہیں۔ اس لئے کھیتوں
 اور انسانی آبادی کے قریب قریب ہی رہتی ہیں۔ اکثر اور ماوہ
 دونوں اکٹھے ہی چلتے پھرتے ہیں + چھوٹی فاخۃ گرمی کے موسم
 میں درخت کی ٹہنیوں میں بیٹھی ہوئی گھوگھوگھو۔ گھوگھوگھو کرتی
 رہتی۔ قیاس یہ ہے کہ فاخۃ اپنی آواز سننے کی بہت شائق ہے
 کئی لوگ جنہیں اور کوئی شکار نہ ملے وہ اس بھولی بھالی فاخۃ کا
 ہی شکار کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ فاخۃ کا گوشت اچھا لذیذ ہوتا ہے
 چھوٹی فاخائیں جنوری سے اکتوبر تک انڈے بچے دیتی
 ہے۔ یہ درختوں یا مکانوں کے برآمدوں میں گھولنے بناتی ہیں۔
 ان کا گھولنہ عموماً چند خشک ٹہنیوں اور پھوس سے بنا ہوتا ہے۔ ماوہ
 اکثر صرف دو ہی انڈے دیتی ہے۔ ان کا رنگ سفید ہوتا ہے +

جنگلی کبوتر

THE ROCK PIGEON

کوئے اور چڑیا کی طرح یہ پرندہ بھی انسان کے قریب قریب ہی رہتا ہے۔ شام کے وقت مکانوں کی کھڑکیوں کے آس پاس کئی جنگلی کبوتر دیکھے جاتے ہیں۔ کبوتر قد میں مینا سے ذرا ہی بڑا ہوتا ہے اس کا رنگ سیلیٹی ہوتا ہے گردن اُلوے اور سبز رنگ کی جھلک مارتی ہے۔ دونوں بازوؤں پر دو سیاہ دھاریاں دکھائی دیتی ہیں اس کی چونچ سیاہ اور ٹانگیں سُرخ ہوتی ہیں۔ یہی ہندوستان کا جنگلی کبوتر یورپ افریقہ برہما اور لنکا میں پایا جاتا ہے +

ہندوستان میں کبوتروں کا شکار کرنا تو درکنار انہیں کوئی دق تک نہیں کرتا۔ لوگ اپنے مکانوں کی چھتوں کے اوپر اناج کے مانے بکھیر دیتے ہیں۔ پانی کے پیالے بھر کر رکھ چھوڑتے

ہیں۔ کبوتر خوب کھاتے پیتے ہیں۔ کبوتر انہی مکانوں کی دیواروں میں بوقت ضرورت گھونسے بناتے ہیں۔ بعض جگہ تو ان کبوتروں کی تعداد کئی ہزار تک پہنچ جاتی ہے۔ کبوتروں کو دانہ پانی بہم پہنچانا کاروبار نواب خیال کیا جاتا ہے۔ جن شہروں میں اناج کی منڈیاں ہیں وہاں تو ان کی تعداد خصوصاً بہت زیادہ ہوتی ہے۔ دس دس بیس بیس کبوتروں کی ٹولیاں اکثر صبح و شام باہر کھیتوں میں دانہ کھانے جاتی ہیں۔ کبوتر اس لئے اناج کا بہت سا نقصان کرتے ہیں۔

کبوتر ہمیشہ مکانوں کی دیواروں یا چھتوں یا چٹانوں اور کھنڈرات میں گھونسے بناتے ہیں۔ بعض دفعہ ان کے گھونسے کئی گھوٹوں کی دیواروں میں پائے جاتے ہیں۔ ان کا ایسی جگہوں میں ہونا نہایت مضر ہے کیونکہ ان کی بیٹھیں تو ہمیشہ ہی اور ان کے انڈے بچے اکثر کوئیں میں گرتے رہتے ہیں اور پانی کو خراب کر دیتے ہیں۔

نراور مادہ کبوتر کا رنگ ایک جیسا ہی ہوتا ہے۔ ان کا گھونسلا خشک ٹہنیوں وغیرہ کا بنا ہوتا ہے۔ ان کے انڈے بچے دینے کا موسم جنوری سے مئی تک ہے۔ مادہ ہمیشہ دو سفید انڈے دیتی ہے۔ قیاس ہے کہ کبوتر ہر سال بچوں کے دو جھول پالتے ہیں۔ انڈوں سے برآمد ہونے پر ان کے

بچے بڑے معصوم ہوتے ہیں۔ ان کے جسم پر بال و پر نہیں ہوتے۔ یہ بچے کئی دن تک گھونسلے کے اندر ہی پڑے رہتے ہیں۔ ماں باپ ان کو ایک قسم کا دودھ پلاتے ہیں۔ اس دودھ کو کبوتر کا دودھ کہتے ہیں۔ کبوتروں کے دودھ کا ذکر انڈوں کو پہننے کے باب میں کیا گیا ہے۔ یہ دودھ نہایت زود ہضم ہوتا ہے۔ کچھ دن کے بعد بچے دانہ بھی کھانے لگتے ہیں۔ اس اثنا میں ان کے بال و پر بھی نکل آتے ہیں اور یہ اڑنا شروع کرتے ہیں +

کبوتر ان چند پرندوں میں سے ہے جن کو انسان نے قبل از تاریخ زمانے میں پالنا اور سدھانا شروع کیا تھا کبوتر کو پالنے اور سدھانے کے دو مطلب تھے۔ اول کبوتر سے قاصد کا کام لیا جاتا تھا۔ دوم کبوتر کی خوبصورتی اور پروانہ کو دیکھنے کے لئے بھی لوگ اسے پالتے تھے +

آپ کے محلے میں کوئی نہ کوئی کبوتروں کا شوقین ضرور رہتا ہوگا۔ اگر نہیں تو کسی چڑیا خانے میں جا کر دیکھئے کہ پالتو کبوتروں کی کتنی قسمیں ہیں۔ لاہور کے چڑیا خانے میں آپ کئی قسمیں دیکھ سکتے ہیں۔ دیکھئے ایک قسم باقی سب سے کسی نرمالی ہے۔ ہر ایک بانگین کے لحاظ سے بھی باقیوں سے جدا ہے۔ اور آپ شاید یہ پڑھکر حیران ہوں گے کہ یہ سب مختلف

نسلیں جنگلی کبوتر سے ہی پیدا ہوئی ہیں۔ اور ان کو انسان نے ہی پیدا کیا ہے۔ دنیا کے تمام علم الحیات کے ماہرین اس بات پر اتفاق رکھتے ہیں کہ دنیا کی اوائل میں صرف جنگلی کبوتر ہی انسان کے پاس تھے۔ انسان نے ان کو پالنا شروع کیا۔ جو نہی کوئی بچہ کسی بات میں نرالا دکھائی دیا تو اس کو الگ کر لیا گیا۔ ایسے دو نر اور مادہ کے ملاپ سے ایسے ہی بچے حاصل کئے گئے۔ ان کے بار بار ملاپ سے آخر ایک نئی نسل پیدا ہو گئی، کبوتر باز ہوا میں کبوتروں کے ایک جوڑے کو چھوڑ دیتے ہیں۔ یہ آسمان میں پہنچ کر قلابازیاں لگانی شروع کرتے ہیں۔ کبوتر باز کئی گھنٹوں تک نیچے کھڑے ہوئے اُن کی حرکات کو بغور دیکھتے رہتے ہیں۔

محققین کو یہ پتہ نہیں لگ سکا کہ کبوتر کو قاصد کے لئے کس نے کس وقت اور کس ملک میں سدھایا۔ لیکن یہ امر پایہ ثبوت کو پہنچ چکا ہے کہ قدیم زمانے میں پُرانی دنیا کے مختلف ملکوں میں قاصد کبوتر کو کام میں لایا جاتا تھا۔ تاریخ میں ذکر ملتا ہے کہ حضرت سلیمان کے وقت قاصد کبوتر نامہ و پیام پہنچانے کے لئے استعمال کیا جاتا تھا۔ قیاس ہے کہ پراچین یونانیوں نے ان کبوتروں کو سدھانے کا طریقہ ایرانیوں سے سیکھا تھا۔ قدیم یونانی لوگ اولمپک گیمز

(OLYMPIC GAMES) میں جیتنے والے نوجوانوں کے شہروں کو ان کے جیتنے کی خبر کبوتروں کے ذریعے بھیجا کرتے تھے۔ تمار برقی کی ایجاد سے پہلے یورپ کے بڑے بڑے بیوپاری بھی ان کبوتروں کے ذریعے ہی ایک دوسرے کو خبریں بھیجا کرتے تھے۔ ان پرندوں کی خوبوں کو دیکھتے ہوئے کئی ملکوں میں ان کو جنگ کے مدد میں بھیجیں پہنچانے کے لئے سدھایا جاتا تھا۔ یہ ایک تاریخی واقعہ ہے کہ جب واٹرلو (WATERLOO) کے مقام پر سلاطین میں انگریزوں اور نیپولین کے درمیان لڑائی ہوئی اور انگریزی فوج کو فتح ہوئی تو انگریزی سپہ سالار نے اس فتح کا پیغام کبوتروں کے ذریعے انگلستان بھیجا۔ قاصد کبوتر فتح کا پیغام لے کر ہر کاروں سے بہت پہلے انگلستان پہنچ گئے۔

زمانہ حال میں بھی قاصد کبوتروں سے بہت کام لیا جاتا ہے۔ ایسے دشوار گزار علاقوں میں جہاں انسان کی رسائی اور پہنچ نہیں ہو سکتی وہاں کبوتروں کو بھیجا جاتا ہے۔ کبوتر کے غلطے میں ایک خود بخود کام کرنے والا کیمرہ (CAMERA) باندھ دیا جاتا ہے۔ کبوتر اس ملک کے اوپر سے اڑتا ہوا اُتتا رہتا ہے۔ اس عرصے میں کیمرہ اپنا کام کرتا ہے یعنی اس علاقے کی فوٹو لیتا جاتا ہے۔ جب کبوتر واپس پہنچتا ہے تو سب فلمیں نکال کر

تصویریں تیار کر لی جاتی ہیں •
یورپ کے مختلف ممالک میں کبوتروں کو ریسز (RACES)

کے لئے بھی پالا اور سدھایا جاتا ہے۔ ملک بلجیم (BELGIUM)
ان ریسز کا گھر ہے۔ ان کا آغاز ۱۸۱۵ء میں ہوا اور جلد ہی
اور ملکوں میں پھیل گیا۔ تیز اڑنے والے کبوتروں کا مقابلہ
کرایا جاتا ہے۔ یہ کبوتر ایک منٹ میں ۶۳۶ گز تک اڑ
سکتے ہیں یعنی فی منٹ ایک میل اور ۷۶ گز سفر طے کر لیتے
ہیں •

چڑیا

THE HOUSE SPARROW

چڑیا محتاج تعارف نہیں۔ بچے سے لے کر بوڑھے تک ہر ایک شخص اس کی شکل و صورت سے خوب اچھی طرح واقف ہے۔ چڑیا ساری دنیا میں پائی جاتی ہے۔ تیرا عظم ایشیا کے بہت سے ملکوں میں شمالی افریقہ اور یورپ میں عام ملتی ہے۔ امریکہ اور آسٹریلیا میں بھی اسے داخل کیا گیا ہے اس کی کئی قسمیں ہیں لیکن مختلف اقسام کی چڑیوں کی شکل و شبہت اور عادات تقریباً یکساں ہی ہوتی ہیں۔

آپ جانتے ہیں کہ چڑیا کا رنگ ڈھنگ مادہ سے مختلف ہوتا ہے۔ نہ کا رنگ کسی حد تک شوخ اور مادہ کا رنگ سادہ سا ہی ہوتا ہے۔ چڑیا کا جلیہ بیان کرنے کی ضرورت

نہیں۔ کون شخص ہے جو چڑیا کو نہیں پہچان سکتا۔ چڑیا انسان کے ساتھ سامنے کی طرح رہتی ہے۔ شہروں اور قصبوں کا کیا ٹھکانا جنگل میں بھی عام ملتی ہے۔ صرف بہت گھنے جنگلوں کو پسند نہیں کرتی۔ جن شہروں میں غلے کی منڈیاں ہوں وہاں تو اس کے جھنڈ کے جھنڈ پائے جاتے ہیں۔ غلے کے دوکان داروں کے لئے چوہے سے اتر کر چڑیا ہی سخت وبال جان ہے۔ اس کی چونچ اناج کے دانوں کو کھانے کے لئے ہی بنائی گئی ہے۔ غلے کی بند بوریوں میں سوراخ کر کے دانے نکالے جاتی ہے۔ ایک دفعہ اڑا دیں تو تھوڑے لمحوں کے بعد نئے جوش و خروش کے ساتھ پھر واپس آتی ہے انسان کے ساتھ رہتے رہتے چڑیا بھی بہت بے خوف ہو چکی ہے۔ چڑیا کی چڑچڑاہٹ مشہور ہے خاص کر گرمیوں کے موسم میں۔ اکثر کیڑا پر بیٹھ کر اتنا شور کرتی ہے کہ انسان تنگ آجاتا ہے۔ ایک تو گرمی ستاتی ہے اور دوسرے چڑیا کی چڑچڑاہٹ چین نہیں لینے دیتی ۔

شہری باشندوں کی طرح چڑیا بھی کبھی کبھی تفریح طبع کی خاطر شہر سے باہر جاتی ہے۔ ایسی سیر و سیاحت کے لئے چڑیا ان دنوں نکلتی ہے جب اناج کے کھیت پک کر تیار ہو چکے ہوں۔ ان دنوں چڑیوں کے بڑے بڑے جھنڈ کھیتوں کی راہ

لیتے ہیں۔ چڑیاں اس طرح اناج کا بہت سا نقصان کرتی ہیں۔ اناج کے علاوہ چڑیا کیڑے بھی کھاتی ہے۔ اپنے بچوں کو خصوصاً کیڑے کھلا کھلا کر ہی پالتی ہے۔ اس قلیل سے فائدے کے بدلے میں چڑیا جو نقصان انسان کو پہنچاتی ہے اس کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔

چڑیا آپس میں بہت لڑتی جھگڑتی ہیں۔ ہمارے گھر ایک دفعہ ایک چڑیا آئینے پر آکر بیٹھی۔ اُس نے اپنا عکس آئینے کے اندر دیکھا اور سمجھی کہ دوسری چڑیا بیٹھی ہے۔ بس پھر کیا تھا اس چڑیا نے آئینے پر چونچ مارنی شروع کی۔ یہ چڑیا کئی ہفتوں تک ہر روز اس آئینے کے پاس آتی رہی اور اُسے چونچیں مارتی رہی۔

گو چڑیا کے اندھے بچے دینے کا موسم اپریل سے جون تک ہے۔ لیکن بعض دفعہ چڑیا سارا سال ہی گھونسلے بنانے میں مصروف رہتی ہے۔ چڑیا عموماً درختوں میں گھونسلہ نہیں بناتی۔ گھونسلہ بنانے کے لئے بھی انسان کے قریب ہی جگہ تلاش کرتی ہے۔ مکانوں کی چھتیں اسے خاص طور پر پسند ہیں چھت کے علاوہ مکان میں کہیں بھی کوئی سوراخ مل جائے اس میں ہی گھونسلہ بنانا شروع کرتی ہے۔ ہمیں یاد ہے کہ ایک دفعہ ہمارے لیٹر بکس کا سوراخ ذرا کشادہ تھا ایک چڑیا

کو یہ لیٹر بکس پسند آگیا۔ لیٹر بکس کو دن میں تین چار دفعہ کھول کر دیکھا جاتا تھا۔ جتنی دفعہ یہ لیٹر بکس کھولا جاتا اُس کے اندر سے ہر دفعہ بہت سا پھوس برآمد ہوتا۔ لیٹر بکس کو صاف کر دیا جاتا لیکن چڑیا اسے پھر بھر پور کرنے کی کوشش کرتی، گھونسلہ بنانے کے لئے چڑیا پھوس اور تنکوں کے علاوہ چیتھڑے دھاگے رسیاں وغیرہ بہت کچھ جمع کرتی ہے۔ یہ چیزیں اکثر فرش فردش پر گر جاتی رہتی ہیں۔ اور نہایت بڑی معلوم ہوتی ہیں۔ اس کو ٹرا کر کٹ کے علاوہ چڑیوں کی بیٹھلیں بھی بہت غلطت کا باعث ہوتی ہیں + اگر ایک چڑیا آپ کے گھر میں چھت کے اندر گھونسلہ بنانے کی ٹھان لے تو آپ چڑیا کو مار کر ہی اُس کے گھونسلے سے نجات پا سکتے ہیں۔ ایک صاحب کہتے ہیں کہ ایک دفعہ دو چڑیوں نے ان کے دیوان خانے میں ایک تصویر کے پیچھے گھونسلہ بنانا شروع کیا۔ وہ ہر روز اتنا گھاس جمع کر کے لاتی تھیں کہ ایک معمولی گھوڑے کا پیٹ بھر سکتا تھا۔ یہ بیان مبالغہ آمیز معلوم ہوتا ہے۔ لیکن اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ چڑیا گھونسلے کے لئے بہت سا گھاس پھوس جمع کرتی ہے + چڑیا تنکوں وغیرہ کو جمع کر کے ایک بے ڈھنگے سا گھونسلہ بناتی ہے۔

مادہ چار یا پانچ انڈے دیتی ہے۔ ان انڈوں کا رنگ مختلف
 ہوتا ہے۔ ایک ہی جھول کے انڈوں کے رنگ میں اکثر
 بہت سا فرق ہوتا ہے۔ انڈوں کا رنگ عموماً سنہری
 مائل ہوتا ہے۔ اور ان کے اوپر طرح طرح کے دھبے
 بھی ہوتے ہیں ♦

لال

THE RED AVADAVAT

یہ پرندہ قد میں چڑیا سے ذرا چھوٹا ہوتا ہے۔ بہت لوگ اسے بچوں کو بہلانے کے لئے گھروں میں پالتے ہیں۔ ہر ایک بڑے شہر میں دو چار پرندے فروش دکان کرتے ہیں۔ ان کے ہاں لال پنجروں میں دیکھے جاسکتے ہیں۔ موسم گرما میں نر کا رنگ سُرخ ہوتا ہے۔ اس کے جسم پر جا بجا سفیدی مائل دھبے ہوتے ہیں۔ سردیوں کے موسم میں نر مادہ جیسی پوشاک پہن لیتا ہے۔ مادہ کی پوشاک سارا سال بھوسلی سی رہتی ہے۔ مادہ کے جسم پر بھی سفید دھبے ہوتے ہیں۔ لال کی چھوٹی سی چونچ کا رنگ سُرخ ہوتا ہے۔

لال ایسے جنگلوں کو بہت پسند کرتے ہیں جہاں ادنچا ادنچا

گھاس یا سرکنڈا کثرت سے ہو۔ گھنے جنگلوں میں جہاں بہت سے درخت ہوں لال وہاں بھی پائے جاتے ہیں۔ جنگل میں لالوں کے بڑے بڑے جھنڈ کے جھنڈ دیکھنے میں آتے ہیں۔ یہ ننھے پرندے خوب چھپاتے رہتے ہیں۔ پرندے بیچنے والے ان کو باسانی جال سے پکڑ لیتے ہیں۔ اور شہروں میں بیچنے کی خاطر لے آتے ہیں۔ پنجوے میں قید ہو کر یہ پرندے اپنی عادات کو بھول نہیں جاتے اور خوب خوش باش نظر آتے ہیں۔ پرندوں کے سوا اگر ہر سال بہت سے لال یورپ کو بھیجتے ہیں۔ یہ لال یورپ کے مختلف ملکوں میں جا کر بیٹھتے ہیں۔ جنگل میں لال چھوٹے چھوٹے اناج اور بیج کے دانے کھاتے ہیں +

لال مختلف علاقوں میں مختلف اوقات پر گھونسلے بناتے ہیں لیکن اکثر گھونسلے موسمِ برسات میں ہی دیکھنے کو آتے ہیں۔ لال کا گھونسلہ گھاس پھوس کے تنکوں سے بنا ہوتا ہے۔ اس کے اندر نرم اور ملائم پروں کا استر لگایا ہوا ہوتا ہے۔ ان پرندوں کے گھونسلے عموماً سطحِ زمین پر ہی ہوتے ہیں۔ کبھی کبھی جھاڑیوں وغیرہ میں بھی پائے جاتے ہیں۔ لیکن ایسے گھونسلے زمین سے تین فٹ سے زیادہ بلندی

پر نہیں ہوتے۔ مادہ چھ سات انڈے دیتی ہے۔ جب
 مادہ انڈوں پر بیٹھی ہو تو زرگھاس پھوس کے تینکے لاتا رہتا
 ہے۔ اور گھوٹلے کو فراخ کرتا رہتا ہے۔ لال کے انڈوں
 کا رنگ بالکل سفید ہوتا ہے۔

روایت ہے کہ ان پرندوں کو رکھنے سے اور پالنے
 سے انسان وبائی امراض سے بچا رہتا ہے۔

ابابیل

THE SWIFT

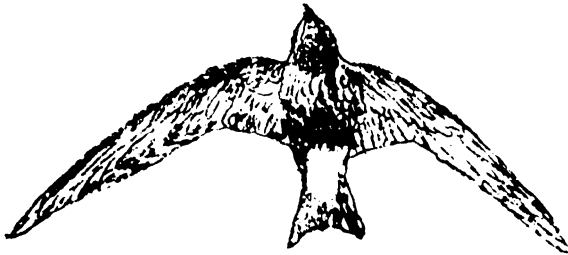
ابابیل سارے ہندوستان میں پائی جاتی ہے۔ ان پرندوں کی کثیر تعداد شہروں اور گاؤں کے قریب دیکھی جاتی ہے۔ آپ نے شام کے وقت بہت سے سیاہ پرندے جن کا قد چڑیا جتنا ہوتا ہے۔ آسمان میں اکٹھے اڑتے دیکھے ہونگے یہ پرندے خوب چہچہاتے ہیں۔ یہی ابابیلیں ہیں۔ ابابیل کی گردن ٹھوڑی اور کمر سفید ہوتی ہیں۔ باقی سارا جسم سیاہ ہوتا ہے۔ ابابیل کی چونچ تو چھوٹی سی ہی ہوتی ہے لیکن جب اسے کھولتی ہے تو اس کا منہ بہت کشادہ دکھائی دیتا ہے۔ اس کے بازو درانتی نما ہوتے ہیں۔ صانع قدرت نے اس کے بازوؤں کو ایسا بنایا ہے کہ ابابیل نہایت تیزی سے اڑ

سکتی ہے۔ سو میل فی گھنٹہ کی رفتار سے اڑنا ایابیل کے لئے ایک معمولی سی بات ہے۔ ایابیل کے پاؤں نازک اور کمزور ہوتے ہیں۔ پاؤں کی چاروں انگلیاں آگے کو مڑی ہوئی ہوتی ہیں۔ ان کے ساتھ ایابیل عمودی سطحات کو خوب اچھی طرح پکڑ سکتی ہے لیکن ایابیل درختوں کی ٹہنیوں پر بیٹھنے اور زمین پر چلنے کے بالکل ناقابل ہوتی ہے۔ بعض علاقوں میں ایابیل بالکل نہیں ملتی۔ اس بات کی وجہ تاحال معلوم نہیں ہوئی، ایابیل ہمالیہ پہاڑ میں چھ ہزار فٹ کی بلندی تک پائی جاتی ہے۔

بہت سی ایابیلیں اکٹھی ملکر رہتی ہیں۔ ایک گروہ کے پرندوں کی تعداد پچاس یا اس سے بھی زیادہ ہو سکتی ہے۔ چونکہ ایابیلیں درختوں پر بیٹھنے کے ناقابل ہیں اس لئے رات کو درختوں پر بسیرا نہیں کر سکتیں۔ یہ عموماً مکانات کی چھتوں یا کھنڈرات میں گھونسلے بنا کر رہتی ہیں۔ بعض دفعہ چٹانوں اور پلوں کے نیچے بھی گھونسلے بنا لیتی ہیں۔ عام پرندے تو گھونسلوں میں انڈے بچے دینے کے موسم میں ہی رہتے ہیں۔ لیکن ایابیلیں چونکہ درختوں کی ٹہنیوں پر بیٹھنے کے ناقابل ہیں۔ اسلئے یہ سارا سال ہی گھونسلوں میں رہتی ہیں۔ ٹانگوں اور پاؤں کی بناوٹ کی وجہ سے ایابیل اپنا وقت یا تو گھونسلے

کے اندر یا ہوا میں اُڑتے ہوئے گزار سکتی ہے۔ اُڑتے اُڑتے
جب ابابیل تھک جاتی ہے تو آرام کرنے کے لئے اسے
واپس گھولنے کو ہی آنا پڑتا ہے۔ ابابیل اکثر رات کا وقت تو
گھولنے کے اندر سو سو کر گزارتی ہے۔ اور دن کا بہت سا
حصہ ہوا میں اُڑتے اُڑتے صرف کرتی ہے۔ اگر ابابیل کسی
وجہ سے اچانک زمین پر گر جائے تو پھر اٹھنے میں اسے
سخت تکلیف ہوتی ہے۔ جب ابابیل اُڑ رہی ہو تو اس کے
بازوؤں کی شکل کمان کی سی ہوتی ہے اور درمیان میں اس
کا وجود تیر کی طرح دکھائی دیتا ہے۔

اُڑتی ہوئی ابابیل



ابابیل ہوا میں اڑنے والے چھوٹے موٹے کیڑوں کو کھاتی ہے۔ اسی لئے ان کی تلاش میں بہت سا وقت اسے ہوا میں اڑنے ہوئے صرف کرنا پڑتا ہے۔ اس کا منہ بھی اسی لئے بہت کشادہ ہے کہ اڑتے اڑتے کیڑوں کو اڑتے ہوئے پکڑنے اور بچھلنے میں دیر نہ لگے۔ دوپہر کے بعد ابابیلیں تھک کر آرام کرنے کی خاطر گھولسلوں میں جمع ہوتی ہیں۔ پھر سب اکٹھی شام کو باہر نکلتی ہیں۔ اس وقت ننھے ننھے کیڑے بھی ہوا میں کثرت سے ہوتے ہیں۔ ابابیلیں شام کو بہت اوجھا اڑتی ہیں۔ ان کے چہچہانے اور قلا بازیاں لگانے سے معلوم ہوتا ہے کہ نہایت خوش و خرم ہیں۔

بہت سی ابابیلیں ایک ہی جگہ بہت سے گھولسلے بناتی ہیں۔ گھولسلہ بنانے کے لئے گھاس پھوس اور پر جمع کرتی ہیں۔ ان کے منہ کا لعاب نہایت لیسدار ہوتا ہے۔ اس لیسدار لعاب سے پروں اور پھوس کو جوڑ کر گھولسلہ تیار کرتی ہیں۔ ان پرندوں کو سردی اور برسات بہت ستاتی ہے۔ ذرا ٹھنڈک یا بارش ہو جائے تو یہ سب گھولسلوں میں جا گھسنتی ہیں۔ چونکہ ابابیلیں سارا سال ہی گھولسلوں میں رہتی ہیں اس لئے ان کے اندے

بچے دینے کا کوئی خاص موسم مقرر نہیں۔ انکے گھونسلوں میں
 سے انڈے سارا سال ہی دستیاب ہو سکتے ہیں۔ ان
 کے انڈوں کا رنگ بالکل سفید ہوتا ہے ۔

دھوبن

THE WAGTAIL

نہ معلوم اس خوبصورت پرندے کو دھوبن کا نام کیوں دیا گیا ہے۔ شاید وجہ تسمیہ یہ ہے کہ یہ پرندہ اکثر پانی کے قریب ملتا ہے۔ دھوبن قد میں چڑیا سے ذرا بڑی ہوتی ہے۔ دھوبن کی پانچ چھ قسمیں موسم سرما میں ہندوستان میں دیکھی جاتی ہیں۔ ان میں سے صرف ایک قسم سارا سال پنجاب میں رہتی ہے۔ باقی قسمیں اگست اور ستمبر میں پنجاب اور ہندوستان کے میدانوں میں اتر آتی ہیں۔ یہ سارا موسم سرما ختم کرنے کے بعد موسم گرما سے پہلے مارچ اپریل میں ہی کشمیر، ہمالیہ کی اونچی وادیاں اور جنوبی تبت کی راہ لیتی ہیں۔ دھوبن کی صرف دو ہی اقسام ہندوستان کی حدود

کے اندر گھونسلے بناتی ہیں۔ باقی قسمیں انڈے بچے دینے کے لئے ترکستان افغانستان مشرقی ایران اور سائیریا وغیرہ کو جاتی ہیں۔ پنجاب میں دھوبنوں کی چھوٹی چھوٹی قوتلیاں پانی کے قریب اور سبزہ زاروں میں دیکھی جاتی ہیں۔ ہم دھوبن کا رنگ اور مفصل طلیہ بیان نہیں کریں گے کیونکہ ہر ایک گروہ میں کم از کم دو تین قسم کی دھوبنیں دیکھی جاتی ہیں۔ ان کی پوشش میں سیاہی اور سفیدی عجیب طرح ملی جلی ہوتی ہیں۔ ان کو پہچاننے کے لئے صرف ایک بات ہی کافی ہے۔ اگر آپ کو گھاس پر پانی کے نزدیک پھرتی اور آن بان سے چلتا ہوا سیاہ اور سفید پروں والا ایک پرندہ ملے جو اپنی لمبی دم کو خوب جوش کے ساتھ نیچے اوپر کر کے ہلاتا ہو تو یقین جانیں کہ یہ دھوبن ہے۔ دم کو تیزی سے ہلاتے رہنا اس کا خاصہ ہے۔ اسی لئے اس کو انگریزی زبان میں وگ ٹیل (WAGTAIL) یعنی دم ہلانے والی کہتے ہیں۔ پانی کے نزدیک رہنا یہ خصوصاً پسند کرتی ہے۔ ہم لارنس گارڈن لاہور میں دیکھا کرتے تھے کہ جس حقے کو پانی لگایا ہوا ہوتا تھا اس میں یہ خوب پھدکتی اور ناچتی تھیں۔ اگر پانی بہت گہرا ہو تو دھوبنیں پانی میں چننا شروع کرتی ہیں۔ ان کی چال ڈھال سے بانگپن اور

لبناشت ٹپکتے رہتے ہیں +
 دھوبن گھاس کے اوپر یا پانی کے اندر دوڑتی ہوئی
 ننھے ننھے کیڑوں کا شکار کرتی ہے۔ کیڑے جب گھاس سے
 اُمٹ کر اُمڑنا شروع کرتے ہیں تو دھوبن انہیں چونچ
 میں دبوچ لیتی ہے۔ دھوبن کا گذارہ صرف کیڑوں
 پر ہی ہے +

جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے۔ دھوبنیں گروہوں میں
 رہتی ہیں۔ اپنا تقریباً سارا ہی وقت سطح زمین پر گزارتی
 ہیں۔ یہ دوختوں پر بہت ہی کم بیٹھتی ہیں۔ رات کو اکثر
 بہت سی اکٹھی ایک ہی جگہ بسیرا کرتی ہیں۔ رات کے بیریے
 کے لئے ان کو سرکنڈا بہت پسند ہے۔ ان کا پرواز بھی ان
 ہی کی شان کے شایاں ہے۔ اُمڑتی ہوئی دھوبن ہوا میں
 عجیب و غریب قوس بناتی ہے اور ”چڑٹ چڑٹ“ پکارتی
 ہے +

دھوبن کی جونسی قسم سارا سال ہندوستان میں رہتی
 ہے وہ مارچ سے مئی تک انڈے بچے دیتی ہے۔ یہ پانی
 کے قریب کسی سوراخ کو تلاش کرتی ہیں۔ کبھی کبھی مکالوں
 کے پرناलों میں بھی گھولسلہ بنا لیتی ہیں۔ مادہ عموماً چار
 انڈے دیتی ہے +

دھوبن کی ایک قسم دادے کشمیر میں گھونسلے بناتی ہے
گھونسلے بنانے کے لئے یہ قسم زمین یا زمین کے قریب سوراخوں
کو تلاش کرتی ہے ۔

انگلستان میں دھوبنوں کے ایک جوڑے کے گھونسلہ
بنانے کا قلعہ مسٹر ٹیلر (MR. TAYLOR) یوں بیان کرتے
ہیں " ہم نے ز اور مادہ دھوبن کو گھاس پھوس اور گھونسلہ
بنانے کا دیگر مصالح اٹھا اٹھا کر لے جاتے ہوئے دیکھا
تحقیقات کرنے پر معلوم ہوا کہ دونوں اس مصالحے کو الگ
الگ جگہوں پر جمع کر رہے ہیں یعنی ز ایک جگہ گھونسلہ بنا
رہا ہے اور مادہ ایک اور جگہ گھونسلہ بنا رہی ہے ۔ کچھ دیر
تک ز نے مادہ کی کچھ پرفاؤ نہ کی لیکن آخر ز اس جگہ پہنچا
جہاں کہ مادہ گھونسلہ بنا رہی تھی ۔ ز وہاں سے تمام مصالحے
کو اٹھا کر اپنی جگہ پر لے آیا ۔ مادہ پھر بھی اپنی ہی جگہ پر
ٹنکے وغیرہ جمع کرتی رہی اور میاں بیوی اپنے اپنے کام میں
مشغول رہے ۔ آخر کار ز سے راز نہ گیا اور غصے میں آ کر اس
نے مادہ کے گھونسلے کو ملیا میٹ کر دیا ۔ مادہ ناراض ہو کر
اڑ گئی اور ایک درخت پر چڑھ کر بیٹھی رہی ۔ ز نے کئی
بار اُسے راضی کرنے کی کوشش کی لیکن وہ نہ مانی چونکہ
کوئی سمجھوتہ ہوتا دکھائی نہ دیتا تھا اس لئے ہم گھر کو چلے آئے

دو دن کے بعد ہم پھر وہیں گئے تو دیکھا کہ ز اور مادہ شیر اور شکر
 ہو رہے ہیں۔ اور گھولسلہ اُس جگہ ہے جہاں کہ مادہ جا بہتی
 تھی۔ تحقیقات کرنے پر معلوم ہوا کہ گھولسلے کے لئے جو نسی
 جگہ نے انتخاب کی تھی وہاں چوہے تھے اور اُن سے
 نقصان کا اندیشہ تھا۔ جو جگہ مادہ نے انتخاب کی تھی۔ وہ
 جگہ محفوظ تھی۔ کیونکہ وہاں چوہے نہیں پہنچ سکتے تھے۔

بگلا

THE PADDY BIRD

بگلا قد میں کوتے سے بڑا ہوتا ہے۔ سر گردن اور پیٹھ کے اُپر کے سب پر سبزی مائل بھوسلے ہوتے ہیں۔ سینہ گردن اور پیٹ سفید ہوتے ہیں۔ بگلا جب زمین پر بیٹھا ہوا ہو۔ تو سبزی مائل بھوسلے پر سفید بازوؤں کو ڈھانچے رکھتے ہیں۔ اس کی آنکھیں زرد ہوتی ہیں۔ چونچ پیندے کے قریب نیلی سی لیکن درمیان میں زرد اور نوک کے قریب سیاہ ہوتی ہے۔ ٹانگوں کا رنگ سبز سا ہوتا ہے۔ بگلا سارے ہندوستان میں پایا جاتا ہے۔ ہمالیہ پہاڑ میں بھی چار ہزار فٹ کی بلندی تک ملتا ہے۔ بگلا بہت بشت پرندہ ہے۔ جب تک اس کے

بالکل ہی پاس نہ چلے جاؤ تب تک چپ چاپ بیٹھا رہتا ہے۔ اسی لئے عام لوگ بگلے کو اندھا خیال کرتے ہیں۔ چونکہ بگلے کے اوپر والے پر مجھوسے سبزی ماں ہوتے ہیں اس لئے جو ہڑ کے کنارے کیچڑ میں یا گھاس میں بیٹھا ہوا بگلا آسانی سے نظر نہیں آتا۔ جب سر پر ہی پہنچ جاؤ تو یکایک اڑ جاتا ہے۔ تب اس کے لمبے لمبے سفید بازو نظر آتے ہیں بگلا جو ہڑ کے کنارے کے قریب بیٹھا رہتا ہے۔ اور وہاں سے سینڈل کی کڑے چھوٹی چھوٹی پھلیاں اور کیڑے کھاتا ہے۔ غرضیکہ جو جو جانور پانی کے اندر یا پانی کے قریب رہتے ہوں انہیں کھانا اپنا حق سمجھتا ہے۔ جو ہڑوں جھیلوں اور ندی نالوں کے کنارے سینڈلوں بگلے دیکھے جاسکتے ہیں۔

بگلا شکاری تو ہے لیکن شکار کو پکڑنے میں جوش اور چھرتی سے کام نہیں لیتا بلکہ استاد سی چالاکی اور صبر سے کام نکالتا ہے۔ پانی کے کنارے کے قریب یا کم گہرے پانی میں کھڑا رہتا ہے۔ اس وقت اپنی لمبی گردن کو کندھوں کے درمیان سکیڑ لیتا ہے۔ اکثر ایک ٹانگ کو اٹھائے رکھتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے حضرت کھڑے ہوئے خدا کی بندگی کر رہے ہیں۔ اسی لئے اس کو کبھی کبھی بگلا بھگت بھی کہتے ہیں۔ لیکن بگلا ان بھگتوں میں سے ہے جو منہ میں

رام رام اور بغل میں اینٹیں دباٹے پھرتے ہیں۔ بگلا بہت خدانت ہے۔ جونہی کوئی مینڈک یا مچھلی تریک دکھائی دے یکایک گردن کو لمبا کر کے اُسے دبوچ لیتا ہے اور سالم چلنے کے بغیر ہی بگل جاتا ہے۔ قیاس ہے کہ اگر اس کے ساتھ چھیڑ چھاڑ نہ کی جائے تو شاید گھنٹوں ایک ہی جگہ بیٹھا رہے۔ گا ہے گا ہے چند قدم چلکر نئی جگہ سے تاڑنا شروع کرتا ہے۔ بگلا کو اتنا صبرست الوجود ہے لیکن پھر بھی بھوکا نہیں رہتا۔ اتنی ہستی کے باوجود بھی اسے خوب پیٹ بھر کر شکار میسر ہو جاتا ہے +

رات کے وقت بہت سے بگلے ایک ہی درخت پر بسیر کرتے ہیں۔ یہ عموماً کوئی ایسا درخت تلاش کرتے ہیں جو پانی میں اُگ رہا ہو۔ ایک ایک ٹہنی پر دو دو تین تین بگلے بیٹھ جاتے ہیں۔ صبح ہوتے ہی الگ الگ ہوتے ہیں اور اپنے اپنے جوہڑ یا کھیت کی راہ لیتے ہیں +

بگلوں کے انڈے بچے دینے کا موسم مئی سے ستمبر تک ہے۔ اکثر گھونسلے جون کے مہینے میں دیکھے جاتے ہیں۔ ان دونوں بگلے بڑے چست نظر آتے ہیں۔ خشک ٹہنیوں وغیرہ کو جمع کر کے کسی درخت پر گھونسلہ بناتے ہیں۔ بگلوں کا گھونسلہ عموماً بھدا سا ہوتا ہے۔ بہت سے بگلے ایک ہی درخت پر

کئی گھونسلے بناتے ہیں۔ مادہ چار سے سات تک نیلے سبزی
 مائل انڈے دیتی ہے۔ نر اور مادہ دونوں گھونسلے کی خوب
 اچھی طرح خبر گیری کرتے ہیں۔ بگلے کے بچے انڈوں سے
 برآمد ہونے پر کافی ہشیار ہوتے ہیں۔ ان بچوں کی ٹانگیں
 اور گروں بہت لمبی لمبی ہوتی ہیں۔ بچوں کو کھانا کھلانے
 کے لئے بگلا اُسادی سے کام لیتا ہے۔ اور پرندوں کی طرح
 چھوٹے چھوٹے کیڑے پکڑ کر بار بار گھونسلے کی طرف نہیں آتا۔
 ایک بڑا سا مینڈک پکڑلاتا ہے اور چھوٹے سے بچے کے منہ
 میں دھکیل دیتا ہے۔ ایک دوا ایسے مینڈک کھانے کے
 بعد بچے کی طبیعت سیر ہو جاتی ہے اور بگلا باقی وقت اپنے
 لئے ٹسکار کرتا رہتا ہے۔

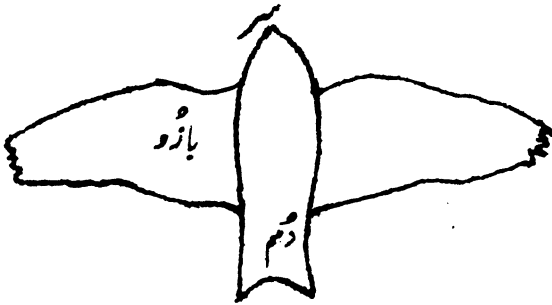
بگلے کے سفید پر بیڈمنٹن (BADMINTON) کھیلنے
 کے شٹل کاک (SHUTTLE-CK) بنانے میں کام آتے
 ہیں۔

چیل (پنجابی) ال

THE KITE

چیل سے انسان کا بچہ بچہ واقف ہے۔ ہر ایک شہر اور ہر ایک قصبے میں ہر ایک بازار اور ہر ایک گلی کو چہ میں چند چلیں دیکھی جاتی ہیں۔ چیل کو انسان اور انسان کے مکانات سے بڑا لگاؤ ہے۔ چیل شکاری پرندوں میں سے ہے۔ اس کی چونچ اور پنجوں کی بناوٹ شکاری پرندوں جیسی ہے۔ چونچ سیاہ اور خمدار ہوتی ہے۔ ٹانگیں زرد اور نہایت مضبوط ہوتی ہیں۔ ناخن سیاہ اور نوکیلے ہوتے ہیں۔ اس کی موم قینچی نما ہوتی ہے۔ اور آسمان میں اڑتی ہوئی چیل کٹی ہوئی دُوم کی وجہ سے فوراً پہچانی جاسکتی ہے۔ ساتھ والی شکل میں ایک چیل دکھائی گئی ہے۔ اگر

اُڑتی ہوئی چیل
جیسے کہ وہ نیچے سے دکھائی دیتی ہے



آپ زمین پر کھڑے ہوں اور آپ کے سر کے اوپر
آسمان میں چیل اُڑ رہی ہو تو اس کی شکل ایسی ہی دکھائی
دے گی۔

چیل سارے ہندوستان میں پائی جاتی ہے۔ میدانوں
کے علاوہ ہمالیہ پہاڑ میں بارہ ہزار فٹ کی بلندی تک ملتی
ہے لیکن آٹھ ہزار فٹ سے اوپر اس کی تعداد بہت کم ہو

جاتی ہے +
 انسان چیل کی طرف سے لا پرواہ ہو جائے لیکن چیل
 انسان کے ساتھ ایسا سلوک نہیں کرتی + ہم نے اوپر بیان
 کیا کہ ہر ایک شہر کے ہر ایک بازار اور ہر ایک گاؤں
 کے ہر ایک گلی کو بچے کے اوپر کچھ چلیں صبح سے شام تک
 منڈلاتی رہتی ہیں۔ آسمان میں چکر لگاتی ہوئی سب طرف
 نہایت غور سے دیکھتی رہتی ہیں۔ بعض کسی اونچے مکان
 کی منڈیر پر بیٹھی ہوئی ایک سنتری کی طرح سب طرف
 تاڑتی رہتی ہیں۔ جہاں کسی نے گلی سڑی کھانگی کوئی چیز
 پھینکی اور انہوں نے جھپٹا مارا۔ کوئی کھانے کی چیز ڈالنے
 کے بغیر بازار میں سے لے کر گزرنا گویا چیلوں کو دعوت
 دینا ہے۔ ہاتھوں ہاتھ جھپٹا مار کر لے اڑتی ہیں۔ غالباً آپ
 کو کئی دفعہ خود ایسا تجربہ ہوا ہوگا۔ قصابوں کی دکانوں کے
 قریب تو ان کا ہر وقت مجمع رہتا ہے۔ ناکارہ گوشت پھینکنے
 کی دیر ہوتی ہے جھٹ لے اڑتی ہیں۔ چیل ہمیشہ اپنی غذا
 کو جھپٹا مار کر ہی کھاتی ہے۔ گوشت وغیرہ کو دیکھتے ہی تیر
 کی طرح نیچے آتی ہے۔ گوشت کو پنچوں میں دبا کر قوس بناتی
 ہوئی پھر اوپر چڑھ جاتی ہے۔ اوپر چڑھتے چڑھتے ہی گوشت
 کو پاؤں سے منہ میں لے لیتی ہے۔ اگر گوشت کا ٹکڑا بڑا

ہو تو اُسے کھانے کے لئے پاس ہی کسی درخت یا منڈیر پر جا بیٹھتی ہے۔ بعض دفعہ جب ایک چیل کوئی شے لے اُڑے تو اُوڑ چلیں اُس کے پیچھے پڑ جاتی ہیں اور اس چیل سے اُس شے کو چھیننے کی کوشش کرتی ہیں۔ اس لڑائی کے دوران میں وہ شے کبھی کسی کے قابو میں آتی ہے اور کبھی کوئی اور لے اُڑتی ہے۔ اس لڑائی کو دیکھنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ چیلیں اُڑنے میں کیسی ماہر ہیں۔

سمندر کے کنارے بندرگاہوں میں بھی یہی چیل ملتی ہے جہازوں کے آس پاس ہی رہتی ہے۔ پانی کی سطح سے غلاظت وغیرہ اُٹھا لیتی ہے۔ اس بیان سے آپ کو واضح ہو گیا ہو گا کہ چیل ایک کارآمد پرندہ ہے۔ غلاظت اور گلی سڑی چیزوں کو کھا جاتی ہے اور صفائی کرنے میں بڑی مدد دیتی ہے۔ چیل انسان کے قدرتی خاکروبوں میں سے ہے۔

چیل اکثر چھوٹے چھوٹے جانوروں کو بھی کھا جاتی ہے۔ چوہوں اور مرغی کے چوزوں کو اُٹھا لے جاتی ہے۔ مرغی پالنے والے خوب جانتے ہیں کہ اگر کسی چیل کو چوزے کھانے کی عادت پڑ جائے تو پھر خدا ہی حافظ ہے۔ ایسی چیل کو گولی سے مار دینے کے سوا اور کوئی علاج نہیں۔ ایک صاحب لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ کلکتے میں ایک بڑا طوفان آیا۔ بہت

سی چڑیاں اور کوئے طوفان میں زخمی ہو گئے۔ ان سب زخمی پرندوں کو چلیں پکڑ پکڑ کر کھا گئیں۔“

چیل اکثر فروری مارچ کے مہینوں میں انڈے بچے دیتی ہے۔ انڈے دینے کے لئے درختوں کی خشک کانٹوں والی شاخوں کا بے ترتیب سا گھولسلہ بناتی ہے۔ اس گھولسلے کے اندر چیتھڑوں اور پتوں وغیرہ کا استر لگاتی ہے۔ گھولسلہ بنانے کے لئے اکثر اُونچے اُونچے درختوں کو پسند کرتی ہے۔ عام لوگوں کا قیاس ہے کہ چیل سونے چاندی کے چمکتے ہوئے زیور لے اُڑتی ہے۔ اور اُن کو اپنے گھولسلے میں جمع رکھتی ہے۔ انڈے بچے دینے کے موسم میں چیلیں بڑا شور مچا کر تھیں۔ ان کی چیخیں دور دور تک سنائی دیتی ہیں۔ ان چیخوں کے سبب سے ہی اس پرندے کو چیل یا ایل کا نام دیا گیا ہے۔ مادہ اکثر دو یا تین انڈے دیتی ہے۔ ان کا رنگ عموماً سبزی مائل ہوتا ہے۔ خول کے اوپر طرح طرح کے دھبے اور دھاریاں دکھائی دیتی ہیں۔

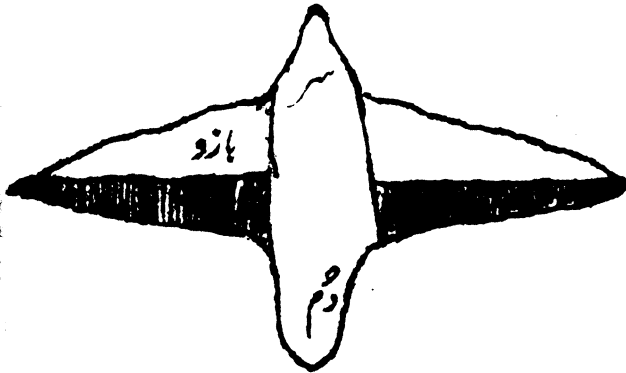


THE VULTURE

گدھ کی شکل سے تو آپ ضرور آشنا ہوں گے۔ کیا کبھی آپ کو یہ بھی خیال آیا کہ گدھ کے جسم کا کونسا حصہ باقی پرندوں سے نرالا ہوتا ہے۔ سیاہ گدھ قد و قامت میں چیل سے بڑی ہوتی ہے۔ گدھ کی چونچ گو باقی شکاری پرندوں جیسی ہوتی ہے لیکن اس کی چونچ میں خم فدا کم ہوتا ہے۔ گدھ کے سر اور گردن کے اوپر پروں کی بجائے صرف باریک باریک بال ہوتے ہیں۔ اس کی گردن پتلی اور لمبی ہوتی ہے۔ جب یہ پرندہ درخت کی شاخ پر بیٹھا ہو تو اپنی گردن کو کندھوں کے درمیان سکیڑ رکھتا ہے۔ گردن پتلی اور برہنہ ہونے کی وجہ سے بدنما اور بے ڈھنگی سی معلوم ہوتی ہے۔ گدھ کی

شکل و شباہت سے پھرتی اور جستی عیاں نہیں ہوتیں۔ گدھ
درخت پر بیٹھتے وقت اپنے بازوؤں کو اچھی طرح نہیں
ٹیکھرتی۔ بلکہ اُن کو ڈھیلا ڈھالا ہی رہنے دیتی ہے +
کیا آپ آسمان میں اُڑتی ہوئی گدھ کو شناخت کر سکتے
ہیں؟ چیلوں کی طرح گدھیں بھی آسمان پر چکر لگاتی رہتی ہیں۔

اُڑتی ہوئی گدھ
جیسے کہ وہ نیچے سے دکھائی دیتی ہے



جب گدھ آپ کے سر کے اوپر اُڑ رہی ہو تو اُس کے دونوں
بازوؤں کا اگلا نصف جتنے سر بسر سفید اور پچھلا نصف جتنے سیاہ

ہوتا ہے۔ اس بات کو مد نظر رکھتے ہوئے آپ گدھ کو فوراً پہچان سکتے ہیں +

گدھ انسان کے سچے خیر خواہوں میں شمار کئے جانے کے قابل ہے۔ قدرت کے اندر گدھ ایک نہایت ضروری کام کو سرانجام دیتی ہے گدھ قدرت کے آنریری (HONORARY) خاکروہوں میں سے ہے۔ بازگوشت خور پرندہ ہوتے ہوئے دوسرے پرندوں اور دیگر جانوروں کو جان سے مار دیتا ہے لیکن گدھ گوشت خور ہوتے ہوئے نہایت استقلال کے ساتھ دوسرے جانوروں کی موت کا انتظار کرتی ہے۔ اور گوعوام الناس باز کو بہادر اور دلیر خیال کرتے ہیں لیکن اس بات میں کوئی شک نہیں کہ گدھ کی مزاج میں صبر و استقلال بہت زیادہ ہے۔ گدھ باز سے بہت زیادہ کار آمد پرندہ ہے۔ گدھوں کی فیض رسانی کا اندازہ لگانا نہایت مشکل ہے۔ گدھیں صبح سے شام تک آسمان پر چکر لگاتی رہتی ہیں۔ کئی دفعہ سطح زمین سے تین چار ہزار فٹ کی بلندی تک پہنچ جاتی ہیں + یہ معاملہ دیر تک زیر بحث رہا ہے کہ آیا گدھیں مردار کو آنکھوں سے دیکھ کر اس کے قریب پہنچتی ہیں یا مردار کی بدبو ان کو اپنی طرف کھینچ لاتی ہے۔ یہ معاملہ دراصل ایسا پیچیدہ نہیں تھا جتنا کہ اسے بنا دیا گیا تھا۔ ماہرین طبیعت

کا قیاس ہے کہ جب کہیں کوئی جانور جاں بحق ہوتا ہے تو
چند کوڑے تو اسے ضرور ہی دیکھ پاتے ہیں۔ کوئی کتا بھی
موقع پر پہنچ جاتا ہے۔ مردار تازہ ہونے کے سبب سے چڑھا
صحیح سلامت ہوتا ہے۔ کوڑے اور گتے اسے کھینچنا شروع
کرتے ہیں۔ ان میں خوب جدوجہد شروع ہوتی ہے۔ چند
چیلیں بھی مردار کو دیکھ پاتی ہیں۔ وہ بھی مردار کے اوپر چکر لگانا
شروع کرتی ہیں۔ اس عرصے تک کسی گدہ کی نگاہ اس ہجوم
پر پڑتی ہے۔ گدہ عین بھی یکے بعد دیگرے موقع پر پہنچنا شروع
کرتی ہیں اور اس ضیافت میں شریک ہوتی ہیں۔ ان کے
پہنچنے ہی کوڑے اور گتے پرے ہٹ جاتے ہیں۔ گدہ عین مردار
کے گوشت کو چھوٹی موٹی ہڈیوں سمیت ہی ہڑپ کر جاتی ہیں
ہمارے نزدیک گدہ عین پلید ان کا کھانا پلید ان کا کام پلید
غریب ان کی ہر ایک ادا نفرت انگیز ہے۔ لیکن اگر گدہ عین
نہ ہوتیں تو مردہ جانوروں کی لاشوں سے اتنا تعفن اٹھتا کہ
انسان کی زندگی وبال جان ہو جاتی۔ اور ان لاشوں کی بدبو سے
بچنے کے لئے لاکھوں روپے کی لکڑی کے ساتھ ان کو جلانا
پڑتا۔ قدرت کیسی دور اندیشی سے کام لیتی ہے۔ گدہ عین
کی طفیل انسان اور دوسرے جانوروں کو مردار سے نجات
ملتی ہے۔

یہ کھٹنا خالی از دلچسپی نہ ہو گا کہ گدھیں بہت پیٹو واقع ہوئی ہیں۔ اتنا پیٹ بھر کر کھا جاتی ہیں کہ زمین سے اڑنا محال ہو جاتا ہے۔ جائے ضیافت سے جوں توں کر کے اڑتی ہیں اور قریب ہی کسی درخت پر جا بیٹھتی ہیں۔ جب پیٹ خدا ہلکا ہو جائے تو اپنے مسکن کا راستہ لیتی ہیں۔ وہاں آرام سے بیٹھی رہتی ہیں۔ جس وقت بھوک پھر ستاتی ہے تو آسمان میں چکر لگانے شروع کرتی ہیں۔

آپ شاید جانتے ہوں گے کہ تبت کے بعض علاقوں میں یہ رواج ہے کہ جب کوئی آدمی مر جاتا ہے تو اس کی لاش کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے گاؤں سے باہر ایک خاص مقام پر پھینک دیئے جاتے ہیں۔ یہاں گدھیں تھوڑی ہی دیر میں ہڈیوں سے گوشت کو نوچ لیتی ہیں۔ لاش کو اس طرح گدھوں کے حوالے کرنا کارِ ثواب خیال کیا جاتا ہے۔ پارسی بھی اکثر لاشوں کو گدھوں کے حوالے کرتے ہیں۔ اس مطلب کے لئے اونچے مینار بناتے ہیں۔ ایسے مینار کو ٹاور آف سائیلنس (TOWER OF SILENCE) کہتے ہیں۔ بمبئی کا ٹاور آف سائیلنس ایک قابل دید جگہ ہے۔

ہندوستان میں تین اقسام کی گدھیں پائی جاتی ہیں۔ ان سب اقسام کو تمیز کرنا ذرا مشکل ہے۔ لیکن ہر ایک

فروید بشر سیاہ اور سفید گدھ میں تو آسانی سے تمیز کر سکتا ہے۔
 اول الذکر کارنگ اُدپر سے گہرا بھوسلا ہوتا ہے۔ مؤخر
 الذکر کارنگ سفید ہوتا ہے۔ اس کی چونچ زرد ہوتی ہے
 قد میں سفید گدھ سیاہ گدھ سے چھوٹی ہوتی ہے سیاہ گدھیں
 اکثر ایک دوسری کی صحبت میں ہی رہنا پسند کرتی ہیں۔
 اسی لئے بہت سی سیاہ گدھیں ایک ہی جگہ دیکھی جاتی ہیں
 سفید گدھیں عموماً ایکلی ایکلی ہی رہتی ہیں۔ سفید گدھ اور
 غلاطت کے علاوہ انسانی فضلے کو کھاتی ہے۔ اسی لئے سفید
 گدھیں شہروں میں اور شہروں کے آس پاس بہت دیکھی
 جاتی ہیں۔ چونکہ یہ انسانی فضلہ کھانے کی عادی ہیں اس لئے
 ان کو بہت پید خیال کیا جاتا ہے۔

سیاہ اور سفید دونوں قسم کی گدھیں اپنے گھونسلے ہمیشہ
 درختوں کے اوپر بناتی ہیں۔ ان کے گھونسلے بڑے بڑے
 ہوتے ہیں۔ گھونسلے بنانے کے لئے گدھیں تنکوں اور
 خشک شاخوں کو ہمیشہ چونچ میں اٹھا کر لاتی ہیں۔ وجہ یہ ہے
 کہ گدھیں باقی شکادی پرندوں کی طرح جھپٹا مارنے کے قابل
 نہیں ہوتیں۔ گدھیں اپنے گھونسلے کے اندر چھتھروں
 اور اُون وغیرہ کا ستر لگاتی ہیں۔ مادہ صرف ایک دو یا
 تین انڈے دیتی ہے گدھوں کے بچے بھوک کے مارے

چلا تے رہتے ہیں۔ ان کی ماں علی الصبح ہی گھونسلے سے رخصت ہوتی ہے۔ یہ بعد دو پہر تک واپس نہیں آتی اس کے بچے صبر کے ساتھ انتظار کرتے رہتے ہیں۔ جو وقت دور سے آتی ہوئی ماں دکھائی دیتی ہے تو یہ بچے شور مچانا شروع کرتے ہیں۔ ماں کے پیچھے اور چوہ پیچ بالکل خالی ہوتے ہیں۔ ماں گھونسلے پر واپس پہنچتے ہی پیٹ کے اندر سے غذا کو اگلنا شروع کرتی ہے۔ گوشت کے بڑے بڑے ٹکڑے نکال کر بچوں کے منہ میں دیتی ہے۔ گدھ کے لئے غذا کو پنجوں میں اٹھا کر لانا ناممکن ہے۔ اول تو یہ جھپٹا مارنے نے ناقابل ہے۔ اور دوسرے مردار کئی دفعہ گھونسلے سے دس پندرہ میل کے فاصلے پر ہوتا ہے۔ اتنی دور سے غذا کو پنجوں میں اٹھا کر لانا بہت مشکل ہوتا ہے۔

شکرا

THE SHIKRA

یہ بھی شکاری پرندوں میں سے ہے۔ اس کا قد کبوتر جتنا لیکن اس کی دُم نصف فٹ کے قریب ہوتی ہے۔ اس کا رنگ بھوسلا ہوتا ہے۔ بازؤں اور دُم کے اوپر سیاہ دھاریاں ہوتی ہیں۔ سینہ سفید ہوتا ہے۔ نوجوان شکرے کے سینے پر بھورے رنگ کے دھبے ہوتے ہیں۔ لیکن عمر رسیدہ شکروں کے سینے پر ان دھبوں کی بجائے بھوسلی دھاریاں ہوتی ہیں۔ مادہ ہمیشہ نرم سے بڑی ہوتی ہے۔ شکرے کی آنکھیں اور ٹانگیں نرم ہوتی ہیں۔ تاخنوں کا رنگ سیاہ ہوتا ہے چونچ چھوٹی سی لیکن مضبوط اور خم دار ہوتی ہے۔

شکرا سارے ہندوستان میں پایا جاتا ہے۔ بیابانوں اور

گھنے جنگلوں کو پسند نہیں کرتا۔ ان کے علاوہ باقی سب قسم کے علاقوں میں پایا جاتا ہے۔ خصوصاً ایسے علاقوں میں بہت لگتا ہے جہاں زراعت عام ہو اور بڑے بڑے درخت بھی ہوں۔ شکار اُن شکاری پرندوں میں سے ہے جو درختوں پر گھات لگائے ہوئے بیٹھے رہتے ہیں۔ اور جب کوئی شکار نظر آئے تو فوراً اس پر حملہ کر دیتے ہیں۔ اگر پہلے ہی حملے میں شکار قابو آ جائے تو بہتر نہیں تو شکار کا تعاقب نہیں کرتا۔ بڑے بڑے شکاری پرندے کھلے میدانوں میں رہتے ہیں اور شکار کا دور دور تک تعاقب کرتے ہیں۔ شکار چونکہ تعاقب کرنے کا عادی نہیں اس لئے درختوں میں گھات لگائے ہوئے بیٹھا رہتا ہے۔ شکاری پرندوں کے ہتھیار اُن کے پنچے ہیں۔ یہ شکار پر پنچوں سے حملہ کرتے ہیں۔ چونچ نہیں مارتے۔ چونکہ شکار کے پنچے اور ناخن ایسے بڑے نہیں ہوتے اس لئے شکار صرف چھوٹے چھوٹے جانوروں کو ہی مار سکتا ہے۔ شکار عموماً پھپھکیوں مینڈکوں ٹڈیوں اور چھوٹے چھوٹے پرندوں مثلاً چڑیا اور چوہے چوہیوں پر ہی قناعت کرتا ہے۔ شکار کرنے کے شوقین حضرات شکار کو پالتے ہیں اور شکار کے کام میں لاتے ہیں۔ شکار آٹھ دس دن میں ہی

سیکھ جاتا ہے۔ اور شکر کرنے کے قابل ہو جاتا ہے شکاری
 اسے اکتھوں پر اٹھائے پھرتے ہیں۔ چونکہ شکر ایسا
 جو شیلہ نہیں ہوتا اس لئے اسے ادھر ادھر لے جاتے
 ہوئے اس کی آنکھوں کو ڈھانپنے کی ضرورت نہیں
 ہوتی۔ سدھایا ہوا شکر اچھوٹے چھوٹے جانوروں کے
 علاوہ تیتھر بیٹر اور کوتے کو بھی آسانی سے مار لیتا ہے۔
 شکرے اپریل سے جون تک انڈے بچے دیتے ہیں۔
 انڈے دینے کے لئے شکرے اونچے اونچے درختوں پر
 گھولسلہ بناتے ہیں۔ شکرے گھولسلہ بناتے بناتے بہت
 دیر لگاتے ہیں۔ اتنی دیر لگانے کے باوجود بھی ان کا
 گھولسلہ بے ڈھنگہ سا ہی ہوتا ہے۔ مادہ تین سے پانچ
 تک انڈے دیتی ہے۔ ان کا رنگ بہت ہلکا آسمانی ہوتا
 ہے۔

ترمتی

THE INDIAN MERLIN

ترمتی ایک چھوٹا شکاری پرندہ ہے۔ ترمتی قد میں مینا سے ذرا ہی بڑی ہوتی ہے۔ عام شکاری پرندوں کی طرح نرمادہ سے ذرا چھوٹا ہوتا ہے۔ لیکن کرپے اور نیم چڑھے والی بات ہے۔ ترمتی بڑی غضبناک ہوتی ہے۔ ڈر اس کے نزدیک تک نہیں پھٹکتا۔ چھوٹے چھوٹے پرندوں کے علاوہ اپنے سے بڑے بڑے پرندوں پر بھی حملہ کر دیتی ہے اور انہیں سخت پریشان کرتی ہے۔ ترمتی ہمالیہ پہاڑ کے دامن سے لے کر دکن تک سارے ہندوستان میں پائی جاتی ہے۔ اس کا سر اور گردن نضواری رنگ کے ہوتے ہیں۔ جسم کا رنگ بھوسلا اور بازؤں پر دھبے ہوتے ہیں۔

سفید پیٹ کے اوپر سیاہ دھاریاں ہوتی ہیں۔ چونچ کا رنگ سبزی مائل زرد ہوتا ہے۔ ٹانگیں زرد لیکن ناخن سیاہ ہوتے ہیں۔

ترمتی میدانوں میں عام ملتی ہے۔ یہ خصوصاً ایسی جگہوں میں رہتی ہے جہاں چند درخت ہوں اور سایہ کافی ہو۔ ترمتی بہت گھنے جنگلوں میں نہیں رہتی۔ زور اور مادہ تازندگی اکٹھے رہتے سہتے ہیں۔ دونوں مل کر اکٹھے شکار کرتے ہیں۔ ترمتی چھوٹے چھوٹے پرندوں مثلاً چڑیا کا شکار کرتی ہے۔ اکثر مینا، تلیر، فاختہ اور بٹیر پر بھی حملہ کرتی ہے۔ ایسے پرندوں کو ایک ہی جھٹکے سے مار ڈالتی ہے۔ پرندوں کے علاوہ گلہریوں کا بھی شکار کرتی ہے۔ اگر کوئی چمگاڈ دن کے وقت مل جائے تو اسے بھی نہیں چھوڑتی۔ اوپر لکھا گیا ہے کہ نہ اور مادہ ترمتی اکٹھے شکار کرتے ہیں۔ یہ نہایت تیزی سے اڑتے ہیں۔ اور جس پرندے کے پیچھے پڑ جائیں وہ چاہے کیسا ہی ہشیار کیوں نہ ہو تیرتیاں اسے ضرور پکڑ لیتی ہیں۔ شام کے وقت جب چڑیاں درختوں میں اکٹھی ہو کر چوں چوں کر رہی ہوں تو یکایک ترمتی ان پر حملہ کرتی ہے اور ایک چڑیا کو پکڑ کر لے جاتی ہے چڑیوں میں کچھ دیر کے لئے ساٹھا چھا جاتا ہے۔ لیکن یہ پھر شور مچاتی

ہیں اور ترمتی پھر حملہ کرتی ہے۔ جب تنک بالکل اندھیرا نہ ہو جائے ترمتی خوب شکار کرتی رہتی ہے +
 شوقین لوگ شکار کے لئے ترمتی کو پالتے ہیں چھوٹے شکاری پرندوں مثلاً شکرے سے ترمتی اچھی ہوتی ہے۔ کیونکہ اگر یہ پہلے ہی جھپٹے پر شکار کو قابو نہ کر سکے تو اس کا تعاقب چھوڑ نہیں دیتی۔ شکاری اسے اکثر نیل کنٹھ پر چھوڑتے ہیں۔ نیل کنٹھ بھی اُڑنے میں بہت ماہر ہے۔ ترمتی اور نیل کنٹھ کے خوب داؤ پیچ ہوتے ہیں۔ نیل کنٹھ کبھی ادھر اُڑتا ہے کبھی اُدھر۔ کبھی یکا یک نیچے گرتا ہے۔ لیکن ترمتی اس کا تعاقب نہیں چھوڑتی۔ آخر نیل کنٹھ تھک جاتا ہے اور ترمتی اُسے دبوج لیتی ہے۔ شکاری لوگ ترمتی کے ساتھ ہڈ ہڈ کا بھی شکار کرتے ہیں +

آجکل انگریز خواتین کنٹوں کو نہایت شوق سے پالتی ہیں۔ کہتے ہیں کہ کچھ عرصہ ہوا انگلستان میں اعلیٰ خاندانوں کی بیگمات اسی شوق سے ترمتیوں کو پالا کرتی تھیں۔ جب بیگم صاحبہ گھوڑے پر سوار ہو کر سیر کو نکلتیں تو آپ کی ترمتی سر کے اوپر اُڑتی ہوئی ساتھ جاتی اور اشارہ کرنے پر ترمتی جھٹ بیگم صاحبہ کے ہاتھ پر آ کر بیٹھ جاتی +

ترمتی فروزی سے جون تنک انڈے دیتی ہے۔ نر اور

مادہ دونوں گھونسلہ بنانے میں حصہ لیتے ہیں۔ ترمیمیاں عموماً
 اپنا گھونسلہ اونچے درختوں کی ٹہنیوں میں بناتی ہیں گھونسلے
 کی خشک ٹہنیوں کے اندر گھاس پھوس اور چیتھڑوں کا
 استر لگاتی ہیں۔ مادہ عموماً چار انڈے دیتی ہے۔ سُرخ
 مائل انڈوں کے اوپر بھوسلے دھتے ہوتے ہیں۔ ان ایام
 میں ترمیمیاں معمول سے بھی زیادہ لڑاکی ہوتی ہیں۔ کیا
 مجال کہ کوئی بھی پرندہ گھونسلے کے نزدیک پھٹک سکے ؟

چھوٹا اُٹو

THE OWL

ہندوستان کی حدود میں اُٹو تو کئی قسم کے ملتے ہیں لیکن ان سب سے زیادہ چھوٹا اُٹو سی ملتا ہے۔ اس کا جسم بھوسلا ہوتا ہے اور اس کے جسم کے اوپر جابجا سفید دھبے دکھائی دیتے ہیں۔ اس کی آنکھوں کا رنگ زرد ہوتا ہے۔ چونچ اور پاؤں کا رنگ سبزی مائل زرد ہوتا ہے۔ اُٹوؤں کی آنکھیں باقی سب پرندوں سے مختلف ہوتی ہیں۔ عام پرندوں کی آنکھیں سر کے دائیں بائیں ہوتی ہیں۔ لیکن اُٹو کی دونوں آنکھیں انسان کی آنکھوں کی طرح سامنے کو ہی ہوتی ہیں۔ ان آنکھوں سے اُٹو کو شکار رات کے وقت اچھی طرح دکھائی دیتا ہے۔ اُٹو کے

کان بھی باقی پرندوں سے بڑے بڑے ہوتے ہیں۔ اس
 لئے اس کی قوت سامعہ بھی نہایت تیز ہوتی ہے۔ اُٹو
 کے جسم کے ہر حد درجہ کے ملائم ہوتے ہیں۔ اسی لئے
 جب اُٹو اڑتا ہے تو عام پرندوں کی طرح آواز نہیں نکلتی
 اُٹو اگر آپ کے سر کے اوپر سے اڑتا ہوگا اگر جائے تو آپ
 کو معلوم ہی نہ ہوگا۔ ایسے پرواز کا اُٹو کو یہ فائدہ ہے کہ رات
 کے وقت چاہے کیسی ہی خاموشی اور سناٹا کیوں نہ ہو اُٹو کے
 اڑنے کی آواز سناٹی نہیں دیتی اور اس کے ٹسکار کو اس کے
 آنے کا علم ہی نہیں ہوتا۔

عام اُٹو اکثر دن کے وقت چھپ کر سوئے رہتے
 ہیں۔ لیکن یہ چھوٹا اُٹو دن کو بھی جاگتا رہتا ہے۔ البتہ دن کے
 وقت ٹسکار نہیں کرتا۔ چھوٹا اُٹو ہندوستان میں سب جگہ
 ملتا ہے۔ جنگلوں اور باغات کے علاوہ چٹانوں کھنڈرات
 اور مکانات میں بھی رہتا ہے۔ یہ اُٹو بھی عادتاً رات کے وقت
 ہی باہر نکلتا ہے۔ یہ اُٹو عموماً درخت کی کسی کھوکھ یا گھنے
 پتوں میں بیٹھے رہتے ہیں۔ اگر آپ کسی اُٹو کی طرف بکھینا
 شروع کریں تو یہ بھی آپ کو گھورنا شروع کرے گا۔ اور
 تھوڑی دیر کے بعد اُڑ جائے گا۔ اگر اُٹو درخت کی کھوکھ
 کے اندر ہوں اور درخت کو ٹھکوریں تو ایک اُٹو کھوکھ کے

سوراخ سے سر کو باہر نکال کر دیکھنا شروع کرے گا اور دو چار دفعہ سر کو جھکاٹے گا۔ ایسا معلوم ہو گا کہ جیسے تعلیم بجالا رہا ہے۔ اگر آپ زیادہ دیر تک دیکھتے رہیں گے تو اڑ جائے گا، کئی اُلو اکثر اکٹھے ایک ہی درخت میں رہتے ہیں۔ شام ہوتے ہی خوشی میں پھولے نہیں سماتے۔ طرح طرح کی بولیاں بولتے اور شور مچاتے ہیں۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد ادھر ادھر شکار کی تلاش میں نکلتے ہیں۔

یہ اُلو بڑے بڑے کیڑوں مکوڑوں کو پکڑتا ہے۔ اُڑتے ہوئے پروانوں کو بھی کھاتا ہے۔ ان کے علاوہ چھوٹے چھوٹے جانوروں مثلاً چوہے چوہیوں چھپکلیوں اور چھوٹے پرندوں کو بھی شکار کرتا ہے۔ ایک صاحب لکھتے ہیں کہ یہ اُلو چمگا دڑوں کو بھی کھاتا ہے۔ اس کا خاصہ یہ ہے کہ چھپی ہوئی چمگا دڑوں کو پکڑ کر باہر نکالتا ہے اور کھا جاتا ہے اُلو کے انڈے بچے دینے کا موسم فروری سے مئی تک ہے۔ اُلو کوئی خاص گھونسلہ نہیں بناتے۔ کسی کھوکھ یا سوراخ کے اندر چند تنکے اور پر جمع کرتے ہیں۔ کبھی کبھی مکا نوں اور کھنڈرات کے سوراخوں میں بھی انڈے دیتے ہیں۔ ماویہ عموماً تین سے چھ تک ہی انڈے دیتی ہے۔ انڈوں کا رنگ بالکل سفید ہوتا ہے۔

اُلو کو ہندوستان میں بیوقوف کیوں خیال کیا جاتا ہے
 ہم نے علم طبیعیات کی کئی کتابیں اس سوال کے جواب کو
 دریافت کرنے کی خاطر دیکھی ہیں کسی کتاب میں بھی اُلو
 کی بیوقوفی پر رائے زنی نہیں گئی۔ اُلو کو غالباً اس واسطے
 بیوقوف تصور کیا جاتا ہے کہ جب کسی شخص نے کسی بھی جگہ
 دن کے وقت اُلو کو دیکھا تو اسے چپ چاپ بیٹھا ہوا یا سویا ہوا
 پایا۔ اُلو بڑی بڑی آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھتا ہے اور اس
 کے چہرے سے معلوم ہوتا ہے کہ موقع اور محل کی حقیقت
 سے بے بہرہ ہے۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ بیوقوف ہے چونکہ
 اُلو کو بے وقوف قرار دیا جاتا ہے اس لئے اکثر بے وقوف
 آدمیوں کو بھی اُلو سے ہی تشبیہ دی جاتی ہے +

سنہری کٹھ پھوڑا

THE GOLDEN WOODPECKER

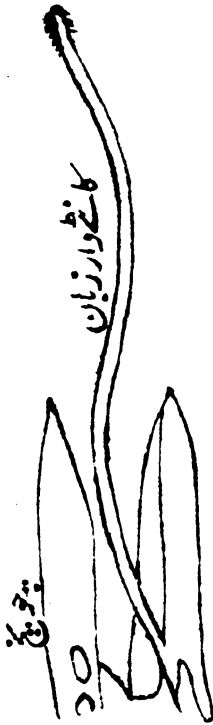
کٹھ پھوڑا اسم بامسمیٰ ہے۔ اس کے نام سے ظاہر ہے کہ یہ لکڑی (کاٹھ) کو ٹوڑتا رہتا ہے۔ کٹھ پھوڑا قد میں کبوتر جتنا ہوتا ہے۔ میدانوں میں درختوں کے تنوں کے اوپر چڑھتا ہوا دیکھا جاتا ہے۔ اس کا پرواز باقی پرندوں سے کچھ زالاہی ہے۔ فر کٹھ پھوڑے کے سر پر سرخ رنگ کی کلفی ہوتی ہے۔ گرن کے اوپر اور نیچے کے حصے سیاہ نیلے رنگ کے پہلو سفید ہوتے ہیں۔ کندھوں اور کمر کا رنگ سنہری ہوتا ہے۔ سینے کے سفید پروں پر سیاہ دھبے ہوتے ہیں۔ چونچ خاصی لمبی اور مضبوط ہوتی ہے۔ پاؤں کی دو انگلیاں آگے کی طرف اور دو پیچھے کی طرف مڑی

ہوتی ہوتی ہیں *
 کٹھ پھوڑا شوخ رنگ اور خوبصورت پرندہ ہونے کے
 سبب فوراً پہچانا جاسکتا ہے۔ سنہری کٹھ پھوڑے کے
 علاوہ پچاس سے زیادہ قسم کے اور کٹھ پھوڑے ہندوستان
 میں پائے جاتے ہیں۔ لیکن خوبصورت ہونے کے باعث
 سنہری کٹھ پھوڑا اب سے زیادہ مشہور ہے *

سنہری کٹھ پھوڑا بہت گھنے جنگل کو پسند نہیں کرتا۔
 باغات اور سڑکوں کے دورویہ اور خصوصاً پڑانے درختوں پر
 اکثر دیکھا جاتا ہے۔ ایسے درختوں میں اس کو غذا باافراط
 مل جاتی ہے * نہ اور مادہ دونوں ایک ہی درخت پر کام
 میں لگے رہتے ہیں۔ جب ایک اڑ کر دوسرے درخت
 پر جاتا ہے تو دوسرا بھی عموماً اس کے پیچھے پیچھے اڑتا ہوا
 دیکھا جاتا ہے *

آپ بڑھ چکے ہیں کہ دھیال مینا اور بڈہ وغیرہ تو اکثر
 سطح زمین سے کیڑوں کو تلاش کر کے کھاتے ہیں اور سریال
 عموماً اڑتے ہوئے کیڑوں کو پکڑ پکڑ کر کھاتی ہے۔ لیکن
 ان سب کے برعکس کٹھ پھوڑا ان کیڑوں کو کھاتا ہے جو
 درختوں کے ٹہنوں اور ٹہنیوں کی چھال کے نیچے رہتے ہیں چھال اکثر
 پھٹی ہوئی ہوتی ہے کیڑے مورخوں کے رانے چھال کے نیچے گھس جاتے

کٹھ پھوڑا اور اُس کی چونچ



ہیں۔ کٹھ پھوڑا اپنی
مضبوط چونچ کے ساتھ
پھال کو پھوڑتا ہے۔
اور کیڑوں کو نکال کر
کھا جاتا ہے۔ اس
کی چونچ اس کام
کے لئے نہایت
موزون ہے۔ جب
کیڑے کو تلاش کر
لیتا ہے تو لمبی کانٹے
دار زبان کو باہر نکالتا
ہے۔ اس یسدار
زبان کے ساتھ کیڑے
کو پکڑ کر نگل جاتا
ہے۔ اکثر کٹھ پھوڑے
کو زیادہ کھودنے کی
ضرورت نہیں ہوتی
کیونکہ جب یہ پھال
پر چونچ مارتا ہے

تو اگر کوئی کپڑا نیچے چھپا ہوا ہو تو وہ گھبرا کر باہر نکل آتا ہے اور کٹھ پھوڑا اُسے پکڑ لیتا ہے + کٹھ پھوڑا درختوں کی چھال اور لکڑی کے اندر رہنے والے کیڑوں کے علاوہ دوسرے کیڑوں کو بھی کھا جاتا ہے +

ساتھ والی تصویر میں آپ دیکھتے ہیں کہ کٹھ پھوڑے کو درخت کے عمودی تنے پر دکھایا گیا ہے - یہ تنے کی چھال کے نیچے سے کیڑے نکال رہا ہے - عمودی تنے کے اوپر بیٹھنے سے لئے کٹھ پھوڑے کے پاؤں کے ناخن خاص طور پر لمبے اور مضبوط ہیں - ان ہی کے سہارے کٹھ پھوڑا عمودی تنوں اور ٹہنوں پر بیٹھا کیڑوں کو نکالتا رہتا ہے + کٹھ پھوڑے کے بیان میں نیچے لکھی ہوئی تین باتیں یاد رکھنے کے قابل ہیں :-

۱ - کٹھ پھوڑے کی چونچ -

۲ - کٹھ پھوڑے کی زبان -

۳ - کٹھ پھوڑے کے پاؤں -

کٹھ پھوڑے کی طرز زندگی کے لئے اس کی گنتی نما چونچ کانٹوں والی لیسدار زبان اور لمبے طاقتور ناخنوں کا ہونا سخت ضروری ہے - ان کے بغیر کٹھ پھوڑا اپنی غذا کو حاصل کرنے کے ناقابل ہو جاتا ہے - کٹھ پھوڑے کی دُم

بھی اوڑ پرندوں سے مختلف ہوتی ہے۔ درختوں کے عمودی
 تنوں کے اوپر چڑھنے کے وقت اور کیڑوں کو نکلانے کے
 وقت کٹھ پھوٹا اپنی دُم سے بھی سہارا لیتا ہے +
 کٹھ پھوڑے درختوں کے تنوں میں گھونسلے بناتے
 ہیں۔ گھونسلہ بنانے کے لئے اکثر کوئی قدرتی کھوکھ تلاش کرتے
 ہیں۔ اگر قدرتی کھوکھ نہ ملے تو پھر کٹھ پھوڑے اپنی چونچ کے
 ساتھ کسی درخت کے تنے میں کھوکھ بنا لیتے ہیں۔ کھوکھ
 بنانے کے وقت دونوں ز اور مادہ باری باری لکڑی کو کھونٹتے
 ہیں۔ یہ کھوکھ عامی گہری ہوتی ہے۔ ایسے گھونسلے کے دروازے
 کا قطر تین انچ ہوتا ہے۔ گہرائی مختلف ہوتی ہے۔ مادہ
 فردری سے جولائی تک انڈے دیتی ہے۔ اس کے انڈوں
 کی تعداد عموماً تین ہوتی ہے۔ ان کا رنگ سفید ہوتا ہے +

کریدنے والے پرندے

کریدنے والے پرندوں کی بہت سی قسمیں ہیں۔ آپ مرغی کو اچھی طرح سے جانتے ہیں۔ مرغی کریدنے والے پرندوں میں سے ہے۔ مرغی کو انسان کئی صدیوں سے پال رہا ہے۔ مرغی کے علاوہ مور تیتھر چکور بٹیر وغیرہ اسی خاندان سے ہیں ان کریدنے والے پرندوں میں آپس میں بہت سے اختلافات ہیں۔ مور کی دُم کے پردیکھئے کیسے لمبے لمبے ہوتے ہیں۔ لیکن بٹیر کی دُم کے پردے ایسے چھوٹے ہوتے ہیں کہ دُم دکھائی ہی نہیں دیتی۔ مور کے سر کے اوپر پروں کی کھنٹی ہوتی ہے تو مرغی کے سر کے اوپر سرخ گوشت کی کھنٹی پائی جاتی ہے۔ اور بٹیر اور تیتھر کے سر پر کھنٹی ہوتی

ہی نہیں • بٹیر اور تیتیر کی پوشش بھی کیسی نرمی ہے۔ جا بجا
 دھتے اور دھاریاں کیسی خوشنما معلوم ہوتی ہیں۔ نر اور مادہ
 تینز اور بٹیر کی پوشش میں کوئی خاص فرق نہیں ہوتا۔ مرنے
 اور مور کی پوشش دیکھئے رنگارنگ کے پروں سے بنی
 ہوتی ہے۔ چند ہی اور پرندے ایسے لباس میں ملبوس نظر
 آتے ہیں۔ مرغی اور مور کی کا لباس ایسا شوخ رنگ نہیں
 ہوتا۔ آپ نے مور کو ناچتے ہوئے دیکھا ہوگا۔ اس کی
 آن بان کے ساتھ اڈر کو نسا پرندہ مقابلہ کر سکتا ہے۔ ناچتا
 ہوا مور خود بھی مست ہو جاتا ہے۔ اور دیکھنے والے بھی مت
 ہو جاتے ہیں •

کریدنے والے پرندوں کی ٹانگیں اور پاؤں اور ناخن
 بہت مضبوط ہوتے ہیں۔ ان کی ٹانگوں پر خاریں ہوتی
 ہیں۔ بچپن سے ہی نر آپس میں لڑتا شروع کرتے ہیں۔
 جو ان ہونے پر تو اس لڑائی کی حد ہی نہیں رہتی۔ یہ لڑائی
 دراصل نر پرندوں میں مادہ پرندوں کو حاصل کرنے کی خاطر
 ہوتی ہے •

کریدنے والے پرندوں میں عموماً مادہ ہی اکیلی انڈوں
 کو ہنتی ہے اور اکیلی ہی بچوں کو پالتی ہے۔ نر بچوں کی
 کچھ پرواہ نہیں کرتے۔ ماں بٹیر کا رویہ باقیوں سے مختلف ہے

مادہ بئیر انڈے دینے کے بعد بھاگ جاتی ہے۔ نر اکیلا
 انڈوں کو سہتا ہے۔ اور بچوں کو پالتا ہے۔ کریدنے والے
 پرندوں کے بچے انڈوں سے نکلنے ہی دوڑنا کو ونا شروع
 کرتے ہیں۔ ان کے جسم نہیں نہیں پروں سے ڈھکے ہوتے
 ہیں۔ مادہ ان کو ساتھ ساتھ لیے پھرتی ہے۔ مادہ ان کو
 کھانے کی چیزیں تلاش کر کے دکھا دیتی ہے۔ لیکن اور پرندوں
 کی طرح کھانے کی چیزوں کو اٹھا کر بچوں کے منہ میں نہیں
 ڈالتی۔ بچے خود بخود ان کھانے کی چیزوں کو زمین سے چونچ
 سے اٹھا لیتے ہیں۔ اگر مرغی کو بھی دوسرے پرندوں کی طرح
 ہر ایک بچے کے منہ میں غذا ڈالنی پڑتی تو مرغی اتنے بچوں کو
 پال نہ سکتی۔ اس بات کو انسان نے صدیاں ہوئیں بھانپ
 لیا تھا۔ انسان نے دیکھا کہ مرغی اور پرندوں سے زیادہ
 انڈے دیتی ہے اور کئی بچوں کو پال سکتی ہے۔ دوسری قسم
 کے پرندے ایک یا دو بچے ہی پال سکتے ہیں۔ اسی بات کو
 تہ نظر رکھتے ہوئے انسان نے مرغی کو پالنا شروع کیا تھا۔
 کریدنے والے پرندوں کی آواز سہیلی نہیں ہوتی۔ ان
 کے بولنے کے اعضا اور پرندوں سے کچھ مختلف ہوتے ہیں
 اس لئے یہ صرف گڑ گڑ ہی کر سکتے ہیں۔ ان مرغی کی آواز
 نکال سکتا ہے۔ اس کی لمبی آواز کو بانگ کہتے ہیں۔

کریدنے والے پرندے انسان کے حق میں بہت مفید ہیں۔ کیونکہ ان کے سوا اور کوئی پرندے انسان کے کھانے کے لئے اتنے انڈے اور گوشت بہم نہیں پہنچاتے آپ نے سونے کے انڈے دینے والی مرغی کی روایت سنی ہوگی۔ ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ روایت کہاں تک لفظ بلفظ سچ ہے۔ لیکن صداقت تو یہ ہے کہ ہر ایک مرغی دراصل سونے کے انڈے دیتی ہے۔

آپ نے میاں شیخ چلی کی کہانی بھی سنی ہوگی۔ میاں شیخ چلی کسی کا بوجھ اٹھائے جا رہے تھے۔ دو پیسے مزدوری کی امید تھی۔ میاں شیخ چلی نے سوچا کہ دو پیسے کی مرغی لینے۔ مرغی آنگا دے گی۔ انڈوں سے بچے برآمد کرائیں گے چوزوں کو پالیں گے تو اور مرغیاں مرغ بن جائیں گے۔ ان کو بیچ بیچ کر پیسے اکٹھے کریں گے جب کافی اثاثہ ہو جائے گا تو بکری خرید کریں گے۔ وغیرہ وغیرہ۔۔۔ مرغیاں پالنا بڑا فائدہ مند کام ہے۔ ہمارے ملک میں یہ کام بھی تک لوگوں نے اچھی طرح شروع نہیں کیا۔ گورنمنٹ نے یہ کام سکھانے کے لئے ایک دو جگہ سکول جاری کر رکھے ہیں۔ ہمارے نوجوانوں کو چاہئے کہ اس کام کی طرف توجہ دیں۔

لے کہانی بہت پُرانی ہے۔ ان دنوں مرغی دو پیسے کو ہی ملتی ہوگی۔



THE QUAIL

ہندوستان میں کئی قسم کے بٹیر پائے جاتے ہیں۔ کچھ بٹیر تو سارا سال ہی ہندوستان میں رہتے ہیں۔ لیکن کچھ ایسے ہیں جو نقل مکان کرتے رہتے ہیں۔ ایسے بہت سے بٹیر اگست ستمبر کے دنوں پنجاب میں پہنچتے ہیں۔ بٹیروں کو لوگ لڑانے کے لئے پالتے ہیں۔ آپ نے اکثر دیکھا ہوگا کہ لوگ بٹیر کو ماتھوں میں لئے پھرتے ہیں۔ بٹیر کی شکل گیند نما ہوتی ہے۔ اور اس کا حجم کرکٹ کے گیند کے قریب قریب ہی ہوتا ہے۔ اس کی اُوم بہت ہی چھوٹی سی ہوتی ہے۔ اس کے پاؤں کی صرف اگلی تین انگلیاں ہی ہوتی ہیں۔ پچھلی اگلی نہیں ہوتی۔ بٹیر کی

ٹانگوں پر ٹرغ جیسے خار نہیں ہوتے +

بٹیر گھروں کے کھیتوں میں رہتے ہیں۔ یہ زیادہ جنگل اور پہاڑی علاقوں کو پسند نہیں کرتے۔ لمبے لمبے گھاس اور اناج کے کھیت ان کو خوب بھاتے ہیں۔ جن دنوں بٹیر بہت ہوتے ہیں ان دنوں شکاری لوگ انہیں جال سے پکڑتے ہیں۔ کھیت کے آس پاس رات کو جال لگا دیتے ہیں۔ اس کے اندر ایک طرف چند پالتو بٹیروں کے پنجرے لٹکا دیتے ہیں۔ یہ پالتو بٹیر بولنا شروع کرتے ہیں۔ آس پاس کے کھیت کے بٹیر اس آواز کو سن کر پالتو بٹیروں کی طرف اڑتے ہیں اور جال میں پھنس جاتے ہیں۔ بٹیر پکڑنے والے ان کو شہروں میں لاکریج دیتے ہیں۔ بٹیر کا گوشت اچھا لذیذ خیال کیا جاتا ہے +

بٹیر چھوٹے چھوٹے اناج کھاتے ہیں۔ ان کے علاوہ ننھے ننھے کبڑے اور سنڈیاں بھی کھالیتے ہیں۔ لیکن یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ بٹیر ہمیشہ زمین سے دانہ یا کبڑے چگتے ہیں۔ بٹیر اپنی ساری زندگی زمین پر ہی بسر کرتے ہیں۔ درختوں کی ٹہنیوں پر بالکل نہیں بیٹھتے۔ اور نہ ہی کبھی درختوں میں رہتے ہیں +

مادہ بٹیر نر سے زیادہ چست و چالاک ہوتی ہے اس کا

تد بھی ز سے قدرے بڑا ہوتا ہے۔ اس لئے خانگی امور
 میں مادہ ز پر حاوی ہوتی ہے۔ انڈے دینے کے بعد
 مادہ اپنے شوہر اور انڈوں کو چھوڑ کر بھاگ جاتی ہے شوہر
 ان انڈوں کو سہہ کر بچے نکالتا ہے اور بچوں کو پالتا پوستا
 ہے۔ مادہ کسی اور نر کے ساتھ رہنا شروع کرتی ہے۔ اور پھر
 انڈے دے کر بھاگ جاتی ہے + بیٹر ہمیشہ سطح زمین پر
 ہی گھولنے بناتے ہیں۔ مادہ تین سے دس بارہ تک اندہ
 دیتی ہے۔ ان کا رنگ زردی یا سرخی مائل ہوتا ہے +

تیتیر

THE PARTRIDGE

تیتیر دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک سیاہ دوسرا سفید یا بھوسلا۔ اول الذکر کارنگ سیاہ ہوتا ہے۔ اس کے جسم پر سفید دھبے اور دھاریاں ہوتی۔ ان دھاریوں اور دھبوں کے سبب یہ تیتیر بڑا خوبصورت دکھائی دیتا ہے۔ نہ کی چونچ سیاہ لیکن مادہ کی بھوسلی سی ہوتی ہے۔ اس کی ٹانگوں کارنگ سُرخ مائل بھوسلا ہوتا ہے۔ انڈے پکے دینے کے موسم میں ٹانگوں کارنگ نارنجی سا ہو جاتا ہے۔ بھوسلے تیتیر کے جسم پر بھی سفید دھبے اور چھوٹی چھوٹی دھاریاں ہوتی ہیں۔ اس کی ٹانگیں سُرخ سی ہوتی ہیں۔ شکاری دونوں قسم کے تیتروں کا شکار کرتے ہیں۔

سیاہ تینتر شمالی ہندوستان کے میدانون میں عام پایا جاتا ہے۔ اکثر دریاؤں کے کنارے جنگلوں میں ملتا ہے۔ لمبے لمبے گھاس اور جھاڑیوں میں رہنا پسند کرتا ہے۔ شکاری کچھ آدمیوں کی مدد سے تینتروں کو تلاش کرتے ہیں۔ جب یہ زمین سے اڑتے ہیں تو پھر ان کو بندوق سے مارتے ہیں۔ جنگل میں جب ان کو ڈرایا جائے تو سب اکٹھے نہیں اڑتے۔ ایک ایک دو دو کر کے اڑتے ہیں۔ شکاریوں کے حق میں تینتر دلی کی یہ عادت نہایت مفید ہے۔ شکاری ہر ایک کو نشانہ لگا سکتے ہیں۔ تینتر کا گوشت خشک سا ہوتا ہے۔

کئی شوقین تینتر کو پالتے ہیں۔ تینتر صبح سویرے نہایت جوش سے بولنا شروع کرتا ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ تینتر "سبحان تیری قدرت" کہتا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ تینتر کہتا ہے "تھوڑے میری تینتری" اور بعض کہتے ہیں کہ تینتر "کہسن پیاز اورک" کہتا ہے۔

تینتر اکثر اناج بیج سبز ترکاریاں لیکن کبھی کبھی کیرے کوٹے بھی کھاتا ہے۔

بھوسلا تینتر گھنے جنگل اور دلدلی زمین کو پسند نہیں کرتا جس جنگل میں چھوٹی چھوٹی جھاڑیاں ہوں وہاں عام ملتا ہے۔ تینتر اکثر چھوٹے چھوٹے گرد ہوں میں رہتے ہیں۔ شکاری ان

کا بھی شکار کرتے ہیں۔ تقاب کرنے پر یہ بہت تیز دوڑنا شروع کرتے ہیں۔ اور جہاں کوئی آڑ مل جائے وہاں ہی چھپ جاتے ہیں۔ اگر آڑیں تو خوب تیزی سے اڑتے ہیں۔ لیکن بہت دوزنک نہیں اڑتے۔ شوقین لوگ اس تیتزر کو بھی پالتے ہیں *۔

دونوں قسم کے تیتزر زمین کے اوپر پتھروں کے نیچے یا کسی جھاڑی کی آڑ میں گھولسلہ بناتے ہیں۔ دراصل ان کا گھولسلہ عام پرندوں کے گھولسلے جیسا نہیں ہوتا۔ انڈے دینے کے ایام میں مادہ کوئی محفوظ جگہ تلاش کر لیتی ہے اور وہاں اکثر تنکے یا پتے وغیرہ جمع کر کے بیٹھنے لگتی ہے۔ مادہ صرف چھ سات انڈے دیتی ہے۔ سیاہ تیتزر کے انڈوں کا رنگ سبزی مائل بھوسلا سا ہوتا ہے۔ لیکن بھوسلے تیتزر کے انڈوں کا رنگ سفید زردی مائل ہوتا ہے *۔

چکور

THE CHUKOR

چکور شمال مغربی ہندوستان میں پایا جاتا ہے۔ کھیڑے کی پہاڑیوں سے لے کر ہمالیہ پہاڑ تک ملتا ہے۔ ہمالیہ پہاڑ میں دس پندرہ ہزار فٹ کی بلندی تک پایا جاتا ہے۔ چکور ایسے پہاڑی علاقوں کو کہتے ہیں جہاں درخت نہ ہوں شمال مغربی سرحدی صوبے کی گرم اور ویران پہاڑیوں میں بہت سے چکور رہتے ہیں۔ سرحد کی خشک پہاڑیوں کے علاوہ ہمالیہ کی ایسی گرم وادیوں میں جہاں رسوخت جیسی چھوٹی چھوٹی جھاڑیاں ہوں چکور بکثرت ملتے ہیں۔ زیادہ بارش اور کھنے جنگل انہیں غیر موافق ہیں۔ چونکہ چکور نہایت خشک اور گرم وادیوں میں رہتے ہیں جہاں نباتات بہت

کم ہوتی ہے اس لئے عام لوگ خیال کرتے ہیں کہ چکوروں
 کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کھا کر جیتے ہیں +
 چکوروں کا گروہ بنا کر رہتے ہیں اور اکٹھے ہی گھومتے ہیں
 جب انڈے بچے دینے کا موسم قریب آتا ہے تو جوڑے
 جوڑے الگ ہو جاتے ہیں۔ جاڑے کا موسم آ جائے تو پھر
 پچاس پچاس کی ٹولیوں میں رہنا شروع کرتے ہیں۔ چکوروں
 اپنا سارا وقت زمین پر ہی صرف کرتے ہیں۔ اگر چکوروں
 کے گروہ کا تعاقب کیا جائے تو اڑنے سے پیشتر دوڑنا
 شروع کرتے ہیں۔ لیکن جب اڑیں تو ان کا پرواز کافی
 تیز ہوتا ہے + کئی لوگ کبھی کبھی چکوروں کا شکار کرتے ہیں +
 چکوروں اناج بیج اور جڑوں کے علاوہ پودوں کی تنہی تنہی
 سبز کوئلیں بھی کھاتے ہیں۔ کیڑوں اور سنڈیوں کو بھی نہیں
 چھوڑتے +

چکوروں ہر سال اپریل سے اگست تک انڈے بچے دیتے
 ہیں۔ انڈے دینے کے لئے زمین پر ہی یا کسی جھاڑی یا
 پتھر کے نیچے جگہ بناتے ہیں۔ اس میں تنکے یا پتے وغیرہ جمع
 کر کے معمولی سا گھونسلہ بناتے ہیں۔ مادہ آٹھ دس انڈے
 دیتی ہے۔ انڈوں کا رنگ زرد می مائل ہوتا ہے۔ ان
 کے اوپر سُرخ می مائل دھبے ہوتے ہیں۔ بہت سے پہاڑی

لوگ چکوروں کے گھونسلے تلاش کر کے ان کے انڈے
 نکال لاتے ہیں اور انڈوں کو کھاتے ہیں۔
 بعض لوگ اپنے گھروں میں چکور کو پالتے ہیں ایسے
 لوگوں کا خیال ہے کہ چکور کا گھر میں ہونا ایک نیک شگون
 ہے +

پرنندوں کا نقل مکان کرنا

شمالی کڑھ ارض کے کئی پرنندے موسم کے تغیر و تبدل کے ساتھ ایک ملک یا ایک علاقے کو چھوڑ کر دوسرے ملک یا دوسرے علاقے میں چلے جاتے ہیں۔ اس نقل و حرکت کو مطالعہ کرنے کے لئے پرنندوں کے دلدادہ بڑی کوشش کر رہے ہیں۔

پنجاب کے سب پرنندوں کو چار جماعتوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:-

اول وہ پرنندے جو پنجاب میں موسم گرما کے شروع میں آتے ہیں اور موسم سرما کے آغاز سے پیشتر ہی چلے جاتے ہیں۔ مثلاً ہریال۔ کوئل۔ پیلیک وغیرہ۔

دوم وہ پرندے جو پنجاب میں موسم سرما میں آتے ہیں اور موسم گرما کے آنے سے پیشتر ہی چلے جاتے ہیں۔ مثلاً تلیر۔ دھوبن مرغابی بٹیر وغیرہ +

سوم وہ پرندے جو سارا سال ہی پنجاب میں رہتے ہیں مثلاً کوا چڑیا۔ طوطا بینا وغیرہ +

چہارم نقل مکان کرنے والے پرندوں میں سے کچھ پرندے پنجاب میں ہی رہ جاتے ہیں۔ وہ اپنے ہمراہیوں کے ساتھ نہیں جاتے۔ مثلاً کچھ بٹیر یہاں ہی رہ جاتے ہیں اور پنجاب میں بود و باش اختیار کرتے ہیں +

گواہان نقل مکان کرنے والے پرندوں کی حرکات ابھی تک ٹھیک ٹھیک دریافت نہیں ہوئیں لیکن یہ بات معلوم ہو چکی ہے کہ جو جو پرندے موسم سرما پنجاب میں آکر گزرتے ہیں وہ گرمیوں کے آنے پر پنجاب کے شمالی ٹھنڈے ملکوں کو چلے جاتے ہیں۔ یہ پرندے ان ٹھنڈے ملکوں میں ہی انڈے بچے دیتے ہیں۔ مثلاً تلیر مرغابی وغیرہ۔ جو پرندے موسم گرما پنجاب میں گزارتے ہیں وہ موسم سرما کے آنے پر پنجاب کے جنوب کی طرف گرم علاقوں کو چلے جاتے ہیں۔ مثلاً کوئل۔ یہ پرندے پنجاب میں انڈے بچے دیتے ہیں۔

یہ دیکھا گیا ہے کہ نقل مکان کرنے والے پرندے پابند سے وقت کے ساتھ ہر سال ایک علاقے کو چھوڑ کر دوسرے علاقے میں جا پہنچتے ہیں۔ ہاں ان کو موسم کا لحاظ ضرور کرنا ہوتا ہے۔ آپ یہ پڑھ کر شائد حیران ہونگے کہ جس ملک میں ایسے پرندے انڈے بچے دیتے ہوں وہاں آنے پر ہر سال پچھلے سال والا گھونسلہ پھر مرت کر کے آباد کرتے ہیں۔ اور یہ سلسلہ اکثر کئی سالوں تک تاجبات جاری رکھتے ہیں۔

نقل مکان کرنے والے پرندوں کا راستہ سال بسال وہی رہتا ہے۔ ان کے راستوں کا پتہ لگانے کا یہ طریقہ ہے کہ ایلومینیم (ALUMINIUM) دھات کی ہلکی ہلکی کڑیاں سی بنائی جاتی ہیں۔ ان کے اوپر تاریخ مقام اور پہنانے والے کا پورا پتہ کندہ کیا جاتا ہے۔ چند پرندوں کو پکڑ کر ان کے پاؤں میں یہ کڑیاں پہنا دی جاتی ہیں اور پرندوں کو چھوڑ دیا جاتا ہے۔ یہ کڑیاں ہلکی ہونے کے سبب پرندوں کو اڑنے اور چلنے میں تکلیف نہیں دیتیں۔ جس ملک میں ان پرندوں کے پہنچنے کی توقع ہوتی ہے کڑیاں پہنانے والا شخص اس ملک کے چند دوستوں کو چٹھیوں کے ذریعے آگاہ کر دیتا ہے۔ وہ

کڑیلوں والے پرندوں کی کھوج میں رہتے ہیں۔ جہاں کوئی ایسا پرندہ نظر آئے اُسے پکڑ لیتے ہیں۔ اور اُس کے پاؤں سے کڑی اُتار کر اس پر یہ لکھ کر یہ کڑی کہاں اور کس دن دستیاب ہوئی کڑیاں پہنانے والے کو واپس کر دیتے ہیں۔ اس طریقے سے پرندوں کی نقل و حرکت اور اُن کے راستے کا پتہ لگ جاتا ہے +

یہ سوال کہ نقل مکان کرنے والے پرندے سمندروں کے اُوپر سے سفر کرتے ہوئے کتنی بلندی پر اُڑتے ہیں ابھی تک ٹھیک طور پر حل نہیں ہو سکا۔ اُوچائی معلوم کرنے کے لئے ہوائی جہازوں سے مدد لی جاتی ہے۔ قیاس ہے کہ بہت سے پرندے سطح سمندر سے تین چار ہزار فٹ کی بلندی پر ہی اُڑتے ہیں۔ صرف دو اقسام کے پرندے سات ہزار فٹ کی بلندی تک اُڑتے ہوئے دیکھے گئے ہیں +

نقل مکان کرنے والے پرندوں کی اُڑنے کی رفتار کے متعلق بڑے بڑے مبالغہ آمیز قصے مشہور ہیں۔ رفتار معلوم کرنے کے لئے ہوا کے رخ کو مد نظر رکھنا سخت ضروری ہے۔ اگر ہوا موافق ہو تو پرندے تیز رفتار سے اُڑ سکتے ہیں اگر ہوا مخالف ہو تو رفتار بہت کم ہو جاتی ہے۔ ایک صاحب نے مفصلہ ذیل اوصافیں نکالی ہیں :-

۱۔ کوچ
۲۔ تیلر

۳۰ میل فی گھنٹہ
۴۹ میل فی گھنٹہ

ان لمبے لمبے سفروں کے دوران میں جو پرندے قطار سے دائیں بائیں ہو جاتے ہیں یا پیچھے رہ جاتے ہیں وہ بچارے اکثر بھوک پیاس یا سردی کے باعث مر جاتے ہیں۔ لیکن ان مشکلات کے باوجود بہت سے پرندے ہر سال صحیح سلامت منزل مقصود پر پہنچتے ہیں۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ پرندے راستہ کیسے معلوم کرتے ہیں۔ اس سوال کے جواب میں بہت سی دلیلیں پیش کی گئی ہیں لیکن تاحال اس سوال کا خاطر خواہ حل معلوم نہیں ہوا۔

۱۔ بعض حضرات کا خیال ہے کہ یہ پرندے سطح زمین کے دریاؤں پہاڑوں اور سمندر کے ساحل اور جزیروں وغیرہ کو یاد رکھتے ہیں۔ چونکہ پرندوں کی نظر بہت تیز ہوتی ہے اس لئے غیر اغلب نہیں کہ پرندے ان نشانات کی مدد سے راستہ یاد رکھتے ہوں۔ اس دلیل کے برخلاف یہ بات ہے کہ بہت سے نقل مکان کرنے والے پرندے رات کو سفر کرتے ہیں اس لئے نیچے ادھر بہت کم دکھائی دیتا ہے۔ اس دلیل کا جواب یہ ہے کہ نقل مکان کرتے وقت پرندے عموماً چاندنی رات کو سفر کرتے ہیں اور اس لئے

انہیں نیچے اوپر دکھائی دیتا رہتا ہے + ایک اور رکاوٹ یہ ہے کہ پرندوں کو اکثر سینکڑوں میل سطح سمندر کے اوپر سے گزرنا پڑتا ہے جہاں سے ماحول دکھائی نہیں دیتا اور نہ ہی کوئی جذبہ نظر آتے ہیں۔ اس حالت میں پرندے راستہ کیسے دریافت کرتے ہیں تا حال معلوم نہیں ہو سکا +

۲۔ بعض حضرات کا خیال ہے کہ پشت در پشت کا تجربہ پرندوں کو اس قابل بناتا ہے کہ وہ کسی کے بتانے کے بغیر ہی راستہ معلوم کر لیتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح مرغابی کا بچہ ماں کے سکھانے کے بغیر ہی تیرنا جانتا ہے اسی طرح سے اس کو کسی کے بتانے یا دکھانے کے بغیر ہی اپنے بزرگوں کا راستہ بھی آ جاتا ہے +

۳۔ بعض اصحاب کا خیال ہے کہ جو پرندے چند سال تک ایک خاص راستے کو طے کر چکے ہوں وہ پھر رہنما بن جاتے ہیں۔ اس دلیل کے برخلاف یہ رکاوٹ ہے کہ بعض نو عمر بچے اکیلے ہی مسافت طے کر لیتے ہیں۔ یہ امر واقع ہے کہ انگلستان میں کوئل دوسرے پرندوں کے گھونسلوں میں انڈے دیتی ہے۔ نو عمر کوئلوں کو چھپے چھوڑ کر سب کو ٹلیں انگلستان سے جنوب کی راہ لیتی ہیں۔ یہ بچے اکیلے ہی ہجرت کرتے ہیں اور ماں باپ کے پاس پہنچ جاتے ہیں +

۴۔ بعض ماہرین کا قیاس ہے کہ ان پرندوں کو سمیت کے متعلق خاص احساس ہے۔ اس بات کو پایۂ ثبوت تک پہنچانے کے لئے پروفیسر واٹسن (PROF. WATSON) اور ڈاکٹر لیشلی (DR. LASHLEY) نے کئی تجربات کئے ہیں۔ انہوں نے چند پرندوں کو پکڑ کر بند ٹوکریوں میں ڈال کر آٹھ سو میل کے فاصلے پر لے جا کر چھوڑ دیا۔ اس فاصلے سے کچھ پرندے چھ دن کے بعد اور کچھ بارہ دن کے بعد اپنے گھر واپس پہنچ گئے اور کچھ لاپتہ رہے۔ ایک اور تجربے میں آٹھ پرندوں کو بند کر کے جہاز میں لے جا کر چار سو اکیس میل (۴۱۱) کے فاصلے پر سمندر میں چھوڑ دیا گیا۔ اس جگہ سے سمندر کا ساحل بالکل دکھائی نہیں دیتا تھا۔ جب ان پرندوں کو آزاد کیا گیا تو سب کے سب گھر کی سمت میں اڑنے لگے۔ ہوا ان کے مخالف تھی لیکن پھر بھی دو پرندے صحیح سلامت واپس پہنچ گئے۔ ایسے تجربات سے پروفیسر اور ڈاکٹر موصوف نے ثابت کر دیا ہے کہ پرندے کسی طرح کے سدھانے کے بغیر آٹھ سو سے ہزار میل کی مسافت بے نشان سطح سمندر کے اوپر طے کرنے کے بعد واپس گھر آجاتے ہیں۔

ان نقل مکان کرنے والے پرندوں کے متعلق یہ بھی

سوال ہے کہ اس نقل مکان کے رواج کا آغاز کیسے ہوا؟ ایسے
 پرندے سال کا کچھ حصہ تو شمالی سرد علاقوں میں رہتے ہیں۔
 ایسے پرندے انڈے بچے ہمیشہ ہی شمالی زیادہ سرد علاقوں
 میں دیتے ہیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ یہ پرندے کسی
 قدیم زمانے میں سارا سال ہی شمالی علاقوں میں گزارا کرتے
 تھے۔ لیکن جماداتی تغیر و تبدل کی وجہ سے ان علاقوں کی
 آب و ہوا زیادہ سرد ہو گئی اور موسم سرما میں ان پرندوں
 کے لئے وہاں رہنا مشکل ہو گیا۔ سردی اور برف سے
 کیڑے مکوڑے مر گئے اور نباتی غذا بھی حاصل نہ ہونے
 کے باعث پرندوں کو موت کا سامنا ہوا۔ موت سے بچنے
 کے لئے پرندوں نے جنوبی گرم علاقوں کی راہ لی۔ یہاں کچھ
 دن گزارے۔ جب یہاں گرمی کی شدت نے ستایا تو پرنے
 شمالی علاقوں کی طرف لوٹنے کیا۔ قیاس ہے کہ اس طرح نقل
 مکان کرنے کے رواج کا آغاز ہوا۔

وہ پرندے جو موسم گرما میں پنجاب کے میدانوں میں آتے ہیں

سردیوں کے خاتمے پر پنجاب میں موسم بہار آتا ہے
کئی اضلاع میں تو موسم بہار لمبا ہوتا ہے۔ لیکن بعض اضلاع
میں سردیوں کے تقوڑے ہی دن بعد کڑا کے کی گرمی شروع
ہو جاتی ہے اور موسم بہار صرف چند ہی خوشگوار دنوں تک
محدود رہتا ہے۔ چند ایسے پرندے ہیں جو پنجاب میں صرف
موسم بہار اور موسم گرما میں ہی ملتے ہیں۔ اس کے بعد
موسم سرما کے آنے سے پیشتر ہی رفق چکڑ ہو جاتے ہیں
جب گرمی شروع ہوتی ہے تو انسان گھبراتا ہے اور جو

حضرات گرمی برداشت نہیں کر سکتے وہ پہاڑی مقامات پر جا کر ڈیرے جاتے ہیں۔ انہی دنوں بعض نہایت ہی خوبصورت پرندے پنجاب میں آتے ہیں۔ مگر گھولنے بناتے ہیں۔ انڈے دیتے ہیں اور اپنے بچوں کو پالتے ہیں +

ان پرندوں میں سے ہریال سب سے پہلے وارد ہوتی ہے۔ ہریالیں برقی تاروں پر بیٹھی ہوئی دیکھی جاتی ہیں۔ انہیں شاید خیال ہے کہ برقی تاریں ان کی خاطر ہی لٹائی جاتی ہیں۔ ہریال کی شناخت کے لئے اس کا حلیہ ہم ایک پچھلے باب میں بیان کر چکے ہیں۔ اس کا رنگ سبز اس کی دم کے دو درمیانی پر سیاہ اور بہت لمبے ہوتے ہیں۔ ہریال کی دو قسمیں پنجاب میں مارچ کے پہلے یا دوسرے ہفتے تک پہنچ جاتی ہیں۔ پہنچنے کے تھوڑے ہی دن بعد ہریالیں اپنے گھولنے بنانے شروع کرتی ہیں۔ لاہور میں ٹارنس گارڈن کے خشک ٹیلوں میں ان کے کئی گھولنے دیکھے جاسکتے ہیں +

ہریالوں کے تھوڑے ہی دن بعد شگ خورے بھی آموچہ ہوتے ہیں۔ آپ شگ خورے کا بیان پڑھ چکے ہیں یہ پرندے بھی پنجاب میں ہی گھولنے بناتے ہیں۔ اگر احتیاط سے

جستجو کی جائے تو ان کے گھونسلے پنجاب میں ہر ایک باغ کے اندر دستیاب ہو سکتے ہیں +

کوئل بھی موسم گرما میں ہی پنجاب کو آتی ہے۔ اس کی دلکش آواز سے سب لوگ واقف ہیں۔ درختوں کی ٹہنیوں میں بیٹھی ہوئی کوئلیں باری باری کوئل کوئل کرتی ہیں۔ کوئی باغ ان سے خالی نہیں رہتا۔ کوئلیں علی الصبح ہی اپنا راگ شروع کر دیتی ہیں۔ آپ پڑھ چکے ہیں کہ کوئل اپنے لئے کوئی گھونسلہ نہیں بناتی۔ یہ کوئلے کے گھونسلے میں انڈے دیتی ہے۔ جب انڈوں سے بچے نکلنے ہیں تو کوئلے ہی ان کو پالتے ہیں +

ایک اور نہایت ہی خوشنما پرندہ اسی موسم میں پنجاب کو آتا ہے۔ اسے پیلک کہتے ہیں۔ پیلک اپنا سارا وقت درختوں میں ہی گزارتے ہیں۔ اسی لئے یہ بہت کم دیکھنے میں آتے ہیں۔ پیلک آم کے درختوں کو بہت پسند کرتے ہیں۔ پیلک کا گھونسلہ بھی نہایت حیرت انگیز ہوتا ہے۔ دشمنوں سے بچنے کے لئے پیلک اپنا گھونسلہ اکثر جھاپل کے گھونسلے کے نیچے بناتی ہے +

ایک قسم کی ناختمہ بھی موسم گرما کو گزارنے کے لئے پنجاب میں آتی ہے۔ نرادر مادہ دونوں کے گلے میں سیاہ کٹھنی دکھائی

دینی ہے +

ان پرندوں کے علاوہ دو یا تین قسم کے اور پرندے
 بھی پنجاب میں موسم گرما میں ہی دیکھے جاتے ہیں +
 موسم سرما کے آنے سے پیشتر ہی یہ سب پرندے
 پنجاب کو الوداع کہتے ہیں - ان میں سے شکر خورے سب
 سے پہلے اور کوٹلیں سب سے پیچھے جاتی ہیں +

وہ پرندے جو موسم سرما میں پنجاب کو آتے ہیں

کچھ پرندے ایسے بھی ہیں جو موسم سرما صرف کرنے
کے لئے پنجاب میں آتے ہیں۔ جب موسم گرما صرف کر نوالے
پرندے چلے جاتے ہیں تو موسم سرما والے آ موجود ہوتے
ہیں۔ ان میں سے تلیر یا گلانی مینا سب سے پہلے آتی
ہیں۔ تلیر کے سر پر ایک چھوٹی سی کلنی ہوتی ہے۔ اس
کا سر گردن باز و اور دم سیاہ ہوتے ہیں۔ باقی جسم کا رنگ
گلانی ہوتا ہے۔ مادہ پرندوں اور بچوں کا رنگ ایسا شوخ
نہیں ہوتا۔ تلیر ماہ جولائی میں لاہور پہنچ جاتے ہیں۔ اور

اوپر تک رہتے ہیں۔ قیاس ہے کہ تلیر موسم گرما میں ایشیائی
کوچک (ASIA MINOR) کو چلے جاتے ہیں۔ یہ وہاں
ہی انڈے بچے دیتے۔ تلیروں کے جھنڈ موسم بہار میں ہی
دیکھے جاتے ہیں۔ درختوں میں بیٹھے ہوئے سب یکایک
بول اُٹھتے ہیں اور خوب شور مچاتے ہیں۔ ان کے جھنڈ
موسم بہار میں اس لئے دیکھنے میں آتے ہیں کہ سب تلیر
پنجاب سے رخصت ہونے سے پہلے اکٹھے ہوتے ہیں۔
فکار یوں کے لئے یہ نہایت نا درموقع ہوتا ہے۔ اگر
درخت کے اوپر بہت سے تلیر بیٹھے ہوئے ہوں تو ایک
ہی دفعہ بندوق چلانے سے کئی تلیر گر پڑتے ہیں۔ ان کا
گوشت بہت لذیذ ہوتا ہے +

گلابی تلیر کے علاوہ کئی اور قسم کے تلیر بھی پنجاب میں
آتے ہیں۔ ان کا رنگ اوپر والے تلیر سے مختلف ہوتا
ہے۔ لیکن سب کے جسم پر سفید دھبے ہوتے ہیں۔ یہ بھی
سب مل جل کر اکٹھے ہی رہتے ہیں اور ان کے جھنڈ کے
جھنڈ درختوں پر دیکھے جاتے ہیں۔ شکاری ان کو بھی شکار
کرتے ہیں +

بٹیر اگست اور ستمبر کے مہینوں میں لاہور پہنچ جاتے
ہیں۔ بٹیر اکثر رات کے وقت چاند کی چاندنی میں اُڑتے ہیں

کچھ بٹیر سارا سال ہی پنجاب میں رہتے ہیں۔ غالباً یہ
 کشکاریوں کے ہاتھوں زخمی ہو چکے ہوتے ہیں۔ اور دور
 دراز تک جڑنے کے قابل نہیں ہوتے۔ جو بٹیر یہاں رہ
 جاتے ہیں وہ یہاں ہی انڈے بچے دیتے ہیں۔ اس لئے
 بعض ماہروں کا خیال ہے کہ بٹیر کے لئے دوسرے ملکوں
 کو چلے جانا ضروری نہیں لیکن بٹیر عادت سے مجبور ہیں اور
 موسم گرما کے آنے سے پیشتر پنجاب کو چھوڑ جاتے ہیں +

اکثر قسم کی مرغابیاں بھی موسم سرما میں پنجاب کو آتی ہیں
 یہ عموماً اکتوبر کے اختتام کے قریب پنجاب اور ہندوستان میں
 پہنچتی ہیں۔ دریاؤں اور جمیلوں کے کنارے پائی جاتی ہیں
 ماہ اپریل تک ہندوستان میں رہتی ہیں۔ اس کے بعد کچھ تو
 کشمیر اور کچھ وسط ایشیا کو چلی جاتی ہیں +

دھونیں بھی موسم گرما کے خاتمے پر ہی پنجاب میں
 آتی ہیں۔ سفید رُخسار بلبلیں بھی ان کے ساتھ ساتھ ہی میدانوں
 میں پہنچتی ہیں۔ اور باغوں میں بہت سے نقصان کا باعث
 ہوتی ہیں۔ سر دیوں میں بہت سے پہاڑی کوڑے بھی
 میدانوں میں آ جاتے ہیں۔ ہمالیہ کی سخت سردی انہیں غیر
 موافق ہوتی ہے اور یہ بچے میدانوں میں اتر آتے ہیں +

پرنندوں کی آپس میں لڑائیاں

پرنندوں میں دو قسم کی لڑائیاں ہوتی ممکن ہیں۔ اول ایک ہی قسم کے دو پرنندوں کے مابین۔ دوم مختلف قسم کے پرنندوں کے مابین + اس لڑائی کی تین وجوہات ہو سکتی ہیں (۱) غذا کے لئے۔ (۲) گھوٹنے بنانے کی جگہ کے لئے۔ (۳) ہم جنس پرنندوں میں مادہ پرنندوں کو حاصل کرنے کے لئے + ماہرین کا قیاس ہے کہ ایک ہی قسم کے جانوروں میں اکثر سخت لڑائی ہوتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ فریقین کی ضروریات بالکل ایک جیسی ہی ہوتی ہیں۔ ایک ہی جنس کے جانوروں میں سے ہر ایک کو ایک ہی قسم کی غذا کی ضرورت ہوتی ہے اور ہر ایک کو ایک جیسی ہی جائے رہائش بھی دیکھا

ہوتی ہے۔ آپ نے سنا ہوگا کہ "کٹا کٹے" واپیری بہت سی اقسام کے پرندے ایک جیسی ہی غذا چاہتے ہیں۔ اس لئے ایک خاص قسم کی غذا کے لئے ایک ہی قسم کے پرندوں کے علاوہ مختلف اقسام کے پرندوں کے درمیان جنگ ہونی چاہئے۔ لیکن یاد رہے کہ پرندے عموماً لڑائی سے گریز کرتے ہیں۔ کمزور ہمیشہ ہی طاقتور کے سامنے سر تسلیم خم کرتا ہے۔ اس کے علاوہ یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ کئی دفعہ حملہ آور کمزور بھی ہو تو بھی دوسرا فریق لڑائی کے بغیر ہی بھاگ جاتا ہے۔ آپ غالباً اس کو بُزدلی کہیں گے۔ لیکن اپنی جان کو بچانے کی خواہش سب جانوروں میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ اس لئے پرندے لڑائی سے پرہیز کرتے ہیں۔ غذا کی خاطر پرندوں کے مابین بہت کم لڑائی ہوتی ہے۔

بیٹھنے کی جگہ کے لئے بھی پرندوں میں جنگ کا ہونا ممکن ہے۔ کیا آپ نے کبھی شام کے وقت کبوتروں کا ملاحظہ کیا ہے۔ ایک جگہ پر ایک کبوتر بیٹھا ہو۔ اگر دوسرا کبوتر آکر اس کی نشست کو لینا چاہے تو پہلا فوراً جگہ خالی کر دیتا ہے۔ کوئی لڑائی وغیرہ نہیں ہوتی۔ اب اگر تیسرا کبوتر تھوڑی دیر کے بعد آ جائے تو دوسرا فوراً جگہ خالی کر دیتا

ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ لڑائی تک نوبت کیوں نہیں پہنچتی
 اپنی جان سب جانوروں کو از حد پیاری ہے۔ پرندے لڑائی
 کے خطرات سے بچنے کے لئے بھاگ جانے کو ترجیح دیتے
 ہیں۔ جھانپل اکثر کونے کا تعاقب کرتی ہوتی دیکھی جاسکتی
 ہے۔ کونہ جھانپل سے بدرجہا طاقتور ہوتا ہے۔ اگر چاہے
 تو مڑ کر جھانپل کا گوشت ہڈیوں سے جدا کر ڈالے لیکن شائد
 لڑائی کرتے کرتے اسے کوئی زخم بھی آجائے۔ گو فتح یقینی
 ہو لیکن اس زخم سے بچنے کے لئے کونہ لڑائی نہیں لڑتا۔
 انڈے بچے دینے کے موسم میں صلح کل پرندے لڑنے
 مرنے پر تیار ہو جاتے ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ ان کو انڈے بچے
 اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز ہوتے ہیں پرندے ان کو
 بچانے کے لئے اپنی جان کو جو کھوں میں ڈالنے سے گریز
 نہیں کرتے اس لئے ان دنوں پرندوں کے مابین لڑائی
 کا بہت احتمال ہوتا ہے۔ لیکن ان دنوں بھی حملہ آمد چاہے
 کمزور ہی ہو دوسرا فریق لڑائی سے گریز کرتا ہے۔ اور لڑائی نہیں ہوتی
 آپ شائد خیال کریں گے کہ جو فریق بھاگ جاتا ہے وہ شکست
 مان گیا۔ دراصل جب تک لڑائی ہی نہ ہو شکست کیسی قانون
 قدرت یہی ہے کہ اگر لڑائی طے نہ ہو تو لڑائی سے پرہیز کرنا
 ہی بہتر ہے۔

پرنندوں کی صفائی اور خطان صحت

پرنندے عادتاً نہایت صاف ستھرے ہوتے ہیں بہت سے پرنندے باقاعدہ پانی میں نہاتے ہیں۔ اپنے پروں کو روزانہ صاف کرتے ہیں۔ قدرت بھی پرنندوں پر نہایت مہربان ہے۔ ہر ایک پرنندے کو ہر سال قدرت ایک نئی پوشاک مرحمت کرتی ہے۔ بعضوں کو سال میں دو پوشاکیں ملتی ہیں ایسے پرنندوں کا موسم گرما کا لباس موسم سرما کے لباس سے مختلف ہوتا ہے۔ گرمی اور سردی سے حفاظت کے لئے اس لباس کے ساتھ کوئی نئے مقابلہ نہیں کر سکتی۔ پروں کی بناوٹ ایسی ہے کہ گرد و غلاظت ان کو میلا نہیں کر سکتیں۔ اگر نہ اور مادہ کے لباس میں کچھ فرق ہو تو عموماً

نر کے لباس کا رنگ شوخ ہوتا ہے اور مادہ کا سادہ سا
 ہی ہوتا ہے۔ خوبصورت نر شاندار کپڑے پہنے ہوئے
 زندگی کی جدوجہد میں اگلی صفوں میں نکلتے ہیں۔ دشمنوں
 سے لڑنا اور ان کو زیر کرنا ان کا فرض اولین ہے۔ جن
 چین کے وقت نر کا دل کش لباس مادہ پرندوں کے
 دلوں کو تسخیر کرتا ہے، مادہ پرندوں کا سادہ لباس زندگی
 کی دشوار گھاٹیوں سے پرے چرلطف وادیوں میں رہنے
 کے لئے نہایت موزوں ہے۔ صانع قدرت نے مادہ
 پرندوں کو کشمکش زندگی کے تقصیڑوں سے الگ رکھ کر
 خانگی امورات کے لئے ہی مخصوص کر رکھا ہے۔ ایک
 مصنف لکھتے ہیں کہ مہذب انسان اس اصول کے باطل
 برعکس جارہا ہے۔ کیونکہ ہر ملک اور ہر قوم میں مستورت
 کا لباس آدمیوں کے لباس سے بدرجہا خوبصورت ہوتا
 ہے۔

صانع قدرت نے پرندوں کو اڑنے کی طاقت بخشی
 ہے۔ اس طاقت نے پرندوں کو وہ وہ سہولتیں مہیا
 کر رکھی ہیں جن کو مطالعہ کر کے انسان کے دل میں رشک
 پیدا ہوتا ہے۔ آسمان پر اڑتی ہوئی ابا بیلوں کو دیکھتے
 ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے خوشی کے سمندر میں غوطے

لگا رہی ہیں۔ کیسے ورزش اور ہوا خوری کر رہی ہیں۔
 غم فکر ان سے کوسوں دور بھاگتا ہے + ہم امید کرتے
 ہیں کہ ایسے خوش باش پرندوں کا مطالعہ کرتے ہوئے
 انسان بھی کھلی ہوا میں رہنا ورزش کرنا اور خوش رہنا
 سیکھے +

گو زمانہ حال میں انسان نے ہوائی جہاز بنا کر اڑنا
 شروع کیا ہے لیکن اس کے باوجود جیسی اچھی اور پاک
 صاف ہوا ایک اونٹ پرندے کو نصیب ہوتی ہے
 ویسی ہوا ابیر سے امیر انسان کو خواب میں بھی نصیب ہوتی
 مشکل ہے + صاف ہوا میں رہنے سے پرندوں کے حواس
 خمسہ نہایت تیز ہو گئے ہیں۔ ان کی آنکھیں قدرت کی
 خوبصورتی پر فریفتہ ہوتی ہیں انکے کان قسم قسم کے راگ میں
 تیز کر سکتے ہیں +

عام پرندے اپنے گھونسلوں کو خوب اچھی طرح سے
 صاف رکھتے ہیں۔ سب غلاظت وغیرہ اٹھا کر گھونسلے
 سے باہر پھینک دیتے ہیں۔ بعض ایسے ہشیار ہیں کہ
 بچوں کو بھی اس طرح پاخانہ کرواتے ہیں کہ مٹی میں گھونسلے
 سے باہر گر جاتی ہیں +

شام ہوتے ہی پرندے اپنے اپنے بسترے والے

درختوں پر پہنچ جاتے ہیں۔ جب اکٹھے ہو رہے ہوں
 تو شور و غل کرتے ہیں لیکن اندھیرا ہوا اور سب خاموش
 ہو جاتے ہیں۔ ساری رات چین سے سوتے ہیں اور
 پوری نیند لینے کے بعد جب سحر ہوتی ہے تو سویرے
 ہی جاگ اٹھتے ہیں ۛ سویرے ہی سو جانا اور سویرے
 ہی اٹھنا ان کا بہترین اصول ہے۔ نہ صرف پرندوں بلکہ
 سب جانوروں کی صحت اور خوشی کا یہ سنہری اصول ہے
 لیکن افسوس کہ انسان دن بدن اس اصول کے برعکس
 جانے کی کوشش اور مشق کر رہا ہے ۛ

پرندوں کی بیماریاں

تمام باقی جانوروں کی طرح پرندوں کو بھی اکثر بیماریاں لاحق ہوتی ہیں۔ جن پرندوں کو انسان پالتا ہے اور قید میں رکھتا ہے انہیں تپ دق نمونیا پلگ بخار یرقان وغیرہ عارضے ہوتے رہتے ہیں۔ قید میں یہ بیماریاں غذا کے کم و بیش کھلاوینے یا تنگ و تاریک مکانات میں رہائش کے سبب یا مناسب ورزش اور تفریح طبع کے بغیر ہو جاتی ہیں۔ بہت سی بیماریاں جو پالنے والوں کو بھی جاتی ہیں اکثر چھوٹ سے پھیلتی ہیں۔ اور بہت نقصان کا باعث ہوتی ہیں۔ ماہرین کا قیاس ہے کہ پالنے والے پرندے جنگلی پرندوں کی نسبت بیماریوں کا زیادہ شکار ہوتے ہیں

بعض دفعہ دیکھا گیا ہے کہ جب ایک پالتو پرندہ پنجرے
 کے اندر بیمار ہو جائے تو اُس کے ساتھی اُس کے اوپر
 حملہ کر دیتے ہیں اور اُسے مار ڈالتے ہیں اور بعد ازاں
 اُس کی لاش کو کھا بھی جاتے ہیں۔ آپ کوئے کے بیان
 میں پڑھ چکے ہیں کہ کوئے ایک دوسرے کی صحبت کے
 بہت مشتاق ہوتے ہیں۔ کوؤں میں یہ دیکھا گیا ہے کہ جب
 ایک کوہ بیمار ہو جائے تو باقی کوئے اس پر حملہ کر کے
 اُسے مار دیتے ہیں، ایک انگریز کوہ کوؤں سے سخت
 نفرت تھی۔ آنحضرت کیا کرتے تھے کہ ایک کوئے کو پکڑ
 کر اُس کے جسم سے سب بال و پر مونڈ دیتے پھر اس
 پر سرخ رنگ کر کے اُسے پھوڑ دیتے۔ باقی کوئے جو نہی
 اس اتو کھے ہمراہی کو دیکھتے اس پر حملہ کر کے اُسے فوراً
 جال بجی کر دیتے۔ اپنے زخمی ہمراہیوں کو مار ڈالنا کوؤں
 کے علاوہ اور چند پرندوں میں بھی دیکھا گیا ہے لیکن یہ
 طریقہ عمل سب پرندوں میں رائج نہیں۔ طوطے تو بیمار
 ہمراہیوں کی خبر گیری کرتے ہوئے دیکھے گئے ہیں،
 جنگلی پرندوں میں بیمار پرندے بہت کم دیکھنے میں
 آتے ہیں۔ اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ آزاوی کی حالت
 میں یہ بیمار ہی بہت کم ہوتے ہیں۔ اور دوسرے جب

کہیں کوئی پرندہ بیمار اور کمزور نظر آتا ہے تو شکاری پرندے
اسے مار کر کھا جاتے ہیں۔ بیمار پرندہ یا تو چند گھنٹوں میں
ہی راضی ہو جاتا ہے یا چند گھنٹوں میں ہی اس کی زندگی
کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ ان حالات کے سبب جنگلی پرندوں
کی بیماریوں کے متعلق ہماری واقفیت بہت سی قلیل ہے
اس کے باوجود بھی دیکھا گیا ہے کہ پرندے اکثر کئی حیات
خور جانوروں یعنی پیراسائٹس (PARASITES) کا

شکار بنتے ہیں۔ مردہ پرندوں کا امتحان کرنے سے معلوم
ہوا ہے کہ انسان کی طرح ان کے پیٹ اور آنتوں میں
بھی کئی اقسام کے کیڑے جاگزیں ہوتے ہیں اور ان کی
موت کا باعث ہوتے ہیں۔ کئی وبائی بیماریاں بھی اکثر
پرندوں میں دیکھی گئی ہیں۔ میٹرڈی ڈی کننگھم
(CUNNINGHAM) لکھتے ہیں کہ کلکتہ اور اس کے

گرد و نواح میں اکثر بہت سی چڑیاں رہتی ہیں لیکن ۱۸۹۵
اور ۱۸۹۶ میں ان کی تعداد بہت ہی کم ہو گئی۔ ڈھونڈنے
پر بھی چڑیاں شاذ و نادر ہی نظر آتی تھیں۔ ہم ۱۸۹۰ کے
موسم بہار تک کلکتہ رہے۔ اور تب تک چڑیوں کی تعداد
میں کافی اضافہ ہو چکا تھا۔ اس واقعہ سے پتہ چلتا ہے
کہ جنگلی پرندوں میں بھی کبھی کبھی وبائی بیماریاں پھیل جاتی

ہیں اور ان کی تعداد میں خاصی کمی کہہ دیتی ہیں ۔
 بیماریوں کے علاوہ لگاتار زیادہ بارش اور سردی
 بھی پرندوں کے لئے مصیبت کا باعث ہوتی ہیں۔ بہت
 سے پرندے برسات کے موسم میں انڈے بچے دیتے
 ہیں۔ بارش کے دوران میں والدین بچوں کے لئے باہر
 سے غذا جمع کر کے نہیں لا سکتے۔ اور اگر بارش بہت دیر
 تک جاری رہے تو بچوں کو بھوک بہت ستاتی ہے۔ ان
 میں سے کمزور بچے مر جاتے تو کوئی غیر اغلب بات نہیں
 زیادہ بارش کے سبب بہت سے گھونسلے گر جاتے ہیں
 بعض پانی سے بھر جاتے ہیں اور انڈے بچے ڈوب
 مرتے ہیں۔ دریاؤں کی طغیانی زمین کے اوپر گھونسلے بنانے
 والے پرندوں کو سخت نقصان پہنچاتی ہے۔ لکھو کھا انڈے
 اور بچے تلف ہو جاتے ہیں ۔ جس سال بارش کم ہو اناج
 اور بیج وغیرہ کم ہونے کے باعث پرندوں پر فحش کی آفت
 آتی ہے۔ کمزور بیماریوں کے مارے تڑپ تڑپ
 کر جان دے دیتے ہیں ۔

انسان اور پرندے

آپ یہ جانتے ہیں کہ قبل از تاریخ زمانے میں ایک وہ زمانہ بھی تھا جب انسان جنگلوں میں رہتا تھا اور جنگل کے پھلوں وغیرہ یا جنگلی جانوروں کا شکار کر کے اپنا پیٹ بھرتا تھا۔ ہمارا قیاس ہے کہ آؤر جانوروں کے علاوہ انسان جنگلی مرغ کا بھی شکار کرتا تھا۔ جنگل میں رہتے ہوئے انسان نے مرغ اور مرغی کو رہتے سہتے دیکھا۔ ان کے طور و اطوار کا مطالعہ کیا۔ اس مطالعہ کو شاید کئی صدیاں ہی لگ گئی ہوں گی۔ لیکن اس مطالعہ کے بعد انسان کو غالباً یہ بات معلوم ہو گئی کہ مرغ مرغیوں کے شکار کرنے سے یہ بہتر ہے کہ چند مرغیوں اور مرغوں کو اپنے پاس ہی رکھ

جائے۔ اس مطلب کے لئے جیتے جاگتے مرنے مرنے والوں کو
 پکڑنے میں جو جو وقتیں انسان کو پیش آئی ہوں گی ان
 کا اندازہ لگانا ہمارے تصور سے باہر ہے۔ بعض اصحاب
 کا قیاس ہے کہ مرنے والوں کو پالنا سب سے پہلے ہندوستان
 میں رائج ہوا۔ اور ہندوستان کے جنگلی مرنے والے سے ہی مرنے
 والے پالتو نسلیں حاصل کی گئی ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ پہلے پہل
 مرنے والے کو کھانے کے لئے نہیں پالا جاتا تھا۔ بلکہ مرنے والے کو
 لڑا کر تماشہ دیکھنے کے لئے پالا جاتا تھا۔ ہمیں مؤخر الذکر
 خیال سے اتفاق نہیں ہے۔ ہمیں یہ بات زیادہ معقول
 معلوم ہوتی ہے کہ انسان نے اوائل میں مرنے والوں کو
 کھانے کی خاطر پالنا اور سدھانا شروع کیا۔

جس شخص نے پہلے پہل جنگلی مرنے والوں کو پکڑ کر سہا یا
 اور پالا وہ درحقیقت انسان کے بہترین کمفرموں میں شمار
 ہونا چاہئے۔ انسان نے جب مرنے والوں کو پالنے کا مرحلہ طے
 کر لیا تو اپنی روزانہ غذا کا ایک جزو آسانی سے دستیاب
 ہونے لگا۔ مرنے والوں کو پالنے کا رواج کاشتکاری سے
 بہت پیچھے رائج ہوا لیکن پھر بھی اسے اب کئی ہزار
 برس ہو چکے ہیں۔

پالتو مرغیاں جنگلی مرنے والوں سے کئی باتوں میں بہتر

ہیں۔ جنگلی مرغی آجکل ہندوستان کے کئی علاقوں میں ملتی ہے۔ سال بھر میں صرف بارہ تیرہ ہی انڈے دینے پر اکتفا کرتی ہے۔ لیکن اچھی پالنتو مرغیاں سال میں ایک سو سے بیکر دو سو تک انڈے دیتی ہیں۔ مرغی کے بچے آسانی سے پائے جاسکتے ہیں اور غوطے ہی ہفتوں کے بعد کھانے کے قابل ہو جاتے ہیں۔ کھانے کے لئے چھوٹے کم سن چمڑوں کو ترجیح دی جاتی ہے۔ کیونکہ ان کا گوشت جوان مرغی کے گوشت سے زیادہ لذیذ ہوتا ہے۔ مرغیوں کو پالنے میں جو ترقی اہل شمالی امریکہ نے کی ہے وہ نہایت حیرت انگیز ہے۔ کوئی اور ملک یا قوم ان کے ساتھ اس فن میں مقابلہ نہیں کر سکتے۔ موجودہ زمانے میں مرغی اور اس کے انڈے انسان کی روزانہ غذا میں ایک نہایت اعلیٰ جزو بن چکے ہیں۔ اسی لئے ان کی مانگ اور قیمت دن بدن بڑھ رہی ہے۔

پالنتو پرندوں کے علاوہ انسان تاحال کئی جنگلی پرندوں کو پکڑ کر یا شکار کر کے کھاتا ہے۔ بٹیر پکڑنے والے ہزار ہا بٹیر ہر سال پکڑ کر شہروں میں پہنچنے کو لاتے ہیں بعض صباب تینٹر پکڑ کر تلیر اور مرغابی کے شکار کا شوق رکھتے ہیں جن کو اور کوئی شکار اچھا نہ ملے وہ فاختہ ہی مار لاتے ہیں۔ شکار

تفریح اور ورزش کا نہایت اعلیٰ ذریعہ ہے۔ جسم میں بروہار کا اور برداشت طبیعت میں استقلال اور استقامت پیدا ہونے ہیں۔ اور قوت مشاہدہ تیز ہوتی ہے، ٹسکار کھیلنا پرندوں کو پاکر کھانے سے گویا زیادہ مشکل ہے لیکن یہ زیادہ دیرانہ رویہ ہے +

بعض حضرات تفریح طبع کے لئے پرندوں کو پالتے ہیں۔ ان کو پنجرہ میں رکھتے ہیں۔ پرندوں کو قید میں رکھنا دراصل ایک ظالمانہ کارروائی ہے۔ ہوا کے بادشاہوں کو آہنی قفسوں میں بند رکھنا اگر ظلم نہیں تو اور کیا ہے + اگر آپ کو پرندوں کو دیکھنے یا ان کے راگ سننے کا شوق ہے تو موسم بہار اور موسم گرما میں صبح و شام باغات اور کھیتوں کی سیر کریں۔ ان دنوں پرندے اپنے اعلیٰ اعلیٰ لباس میں ملبوس پھرتے ہیں۔ خوشی سے ناچتے ہیں گاتے ہیں۔ اگر آپ اس طرح سے ظلم کرنے کے بغیر ان کی لا انتہا خوشی میں شریک ہو کر اپنا حصہ لے سکیں تو ان بچاروں کو قید کی مصیبتوں میں کیوں ڈالتے ہیں +

بعض حضرات مرغ بیلر یا بیل وغیرہ کو رہانے کی خاطر پالتے ہیں۔ یہ اصحاب اپنی سنگدلی کا ثبوت دیتے ہیں دوسرے جانوروں کی مصیبتوں کو دیکھ کر خوش ہونا نہیں

زخمی ہوتا دیکھ کر قہقہے لگانا انسانیت کے بہترین جذبات
کی خلاف ہے۔ پرندوں اور دیگر جانوروں کو لڑانے کی خاطر
پالنا وحشی قوموں میں رائج ہے۔ مہذب اقوام ان کاموں
سے پرہیز کرتی ہیں +

انسان کو زراعت کے کاموں میں جو فائدے پرندوں
سے پہنچتے ہیں ان کا اندازہ لگانا از حد مشکل ہے۔ آپ
جانتے ہیں کہ کھیتوں اور باغوں میں بیسیوں قسم کے کیڑے
ٹڈے سنڈیاں وغیرہ پائی جاتی ہیں۔ بعض جڑوں کو
کھاتے ہیں۔ بعض ہری ہری کو نیلوں کو چٹ کر جاتے
ہیں۔ بعض پتوں کو ہڑپ کرتے ہیں۔ بہتیرے پھلوں
اور پھولوں کو ضائع کرتے ہیں۔ غرضیکہ کسی پودے کا کوئی
حصہ ایسا نہیں جو کسی نہ کسی قسم کے کیڑے کو بھاتا نہ ہو۔
آپ شاید یہ بھی جانتے ہیں کہ کیڑے اور جانوروں کے
مقابلے میں کس تیزی سے نسل افزائی کرتے ہیں۔ مکڑی
کے گل آپ نے کبھی کبھی ضرور دیکھے ہوں گے۔ جس
علاقے میں مکڑی کے دل نمودار ہو جائیں وہاں کھیت وغیرہ
سب ویران ہو جاتے ہیں۔ کیڑوں کے لشکروں کو بڑھنے
سے روکنا زیادہ تر پرندوں کا ہی کام ہے۔ ان میں سے
بہت سے مثلاً نیل کنٹھ۔ مینا۔ ہڈ وغیرہ تو صرف کیڑوں

کو ہی کھاتے ہیں۔ کیڑوں کی تلاش میں کھیتوں اور باغوں
 میں پھرتے رہتے ہیں۔ ایک ایکلا نیل کنٹھ دن بھر میں
 سینکڑوں کیڑوں کو کھا جاتا ہے۔ جن دنوں نیل کنٹھ کے
 بچے چھوٹے چھوٹے ہوتے ہیں ان دنوں نر اور مادہ دونوں
 نہایت پھرتی سے موٹے تازے کیڑوں کو پکڑ پکڑ کر لاتے
 ہیں۔ اور بچوں کو کھلاتے ہیں۔ اندازہ لگایا گیا ہے کہ
 ایک جان پرندے کی روزانہ غذا اکثر اس کے اپنے
 وزن کا چھٹا حصہ ہوتی ہے۔ پرندوں کے چھوٹے بچے
 ایک دن میں یعنی ۲۲ گھنٹوں میں اپنے جسم کے وزن
 کے برابر غذا کھاتے ہیں۔ اب آپ شاید اندازہ لگا
 سکیں گے کہ پرندے کیڑوں کو مارنے میں کتنا کام کرتے
 ہیں۔ پس کیڑے کھانے والے پرندے کسان اور
 باغبان کے حق میں نہایت مفید ہیں۔ ان پرندوں میں
 بعض مثلاً نیل کنٹھ بہت خوبصورت ہیں۔ لوگ نیل کنٹھ
 کو اس کے خوبصورت پروں کی خاطر مار دیتے ہیں۔
 ایسے مفید پرندوں کو شکاریوں کے ہاتھوں سے بچانے
 کے لئے گورنمنٹ نے قانون بنا رکھا ہے اور ایسے پرندوں
 کو مارنا ایک جرم ہے۔

بڑے بڑے شکاری پرندوں سے بھی کسان اور باغبان

کو بہت فائدہ پہنچتا ہے۔ ان شکاری پرندوں میں سے اُلو سب سے زیادہ کام کرتا ہے۔ لیکن چونکہ اُلو رات کو ہی شکار کرتے ہیں اور بہت کم دکھائی دیتے ہیں اس لئے لوگ ان کی اہمیت سے بہت کم واقف ہیں شہینوں میں سینکڑوں چوہے رہتے ہیں۔ یہ چوہے فصل اور اناج کا بہت نقصان کرتے ہیں۔ اُلو رات کے وقت ان کا شکار کر کے پیٹ بھرتے ہیں اور کسان کو چوہوں سے نجات دلاتے ہیں۔ ایک دانا کا قول ہے کہ جو شخص ایک اُلو کو بھی نشانہ اجل بناتا ہے وہ پاگل خانے میں بند کئے جانے کا مستحق ہے + دوسرے شکاری پرندے مثلاً نرمی جو چھوٹے چھوٹے اناج غور پرندوں مثلاً چڑیوں کو کھاتے ہیں وہ بھی کسان کے حق میں فائدہ مند ہیں۔ چڑیاں بہت سا اناج کھا جاتی ہیں۔ جن دونوں اناج کے کھیت پک کر تیار ہوتے ہیں تو ہزار چڑیوں کے جھنڈ کھیتوں میں اناج کھانے کے لئے جمع ہوتے ہیں۔ نرمی کے لئے یہ نہایت نادر موقع ہوتا ہے۔ وہ ان کے جھنڈ میں سے ایک کو پکڑے جاتی ہے۔ باقی گھبرا کر اڑ جاتی ہیں اور فصل کا بچاؤ ہو جاتا ہے +

قدرت نے بعض پرندوں کو محکمہ صفائی اور حفظان

صحت کا افسر بنا رکھا ہے۔ کو اچیل اور گدھ اس محکمے کے اعلیٰ افسر ہیں۔ شہر میں کیا اور دیہات میں کیا خشکی پر کیا اور سطح سمندر پر کیا یہ پرندے ہر جگہ گشت کرنے رہتے ہیں۔ یہ نہایت مستعد رہتے ہیں۔ جو نہی گوشت کا کوئی گلا نظر آئے یا ہڈی یا کوئی اور شے چھینکی جائے یہ جھٹ اُسے اُٹھا کر کھا جاتے ہیں۔ بندر گاہوں میں جہازوں کے آس پاس چلیں اور گدھیں ہر وقت چکر لگاتی رہتی ہیں۔ ہندوستان کے بڑے بڑے شہروں میں لوگوں کو اکثر محکمہ صفائی کے برخلاف شکایتیں رہتی ہیں۔ غور کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ انسان کے افسران صفائی کے مقابلے میں قدرت کے افسران صفائی بہت زیادہ فرض شناس ہیں۔ نہ معلوم انسان کو اپنے افسران صفائی کو اتنا فرض شناس بنانے میں کتنی دیر لگے گی ؟ اگر قدرت کے افسران صفائی نہ ہوتے اور انسان کو اپنی ہی محنت اور مشقت سے صفائی کرنی پڑتی تو بڑی بھاری مشکل کا سامنا ہوتا۔ بعض لوگ کئی دفعہ بے احتیاطی سے چیل کو مار دیتے ہیں۔ ایسے لوگ چیل کو نہیں مارتے بلکہ اپنے ایک حقیقی محسن کو قتل کرتے ہیں ؟

اناج خور پرندے مثلاً چڑیا اور کبوتر اناج کا ہر سال

بہت نقصان کرتے ہیں۔ ہندوستان کے اندر جانوروں کو
 مارتا گناہ تصور کیا جاتا ہے۔ اس لئے ان اناج خور پرندوں
 کو کوئی بھی شخص جہاں تک ہو سکے جان سے نہیں مارتا۔ ان
 کی تعداد کو روکنے کے لئے قدرتی اسباب کے سوا اور کوئی
 فراغ کام نہیں کرتے +

پھل خور پرندے مثلاً طوطے پھلوں کا از حد نقصان
 کرتے ہیں۔ باغ کے رکھوالے سارا سارا دن شور مچاتے
 رہتے ہیں۔ اور ان کو باغ کے اند داخل ہونے سے
 روکتے ہیں۔ کبھی شافو ناد رہی کسی طوطے کو گلیل کے ساتھ
 نشاۃ اجل بناتے ہیں +

پرندوں کو جو جو نقصان یا تکلیفیں انسان سے پہنچتی ہیں
 ان کا ذکر اگلے باب میں کیا جائے گا +

زندگی کا تانا بانا

اس دنیا میں بے شمار اقسام کے جانور اور پودے آباد ہیں۔ گویا کہ زندگی کا جال ہر جگہ بچھا ہے۔ ایک جانور دوسرے جانوروں اور جانداروں سے چاہے کتنا ہی الگ تھلگ کیوں نہ رہے اُس کا دنیا میں صرف موجود ہونا ہی اس کے ہم جنس جانوروں کے علاوہ دوسرے قسم کے جانوروں اور پودوں پر عجیب عجیب طرح کے اثرات پیدا کرتا ہے۔ مختلف اقسام کے جانداروں کے باہم تعلقات نہایت پیچیدہ ہو رہے ہیں۔ اس باب میں ہم بیان کریں گے کہ پرندوں کو دوسرے جانوروں کے باعث کن کن نصیب توں کا سامنا کرنا ہوتا ہے۔

اس دنیا میں ہر ایک جانور کے لئے مفصلہ ذیل تین
اہم ضروریات ہیں :-

- ۱۔ پیٹ بھرنے کے لئے غذا
- ۲۔ رہنے پہننے اور دشمنوں سے بچنے کے لئے جائے

پناہ +

۳۔ ہر ایک جانور کو مادہ سے شادی کرنا لازمی ہے
یا دوسرے لفظوں میں ہر ایک مادہ جانور کو جانور سے
شادی کرنی لازمی ہے +

جو غذا جانور کھاتے ہیں وہ پیٹ اور آنتوں کے
اندر پہنچ کر ہضم ہوتی ہے۔ ہضم شدہ غذا جسم کے اندر
تین کام آتی ہے۔ (الف) جسم کے روزانہ کام کے لئے طاقت
روزانہ غذا سے ہی بہم پہنچتی ہے (ب) جسم کے روزانہ
ٹوڑ پھوڑ کی مرمت بھی اسی سے ہوتی ہے۔ (ج) ہضم شدہ
غذا جو اوپر والے دونوں کاموں سے بچ رہے وہ جسم کے
اندر چربی وغیرہ کی شکل اختیار کر کے جمع رہتی ہے اور آئندہ
ضروریات کے وقت کام آتی ہے +

اگر کسی جانور کو پیٹ بھرنے کے لئے کافی غذا میسر
نہ ہو تو جسم کی روزانہ ٹوڑ پھوڑ اخراج اور مرمت کے لئے
مصالح بہم نہیں پہنچتا۔ جسم کے اندر جو غذا اُچھلت چربی

اور دیگر مرکبات کی شکل میں جمع ہوتی ہے وہ کام آنے لگتی ہے۔ رفتہ رفتہ جب یہ ذخیرہ بھی ختم ہو جاتا ہے تو جانور جلد ہی قافہ کشیوں کے باعث جاں بحق ہوتا ہے + سب جانوروں کی زندگی کے لئے جائے پناہ بھی نہایت ضروری ہے۔ بعض جانور زمین کے اندر بلیں بنا کر رہتے ہیں۔ بعض غاریں بناتے ہیں اور بعض قدرتی غاریں تلاش کر کے ان کے اندر پناہ گزین ہوتے ہیں۔ پرندے تو سال کا بہت سا حصہ درختوں کی ٹہنیوں میں ہی بسر کرتے ہیں۔ درخت ان کے لئے جائے پناہ ہیں جس جگہ درخت کم ہوں وہاں پرندے بھی کم ہوتے ہیں + جائے پناہ جانوروں کو موسم کی سختیوں اور دشمنوں کے حملوں سے بچاتی ہے۔ چھوٹے چھوٹے کم سن جانوروں کے لئے تو جائے پناہ اور بھی زیادہ ضروری ہیں + ہر ایک جانور جب جوان ہو جائے تو اس کی قدرتی خواہش ہوتی ہے کہ اسے اس کی قسم کا دوسرا جانور مل جائے۔ یعنی ہم جنس جانوروں کے نہ اور مادہ کا ملاپ لازمی ہے۔ اس ملاپ کی خاطر جانوروں میں سخت لڑائی ہوتی ہیں۔ جو جانور کنوارے رہ جاتے ہیں۔ وہ نسل افزائی نہیں کر سکتے۔ ان کی زندگی ادھوری رہ جاتی ہے۔ زندگی

اور سوری رہ جانے کے باعث وہ زندگی کا کُلف نہیں لے سکتے۔ کچھ اعلیٰ صفات اور جذبات ایسے ہیں جو بیوسی بچوں کی محبت اور بیوسی بچوں کے ہی زیر اثر پیدا ہوتے ہیں۔ کنوارے جانور ان صفات اور جذبات سے بالکل بے بہرہ رہ جاتے ہیں۔

ان تین ابتدائی ضروریات کو حاصل کرنے کے لئے جانوروں میں سخت جدوجہد ہوتی ہے۔ اسے زندگی کی کشمکش یا سٹرگل فور ایکزسٹینس (STRUGGLE FOR EXISTENCE)

کہتے ہیں۔ ایک خاص جنس کے جانوروں میں آپس میں نہایت سخت کشمکش ہوتی ہے۔ کیونکہ ان سب کی ضروریات ایک جیسی ہی ہوتی ہیں۔ مثلاً سب خرگوش گھاس یا اور نباتی غذا کھاتے ہیں۔ اور بلوں میں رہتے ہیں۔ ایک خاص جگہ رہنے والے خرگوشوں میں گھاس اور بلوں کی جگہ کے لئے سخت جدوجہد ہوتی ہے۔ جو خرگوش طاقتور اور ہشیا رہتے ہیں وہ پیٹ بھر کر کھا بھی لیتے ہیں اور بلوں پر بھی قبضہ جمار کھتے ہیں۔ جو کمزور ہوں وہ فاقہ کشیوں کے باعث مر جاتے ہیں۔ سب گھاس خور جانوروں کی جدوجہد گوشت خور جانوروں سے ہوتی ہے۔ بھیڑیے، ریچھ، چیتے، شیر وغیرہ سب خرگوش بھیڑ بکری گائے بیل کا شکار کرتے ہیں۔ گھاس خور جانوروں

میں جو جو جانور زیادہ تیز دوڑ سکتے ہوں یا اپنے دشمنوں سے مقابلہ کرنے کے لئے مسلح ہوں اُن کا دشمنوں سے بچے رہنا زیادہ اغلب ہوتا ہے۔ وہی نسل افزائی کر سکتے ہیں کمزور رفتہ رفتہ ضعیف ہستی سے مٹ جاتے ہیں؛ گوشت خور جانوروں میں بھی آپس میں سخت کشمکش ہوتی ہے۔ جو زیادہ طاقتور ہوتے ہیں وہ شکار کو جلدی سے مار لیتے ہیں۔ کمزور شکار کو نہیں مار سکتے اور رفتہ رفتہ وہ بھی مٹ جاتے ہیں +

پرنندوں کو اپنے کئی دشمنوں سے جان بچانے کے لئے سخت جدوجہد کرنی پڑتی ہے۔ پرنندوں کے مفصلہ ذیل دشمن ہیں۔

(۱) دوسرے پرنندے (۲) چمگاوڑ (۳) بیچر (۴) لوٹری (۵) چیتے اور بلیاں (۶) چوہا (۷) نیولا (۸) سانپ (۹) کبوترے (۱۰) بندر (۱۱) انسان +

دوسرے پرنندے

غیر شکاری پرنندوں مثلاً بیٹر کبوترست بھائی مینا وغیرہ سے شکاری پرنندے دشمنی رکھتے ہیں۔ شکاری پرنندے آپس میں ایک دوسرے کے اوپر حملہ نہیں کرتے؛ بعض شکاری پرنندے صرف چھوٹے چھوٹے پرنندوں کو ہی کھاتے ہیں بعض پرنندوں کے علاوہ چھوٹے چھوٹے چوہاؤں کو بھی کھا جاتے

ہیں۔ پس شکاری پرندے چھوٹے پرندوں اور چھوٹے چو پاؤں کی آبادی کو بڑھنے سے روکتے ہیں + ہندوستان کی حدود میں اکیس قسم کے بڑے بڑے شکاری پرندے پائے جاتے ہیں یہ بڑے بڑے غیر شکاری پرندوں مثلاً تینتر چکور مور اور مرغ وغیرہ کا شکار کرتے ہیں۔ چھوٹے شکاری پرندوں کی جھبیس قسمیں ہندوستان میں ملتی ہیں۔ یہ چھوٹے شکاری پرندے چھوٹے چھوٹے غیر شکاری پرندوں مثلاً چڑیا دھوبن فاختہ ست بھائی وغیرہ کا شکار کرتے ہیں +

عموماً شکاری پرندے ایسے غیر شکاری پرندوں کا شکار کرتے ہیں جو تعداد میں بہت زیادہ ملتے ہیں۔ شکاری پرندوں کی ہر ایک قسم خاص خاص قسم کے چھوٹے پرندوں کو کھانے کے لئے ترجیح دیتی ہے۔ ایسے غیر شکاری پرندے مثلاً ہریال اور کٹھ پھوڑا جو اپنا بہت سا وقت درختوں کی ٹہنیوں اور پتوں میں صرف کرتے ہیں۔ وہ اکثر شکاری پرندوں کے حلوں سے بچے رہتے ہیں۔ شکاری پرندوں کی وجہ سے مرغابی کبوتر فاختہ تلیہ چڑیا دھوبن وغیرہ کی بہت سی تعداد تلف ہوتی ہے۔ کچھ تعداد میں ہڈ کڈا بلیل نیل کنٹھ اور طوطے بھی تلف ہوتے ہیں + شکاری پرندوں کے لئے چمپکلیوں سانپوں اور چھوٹے چھوٹے چو پاؤں کو بکڑنا آسان ہوتا ہے

اودان کو کھانا بھی آسان ہوتا ہے۔ کیونکہ کھانے سے پیشتر ان کے جسم سے پرندوں کی طرح پر اُتارنے کی ضرورت نہیں ہوتی ہندوستان میں کبوتر چڑیا وغیرہ کو کچی شکاری پرندے کھاتے ہیں لیکن اس کے باوجود بھی کبوتروں اور چڑیوں کی تعداد میں کمی ہوتی ہوئی نظر نہیں آتی۔ وجہ یہ ہے کہ یہ پرندے بڑی نیزی کے ساتھ نسل افزائی کرتے ہیں اور ان کے بچوں میں بہت اموات نہیں ہوتیں۔ اس لئے ان کے جو ساتھی شکاری پرندوں کے ہاتھوں تلف ہوتے ہیں ان کی اموات سے آبادی میں کمی ہوتی ہوئی نظر نہیں آتی *

اُتوؤں کی کئی قسمیں ہندوستان میں پائی جاتی ہیں۔ یہ سب اور جانوروں کے علاوہ چھوٹے چھوٹے پرندوں کا بھی شکار کرتے ہیں۔ لیکن اُتو چونکہ رات کے وقت ہی شکار کرتے ہیں اور ان کی حادثات اچھی طرح معلوم نہیں۔ اس لئے اس بات کا اندازہ لگانا کہ اُتو غیر شکاری پرندوں کی تعداد میں کتنی کمی کرتے ہیں ممکن نہیں۔ رات کے وقت اندھیرے میں سوئے ہوئے پرندوں کو مار ڈالنا بہت آسان ہوتا ہے۔ اس وقت پرندوں کے رنگ یا اُن کے تیز حواس خمسہ یا ان کا تیز پرواز ان کو اُتوؤں کے حملوں سے بچا نہیں سکتے۔ ماہرین کا قیاس کہ اُتو بہت سے پرندوں کو تلف کرتے ہیں اور یہ بھی خیال

ہے کہ موسم سرما میں جب کیڑوں مکوڑوں کی تعداد بہت کم ہو جاتی ہے تو ان کوؤں کا گزارہ چھوٹے پرندوں پر ہی ہوتا ہے۔ علم طیور کے ماہرین کا خیال ہے کہ ہندوستان میں عام پرندوں کا سب سے بڑا دشمن کوٹا ہے۔ اناج اور کیڑے کھانے والے پرندوں کی تعداد کو بڑھانے سے روکنے میں کوٹے شکاری پرندوں سے بہت زیادہ حصہ لیتے ہیں۔ شکاری پرندے تو جوان پرندوں کو ہی مارتے ہیں لیکن کوٹے انڈوں بچوں کو باقاعدہ تلاش کر کے چٹ کر جاتے ہیں۔ تعداد کے لحاظ سے بھی کوٹے بہت زیادہ ہیں۔ یہ جاسوسوں کی طرح پرندوں کے تعاقب میں رہتے ہیں۔ عام پرندوں سے زیادہ سمجھدار ہونے کے سبب یہ خوب جانتے ہیں کہ کون سے پرندے کس موسم میں گھونسلے بناتے ہیں۔ کوٹے اول تو چوری چوری گھونسلوں میں سے انڈے بچے نکال نکال کر کھا جاتے ہیں۔ اگر چوری کرنے کا موقع نہ ملے تو سینہ زوری سے کام لیتے ہیں۔ چند کوٹے مل کر گھونسلے کے اندر بیٹھ ہوئے پرندوں کو ذوق کرنا شروع کرتے ہیں۔ یہ موذی چیل کو بھی ذوق کر دیتے ہیں اور چیل کے گھونسلے میں سے بھی انڈے بچے نکال کر لے جاتے ہیں۔ کوٹے ایک اور طرح سے بھی پرندوں کی آبادی کو بڑھانے سے روکتے ہیں۔ یہ بے رحم دوسرے پرندوں کو شکار بہت خوش

ہوتے ہیں۔ جب کوئی پرندے گھونسلے بنانے میں مشغول ہوں تو یہ ان کے تنکوں اور پھوس وغیرہ کو اٹھائے جاتے ہیں۔ کئی گھونسلوں کو اس طرح سے کوئے پایہ تکمیل تک نہیں پہنچنے دیتے +

”گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے“ والی بات ہے کوئے اڑنا جانتے ہیں جہاں اور پرندے پہنچ سکتے ہیں وہاں یہ بھی پہنچ سکتے ہیں۔ ان سے پرندے کہیں بھی محفوظ نہیں۔ گھونسلوں کو تلاش کر لینا ان کو کچھ مشکل نہیں +
شکاری پرندوں اٹوؤں اور کوؤں کے علاوہ جھانپل اور نیل کنٹھ وغیرہ بھی کبھی کبھی اور پرندوں کو مار کر کھا جاتے ہیں +

چمگا در

گرم خون والے چرپائے جانوروں میں سے صرف چمگا دروں نے ہی اڑنا سیکھا ہے۔ چمگا دریں درختوں مکانوں اور کھنڈرات کی چھتوں میں رہتی ہیں۔ یہ رات کو باہر نکلتی ہیں اور سوئے ہوئے پرندوں کو پکڑ پکڑ کر کھا جاتی ہیں۔ یہ چھوٹے چھوٹے پرندوں مثلاً چڑیوں کو نہایت آسانی سے پکڑ لیتی ہیں اور بڑی جلدی جلدی کھا جاتی ہیں +

ریچھ

ریچھ عموماً پھل کیڑے اور شہد کھاتے ہیں۔ لیکن ایک حسب
لکھنے میں کہ ہندوستان کے ریچھ پرندوں اور ان کے انڈوں
کو بھی کھاتے ہیں +

لومڑی

ہندوستان میں کئی اقسام کی لومڑیاں ملتی ہیں۔ ان میں سے
کئی پرندوں کو کھانے کی بہت شائق ہیں۔ تینتر چکور مرغ وغیرہ
کو پکڑ لیتی ہیں۔ اگر انڈے بچے وغیرہ بھی ہاتھ لگ جائیں تو
انہیں بھی نہیں چھوڑتیں +

چیتا

ہندوستان میں دو قسم کے ایسے چیتے ملتے ہیں جو درختوں
پر چڑھ سکتے ہیں۔ یہ بیل سے لیکر چڑیا تک جو جانور بھی
ٹاؤ آ جائے مار کر کھا جاتے ہیں۔ بہت سے موران کے
ہاتھوں تباہ ہوتے ہیں +

شہروں اور دیہاتوں میں پالتو اور جنگلی بلیاں بھی بہت
سے پرندوں کو مار کر کھا جاتی ہیں +

چوہے

ہندوستان میں چوہوں کی کثیر تعداد ملتی ہے۔ کچھ شہروں اور دیہاتوں میں انسان کے مکانات کے اندر رہتے ہیں۔ یہ سب پرندوں کے انڈوں بچوں کو خوب کھاتے ہیں اور اعلیٰ نگ میں چوہے مینا کو بہت تنگ کرتے ہیں۔ اس مقام پر میناؤں کے چند ہی گھونسلے ان کے ہاتھوں سے بچتے ہوں گے۔ مرغی کے چوزوں اور کبوتر کے بچوں کو اکثر کھا جاتے ہیں۔ جنگلی چوہے جو کھیتوں وغیرہ میں رہتے ہیں۔ اناج کے علاوہ جب موقع ملے پرندوں کے انڈوں بچوں کو بھی ہڑپ کر جاتے ہیں۔

نیولا

نیولا بھی باقاعدہ طوط پر زمین پر انڈے دینے والے پرندوں کے گھونسلے تلاش کرتا رہتا ہے۔ کبھی کبھی بیٹروں کو بھی پکڑ کر کھالتا ہے۔

سانپ

ہندوستان میں کئی اقسام کے سانپ ملتے ہیں۔ ان

میں سے بہت سے پرندوں کے انڈوں اور بچوں پر ہاتھ مارتے کرتے ہیں اسی لئے مینا چڑیا سست بھائی وغیرہ جب کسی سانپ کو دیکھ پاتے ہیں خوب شور کرنے لگتے ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ سانپ ان کے دشمن ہیں اور دشمن کو دیکھ کر یہ سب پرندے مایلا کرنا شروع کرتے ہیں۔

کیڑے

دیکھ کئی گھونسلوں کو تباہ کرتی ہے۔ ان گھونسلوں کو دیکھ اپنے مٹی کے گھروں کے اندر لیٹ لیتی ہے۔ مسٹر و ہسٹر (MR. WHISTLER) لکھتے ہیں کہ ضلع جہلم (پنجاب) میں دیکھ اس طرح بہت سے گھونسلوں کو برباد کرتی ہے۔

بندر

بندر بھی اکثر پرندوں کے انڈوں بچوں کو کھا جاتے ہیں۔ کئی اصحاب ذکر کرتے ہیں کہ انہوں نے کئی مرتبہ مختلف اقسام کے بندروں کو پرندوں کے انڈے بچے کھاتے ہوئے دیکھا۔

الشان

کسی ملک میں الشان کا ہونا ہی پرندوں پر نمایاں اثر رکھتا

ہے۔ اگر ہندوستان میں اوائل سے انسان کی آبادی نہ ہوتی تو پرندوں کی آبادی بہت ہی مختلف ہوتی۔ بعض دفعہ تو انسان پرندوں کو ارادہ مارتا ہے یا مارنے کے لئے پکڑتا ہے۔ کبھی کبھی ان کو محفوظ کرنے کے لئے قانون بھی بناتا ہے یا غذا وغیرہ ہتیا کرتا ہے۔ انسان بعض ایسے کام کرتا ہے جن کی وجہ سے انسان کے ارادے کے بغیر ہی پرندوں کی بیہودہ یا بربادی کے سامان ہتیا ہو جاتے ہیں۔ مثلاً جنگلات کو صاف کرنا۔ نہریں بنانا اور نئی زمین کو کاشت میں لانا۔ ہم پہلے ان موخر الذکر اسباب کا ذکر کریں گے۔

انگریزی حکومت سے پہلے جب ہندوستان کی آبادی بہت کم تھی تب ملک کا بہت سا حصہ جنگلات سے ڈھکا ہوا تھا۔ ان جنگلوں میں بہت سے پرندے آباد تھے۔ سرکار انگریزی کے وقت میدانوں کے بہت سے جنگل کاٹ دیئے گئے ہیں اور زمین کو کاشت میں لایا گیا ہے۔ جنگلی درختوں کے کم ہو جانے سے ان پرندوں کی تعداد جو جنگلوں میں ہی رہتے ہیں مثلاً گھنچو بہت کم ہو گئی ہے۔ ایسے پرندے اب محدود جنگلوں میں پناہ گزین ہیں

۱۷۰ ہندوستان کی آبادی انگریزی حکومت کے قائم ہو جانے تک یعنی ۱۷۰۰ء تک بھی صرف ۱۷۰ ملین تھی ہندوستان کی آبادی سترہ لاکھ کی مردم شماری میں ۱۹۳۱ء کو ڈیڑھ لاکھ تھی غالباً سترہ لاکھ کی مردم شماری میں آبادی ۳۳ کروڑ سے بہت زیادہ ہو گئی

کاشت کے بڑھ جانے سے آماج کھانے والے پرندوں مثلاً چڑیا وغیرہ کی تعداد بہت بڑھ گئی ہے۔ انہار نکالنے کا ایک یہ اثر ہوا ہے کہ دریاؤں میں پانی کم ہو جانے کی وجہ سے دریاؤں میں چھوٹے چھوٹے جزیروں اب زیادہ نمودار ہونے لگے ہیں ان جزیروں کے اندر آبی پرندے زیادہ تعداد میں گھومنے بنانے اور بود و باش اختیار کرنے لگے ہیں ایسے پرندوں کی تعداد بڑھ گئی ہے۔

بڑے بڑے شہروں کے تعمیر ہونے سے چیلوں گدھوں کوڑوں چڑیوں میناؤں وغیرہ کی تعداد میں بھی اضافہ ہو جاتا ہے۔ اور لال جیسے گھاس میں رہنے والے پرندوں کی تعداد میں کمی ہوتی ہے۔ آموں اور دوسرے پھل دار درختوں کے باغ لگانے سے طوطوں پیلکوں اور دیگر پھل کھانے والے پرندوں کی تعداد بڑھ جاتی ہے۔ قیاس ہے کہ انسان کے ذریعے کوڑوں چڑیوں میناؤں گدھوں کبوتروں وغیرہ کی تعداد بہت بڑھ گئی ہے۔ انسان جنگلوں اور گھاس والے علاقوں کو آگ لگانے سے پرندوں میں بہت تباہی برپا کرتا ہے۔ آسام میں گھاس کو آگ لگ جانے سے ہر سال لکھو کھیا بیڑوں کی جانیں تلف ہوتی ہیں۔ انسان کے ذریعے شکاری پرندوں اور کٹھ پھوڑوں وغیرہ کی تعداد میں بھی کمی ہوئی ہے۔ گو پچھلے زمانے میں انسان

بعض پرندوں کی تعداد میں اضافے کا باعث ہوا ہے لیکن زمانہ حال میں انسان سے بڑھ کر عام پرندوں کا امد کوئی دشمن نہیں۔ بہت سے پرندوں کو انسان تفریح غذا امد دوائیوں میں ڈالنے کی خاطر نشانہ اجل بناتا ہے۔ امد سینکڑوں کو جالوں سے پکڑتا ہے۔ پرندوں کو پکڑنے والے موسم بہار میں طوطوں کے گھونسلے کھوجتے پھرتے ہیں امد جو بچے لٹھ لگتے ہیں اُن کو پکڑ لاتے ہیں اور شہروں میں فروخت کرتے ہیں۔ کچھ شکاری پرندوں کو انسان شکاریں مدکی خاطر پکڑتا ہے۔ ہندوستان میں ہزار ہا آدمیوں کا فدیہ ساش پرندوں کو پکڑ پکڑ کر بیچتا ہے۔ گو سدا ہانے یا پالنے کے لئے بھی لکھو کھیا پرندے پکڑے جاتے ہیں لیکن جن پرندوں کو انسان کھانے کے لئے پکڑتا ہے اُن کی تعداد بہت ہی زیادہ ہے۔ ہندوستان میں بہت سے پرندے کھانے کے کام آتے ہیں۔ ان کو طح طح کے پھندوں سے پکڑا جاتا ہے۔



اسی مصنف کے قلم سے نباتات اور نباتی خوراک

اس کتاب کے لئے مصنف کو پنجاب ٹیکسٹ بک کمیٹی نے ستمبر ۱۹۲۸ء میں ۷۵۰ روپے کا گرانقدر نعام مرحمت فرمایا تھا۔
رسالہ اُردو حیدرآباد دکن میں اس کتاب کا مفصلہ ذیل ریویو
اپریل ۱۹۲۸ء میں شائع ہوا۔

”اس کتاب کے ابتدائی باب میں زندگی کے خواص پر بحث کی ہے۔ اس کے بعد پودوں کے اعضا۔ اندرونی بناوٹ۔ پھول پھل بیج پودے کی غذا زمین کا تجزیہ۔ کھاد۔ نباتی جراثیم۔ پنجاب کے چند درخت اور جھاڑیاں۔ پودوں کی بیماریاں۔ ہماری نباتی خوراک اور وٹامنز (یعنی حیاتیات) کا حال لکھا ہے۔ اور یہ سب بیان آسان زبان میں اس طرح لکھا ہے۔ کہ طالب علم اور معمولی لکھے پڑھے شخص بھی سمجھ سکیں۔ کتاب میں بہت سی کام کی اور دلچسپ معلومات ہیں۔ جا بجا نقشے اور تصویریں بھی دی گئی ہیں۔ کتاب بہت اچھی چھپی ہے۔ اس قسم کی کتابوں سے عام پڑھنے والوں کو بہت فائدہ پہنچتا ہے۔ اور ان کی معلوماتیں اضافہ ہوتا ہے۔ طلباء کے لئے خاص طور پر مفید ہے۔“

جسم ۳۰ صفحے چار رنگی اور کثرت سے سادہ تصاویر درج ہیں۔ جلد ۴۴۱۱ پانی ملنے کا پتہ ۱۔ وار الاشاعت پنجاب لاہور

(مسلم پزىشنگ پرېس بيرون اکبري دروازه لاهور)

آخری درج شدہ تاریخ پر یہ کتاب مستعار
لی گئی تھی مقررہ مدت سے زیادہ رکھنے کی
صورت میں ایک آنہ یومیہ دیرانہ لیا جائے گا۔

۱- از این کتاب که در این کتابخانه است
 ۲- از این کتاب که در این کتابخانه است
 ۳- از این کتاب که در این کتابخانه است
 ۴- از این کتاب که در این کتابخانه است
 ۵- از این کتاب که در این کتابخانه است
 ۶- از این کتاب که در این کتابخانه است
 ۷- از این کتاب که در این کتابخانه است
 ۸- از این کتاب که در این کتابخانه است
 ۹- از این کتاب که در این کتابخانه است
 ۱۰- از این کتاب که در این کتابخانه است

